المسائل المهمة

فيما ابتلت به العامة

اہم مسائل

جن میں ابتلاء عام ہے

جلد چہارم

پسند فرمودہ :

حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی مد ظلہ العالی

رئیس: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا نندربار

تحریک وتحریض:

حضرت مولانا محمد حذیفہ صاحب وستانوی

ناظم تعلیمات ومعتمد جامعہ

ترتیب :

مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی

صدر دارالافتاء جامعہ اکل کوا

تحقیق وتخریج:

معاون مفتیان کرام دارالافتاء

ناشر :

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم

اکل کوا ، نندربار ،مہاراشٹر

تقسیم کار

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	: المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة
پسند فرمودہ	: حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم
تحریک وتحریض	: حضرت مولانا محمد حذیفہ صاحب وستانوی
ترتیب	: حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی
تحقیق وتخریج	: معاون مفتیان کرام دارالافتاء
کمپوزنگ وتصحیح	: مفتی شمشیر احمد بستوی ومفتی عبدالمتین کانڑگانوی
طبع دوم	: ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء
صفحات	: ۲۶۶
قیمت	:
باہتمام	: ابوحمزہ وستانوی
ناشر	: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

ملنے کا پتہ

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا ضلع نندربار مہاراشٹر

Phone:02567,252556,252256

E-mail jafarmilly@gmail.com

fatawaakkalkuwa@gmail.com

http://jamiyaakkalkuwa.com/fatawa/

فہرست عناوین

انتساب

خادمِ کتاب وسنت، روحِ رواں جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم کے نام جن کی سرپرستی میں نہ صرف جامعہ اور شاخہائے جامعہ کے دینی وعصری تعلیمی شعبے، بلکہ وطنِ عزیز کے بہت سے تعلیمی ادارے اور قومی، ملی، سماجی ورفاہی تنظیمیں بھی شب وروز مصروف عمل رہ کر ترقیات کے زینے طے کررہی ہیں۔

ان فقہاء، محدثین، مفسرین، اصولیین، اور متکلمین کرام کے نام جنہوں نے اپنے خونِ جگر سے شجرۂ علوم اسلامیہ کی آبیاری کی، اور آج بھی کررہے ہیں۔

مشفق ومربی اساتذہ ووالدین کے نام، جن کی محنتوں اور دعاؤں سے ہمارے دلوں میں علومِ اسلامیہ کی محبت پیدا ہوئی ہے!

مرتب

دعائیہ کلمات

خادمِ کتاب وسنت حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم
رئیس: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

☆ **قال النبي ﷺ : " لکل شيء دعامة ، و دعامة الإسلام الفقه في الدين " .**

(کنز العمال: ۱۰/۷۷، رقم الحدیث: ۲۸۹۲۰)

(ہر چیز کے لیے ایک ستون ہے جس پر اس کا مدار ہوتا ہے، اور اس دین کا ستون فقہ ہے)

ہر زمانہ میں فقہ وفتاوی کو بڑی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا گیا، اور سماج ومعاشرہ کی اصلاح وانقلاب کا اسے ایک مؤثر ذریعہ سمجھا گیا۔

آج کے اس پُرفتن، خدا بیزار، علوم اسلامیہ سے نہ صرف عدم واقفیت، بلکہ ایک حد تک اسلامی اقدار کے باغی معاشرہ اور سماج میں، بڑی حیرت انگیز تبدیلیاں اور زبردست انقلابات رونما ہوئے، سائنس وٹیکنالوجی کی ترقی نے نئے نئے اُفق پیدا کیے، اور اب دنیا گلوبلائزیشن (Globalization) کی دنیا کہی جانے لگی، معاشی اور اقتصادی امور میں، نت نئی ترقیات نے جہاں نئے نئے مسائل لا کھڑے کر دیئے، وہیں ذرائع ابلاغ کی نئی نئی ایجادات نے فکری ونظری، تہذیبی وثقافتی جنگوں کے محاذ کھول دیئے، اب جو لوگ شریعت اسلامیہ کو اپنی معاشرت، تجارت، اور زندگی کے دوسرے میدانوں میں معیار ہدایت قرار دے کر زندگی گزارنا چاہتے ہیں، ان کے سامنے ایسے سینکڑوں مسائل آ کھڑے ہیں، جن کے بارے میں وہ علماء اسلام واصحابِ افتاء کی طرف نظریں جمائے ہوئے ہیں، کہ کیا یہ جائز ہیں یا ناجائز؟

اس اہم موڑ پر ان کی رہنمائی و رہبری علماء شریعت پر فرض ہے، اسی فرض کی انجام دہی کے لیے جامعہ نے چار سال قبل ”**قسم الإفتاء و دار الإفتاء**“ قائم کیا، تاکہ امت کو موجودہ حوادث و مسائل کا شرعی حل مل جائے، اور اس عظیم ذمہ داری کے بارِ گراں کو اٹھانے کے لیے، ملک ہندوستان کی مختلف ریاستوں کے علماء بھی تیار ہوں۔

الحمدللہ! امسال آٹھ فضلاءِ جامعہ اس شعبہ میں زیرِ تعلیم وتربیت رہے، اس شعبہ کی دیگر تعلیمی وتربیتی مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ، پورے سال ایک مشغولیت یہ بھی رہی کہ جن مسائل میں لوگوں کا ابتلاء عام ہے، ان میں سے کسی ایک مسئلہ کی پوری صورت قلمبند کرکے، اس پر آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ، عباراتِ فقہیہ، اور قواعد کی روشنی میں حکمِ شرعی کی تطبیق کے بعد، وہ جامعہ کی مسجد (مسجد میمنی) میں بعد نماز ظہر سنایا جاتا رہا۔

اب انہیں مسائل کا مجموعہ: ﴿**المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة**﴾ کے نام سے منظرِ عام پر آرہا ہے، میں نے ان مسائل کو مسجد میمنی میں سنا، ان کو عوام وخواص کیلئے بے انتہاء مفید پایا، اور ان کو شائع کرنے کی اجازت دی، میری دعاء ہے اللہ رب العزت اسے قبولیتِ عامہ عطاء فرمائے، اور امت کی اصلاح کا ذریعہ بنائے، نیز مرتّب، اور ان کے تمام رفقاءِ کار کو دنیا وآخرت میں فلاح ونجاح نصیب فرما کر خدمتِ دین کے لئے تاعمر قبول فرمائے۔

ربنا تقبل منا إنک أنت السميع العليم وتب علينا إنک أنت التواب الرحيم. (آمين)

۲۵/۷/۱۴۳۲ھ/ م ۲۷/۶/۲۰۱۱ء

☆☆☆☆☆

ایک اہم وضاحت

مولانا محمد حذیفہ صاحب وستانوی
ناظمِ تعلیمات جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:﴿اتبعوا ما أنزل إليكم من ربكم﴾. (سورة الأعراف:۳)
تم لوگ اس (کتاب) کی پیروی کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے۔
آپ ﷺ کا ارشاد ہے: " لايؤمن أحدكم حتى يكون هواه متبعا لما جئت به ".
(کنزالعمال: ۱/ ۱۲۱)

آیتِ مبارکہ میں "مـــــا" عموم کیلئے ہے، جو تمام مصادرِ شرعیہ یعنی قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس وغیرہ کو شامل ہے، ہمارے فقہاء کرام کا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا کہ وہ کتاب، سنت، اجماع اور قیاسِ صحیح ہی سے مسائل کا استخراج واستنباط کرتے رہے، اور پچھلی چودہ صدیوں سے اسی طرح حلال وحرام کی معرفت حاصل کیجاتی رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ پوری امت کی طرف سے جزائے خیر دے۔

☆ رسولِ عربی، آقا مدنی ﷺ کو جن کے ذریعہ ہمیں مصادرِ شرعیہ عطا ہوئے۔

☆ حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو جنھوں نے علومِ وحی کو پوری امانت داری کے ساتھ اپنے بعد والوں تک پہونچا دیا۔

☆ حضرات فقہاء، مفسرین، محدثین اور علماء دین کو جنھوں نے کمالِ احتیاط اور نظم وضبط کے ساتھ اصول وقواعد کو مدِ نظر رکھ کر بے شمار مسائل کو حل فرمایا۔

الحمدللہ! جامعہ میں تقریباً چار سال قبل دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا تو اول یوم سے ہی یہ کوشش کی گئی کہ اس سے امت کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچایا جائے ، اور ہر ممکن طریقہ سے امت کو حلال وحرام سے واقف کرایا جائے ، اسی کے پیشِ نظر یہ کتاب ﴿**المسائل المهمة فیما ابتلت به العامة**﴾ کی طباعت عمل میں آرہی ہے ، جو سلسلۂ مسائلِ مہمہ کی چوتھی کڑی ہے ، سالِ گزشتہ مسائل مہمہ کی جلدِ ثالث شائع ہوکر منظر عام پر آچکی ، عوام وخواص نے اس کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھا ، لہذا اس سلسلہ کو آگے بڑھانے کا فیصلہ کیا گیا ، اور اب اس کی چوتھی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے ، آئندہ بھی ان شاء اللہ ہر سال عوام وخواص کو پیش آمدہ مسائل تحقیق ، تخریج اور تطبیق کے بعد پیش کرنے کی کوشش کی جاتی رہے گی ، قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہوں ، تاکہ دنیا وآخرت کی کامیابی سے سرخرو ہوجائیں ، اور ائمۂ مساجد سے بھی امید کی جاتی ہے کہ اس جانب متوجہ ہوں ، اور فضائل کے ساتھ ساتھ مسائل سے بھی امت کو آگاہ کریں۔

اس کتاب میں حتی الامکان یہ کوشش کی گئی کہ ہر مسئلہ کو خوب سے خوب مدلل کیا جائے ، اور مسئلہ کیلئے بطورِ دلیل قرآنِ کریم اور حدیثِ رسول ﷺ کو بعد از تتبع پیش کیا جائے ، اور ساتھ ہی ساتھ فقہاء امت کی تصنیفات وتالیفات سے بھر پور تعاون حاصل کرتے ہوئے ، جزئیاتِ فقہیہ سے بھی تقویت دیجائے ، تاکہ مسئلہ بالکل منقیٰ ومجلیٰ ہوکر سامنے آجائے۔

اللهم وفقنا لما تحب وترضىٰ. (آمین)

محمد حذیفہ وستانوی

۲۵/۷/۱۴۳۲ھ/ م ۲۷/۶/۲۰۱۱ء

ابتدائیہ

مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی
صدر دارالافتاء: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم
اکل کوا، نندر بار، مہاراشٹر

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿إن الدین عند الله الإسلام ، ومن یبتغ غیر الإسلام دیناً فلن یقبل منه وهو فی الآخرة من الخاسرین﴾ ۔ ''اور جو کوئی اسلام کے سواء کسی اور دین کو تلاش کرے گا، سو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ شخص آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا''۔ (آل عمران: ۸۵)

اور ارشاد نبویؐ ہے: '' ترکتکم علی البیضاء لیلها کنهارها لایزیغ عنها بعدی إلا هالک '' ۔ ''میں نے تم کو ایک ایسی روشن شریعت پر چھوڑا کہ اس کی رات بھی اس کے دن کی طرح ہے، اور میرے بعد اس سے وہی شخص انحراف کرے گا، جو تباہ و برباد ہوگا''۔ (اتحاف السادۃ المتقین للزبیدی: ۱/۱۸۲)

آیتِ قرآنی وحدیثِ نبوی دونوں سے معلوم ومفہوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کے اعمال وزندگیاں اسلامی تعلیمات کے مطابق ہوں گی کل قیامت کے دن وہی لوگ ، کامیاب وکامران، اور شاداں وفرحاں ہوں گے، اور جن لوگوں کے اعمال وزندگیاں اسلامی تعلیمات سے ہٹ کر گزریں گی وہ لوگ سخت نقصان وخسارہ میں ہوں گے، اسلامی تعلیمات کی اسی اہمیت وضرورت کے پیشِ نظر رسول عربی ﷺ نے طلبِ علمِ دین کو ہر مسلم مرد وعورت پر فرض قرار دیا ہے، جن لوگوں نے عمر کے اس مرحلہ میں علم دین حاصل نہیں کیا جس میں عموماً علم

دین حاصل کیا جاتا ہے، انہیں دینی تعلم سے آراستہ کرنے اور ان کی زندگیوں کو اسلامی زندگیاں بنانے کیلئے وارثین انبیاء اور بزرگان دین نے بڑی محنتیں اور کوششیں فرمائی ہیں، اور آج بھی یہ محنتیں مختلف انداز و جہتوں سے جاری وساری ہیں۔

علوم اسلامیہ اور احکام شرعیہ کی تعمیم وتشہیر میں مساجد کا بڑا کردار و رول رہا ہے، اور آج بھی مسجدیں اپنے اس اہم کردار کو ادا کر رہی ہیں، جیسا کہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ جمعہ واعیاد کے موقع پر علماء اسلام وخطباء عظام، مسلمانوں کے جم غفیر کے سامنے موقع محل، موسم اور حالات کے عین مطابق اسلامی ہدایات اور شرعی احکام بیان فرماتے ہیں، جس سے امت کو بڑا فائدہ پہنچتا ہے، اور وہ از سر نو اپنے اعمال و زندگیوں کا جائز لے کر راہ مستقیم پر چلنے عزم وارادہ کر لیتے ہیں، اور واقعہ یہی ہے کہ اس سے بہت سارے لوگوں کی زندگیوں میں بڑا انقلاب برپا ہوا ہے۔

زیر نظر کتاب "**المسائل المہمة فی ما ابتلت به العامة جلد ثالث**" جو دوسوتیس (۲۳۰)، محقق و مدلل، ان مسائل پر مشتمل ہے، جو زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں، اور روزمرہ زندگی میں عام لوگوں کا ان میں ابتلاء ہے، اس کی طباعت میں بھی یہی جذبۂ خیر کارفرما ہے۔

جامعہ کے دارالافتاء کی کوشش ہے کہ ایسے مسائل جن ابتلاء عام ہے، ان کی صورتوں کو قلمبند کر کے ان کی تحقیق وتخریج کی جائے اور لوگوں کو ان سے باخبر کیا جائے، تاکہ وہ اپنے اعمال کی پیشی سے پہلے ان کی اصلاح ودرستی کر لیں، اور بروزِ قیامت فوز وفلاح سے ہمکنار ہوں۔

میں مبارکبادی پیش کرتا ہوں افتاء کے طلباء عزیزم مفتی محمد حمزہ آکولوی اور عزیزم مفتی محمد وسیم اورنگ آبادی کو جو ان مسائل میں سے روزآنہ ایک ایک مسئلہ بلاناغہ سال بھر بعد نماز ظہر ومغرب، جامعہ کی "مسجد میمنی" و "مسجد السلام" میں پڑھتے رہے، **فزادهم الله علماً نافعاً وعملاً متقبلاً .**

اسی طرح میں مشکور ہوں عزیزم مفتی محمد افضل اشاعتی اور مفتی مجیب الرحمٰن اشاعتی صاحبان کا جو بڑی محنت ولگن اور شوق وذوق کے ساتھ ان مسائل کی تحقیق وتخریج میں سال بھر بندے کا تعاون فرماتے رہے۔

اسی طرح میں مشکور ہوں عزیزم مفتی شمشیر احمد اشاعتی ومفتی عبدالمتین اشاعتی صاحبان کا کہ ان دونوں حضرات نے ان مسائل کی تبویب وترتیب، کمپوزنگ و پروف ریڈنگ اور ضروری مراجعتِ کتب جیسے اہم کاموں کو انجام دیا، **تقبل الله سعيهما وبارك في علمهما وعملهما . آمين**

اگر ائمۂ مساجد تھوڑی سی توجہ دیں، اور پنج وقتہ نمازوں میں سے کسی ایک نماز کے بعد روزانہ ایک مسئلہ اپنے مقتدیوں کو سنانے کا اہتمام کرلیں، تو امید ہے کہ دینی، تعلیمی اور اصلاحی اعتبار سے اس کا بڑا فائدہ ہوگا، **وما ذلك على الله بعزيز۔**

الحمد لله الذى هدانا لهذا وما كنا لنهتدى لو لا أن هدانا الله

لا حول ولا قوة إلا بالله العلى العظيم

وصلى الله على نبيه الكريم

وعلى آله الطيبين الطاهرين

وسلم تسليماً كثيرا كثيرا

۲۵/۷/۱۴۳۲ھ

۲۷/۶/۲۰۱۱ء

کتاب الطهارة

(طہارت کا بیان)

مسجد میمنی کا حوض

مسئله (۱): دہ دردہ حوض کی تعریف یہ ہے کہ اس کا کل رقبہ یعنی طول وعرض کا حاصلِ ضرب سو ذراع برابر ۲۲۵/اسکوائر فٹ ہو، اس لحاظ سے مسجد میمنی کا حوض دہ دردہ مربع حوض کے حکم میں ہے، کیوں کہ اس کے طول وعرض کا حاصلِ ضرب تقریباً ۲۲۶ء۳/ اسکوائر فٹ ہے، لہذا اگر اس حوض میں کوئی نجاست گر جاوے، تو جب تک اس کے پانی میں نجاست کا کوئی اثر یعنی رنگ، بو اور مزہ ظاہر نہ ہو، وہ پانی پاک ہی رہے گا، اور اس سے وضو اور غسل وغیرہ کرنا درست ہوگا۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : قدروا بالمساحة عشراً في عشر بذراع الكرباس توسعة للأمر على الناس وعليه الفتوىٰ . (۱/۳٦)

ما في " الدر المختار مع الشامي " : فلذا أفتى به المتأخرون الأعلام : أي في المربع بأربعين ، وفي المدوّر بستة وثلاثين ، وفي المثلث من كل جانب خمسة عشر ، وربعاً وخمساً بذراع الكرباس ، ولو له طول لا عرض ، لكنه يبلغ عشراً في عشرٍ جاز تيسيراً . الدر المختار .

(۱/۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، كتاب الطهارة ، باب المياه ، بيروت)

ما في " الفتاوى الهندية " : وإذا ألقى في الماء الجاري شيء نجس كالجيفة والخمر لا يتنجس ما لم يتغير لونه أو طعمه أو ريحه ، وعند أبي يوسف لا بأس بالوضوء إذا لم يتغير أحد أوصافه .

(۱/۱۷، البحر الرائق : ۱/۱۴۱)=

بارش میں پرنالہ کا پانی

مسئلہ (۲) : اگر کوئی شخص بارش کا پانی پرنالہ کے ذریعہ کسی برتن وغیرہ میں روک کر ذخیرہ کرلے، اوراس میں کوئی نجاست نہ ہوتو وہ پانی پاک ہے، اس سے وضواور غسل کرنا درست ہے۔[1]

= ما فی " الفتاوی الهندیة " : یجوز التوضؤ فی الحوض الکبیر المنتن إذا لم تعلم نجاسة . (۱/ ۱۸)

ما فی " الدر المختار " : یجوز براکد کثیر أی وقع فیه نجس لم یر أثره ولو فی موضع وقوع المرئیة . به یفتیٰ . (۱/ ۳۶)

(کفایت المفتی: ۲/ ۲۴۵، احسن الفتاوی: ۲/ ۴۵، روضۃ الفتاوی: ۱/ ۳۲۲، فتاوی رحیمیہ: ۴/ ۴۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : قوله : (ولو شک) فی التاترخانیة : من شک فی إنائه أو ثوبه أو بدنه أصابته نجاسة أو لا ، فهو طاهر ما لم یستیقن ، وکذا الآبار والحیاض والحباب الموضوعة فی الطرقات ، ویستقی منها الصغار والکبار، والمسلمون والکفار .

(۱/ ۲۸۳ / ۲۸۴، مطلب فی ندب مراعاة الخلاف إذا لم یرتکب مکروه مذهبه ، قبیل مطلب فی أبحاث الغسل ، الفتاوی التاتارخانیة : ۱/ ۹۷، نوع آخر فی مسائل الشک ، مکتبة دارالایمان سهارنفور) (فتاوی محمودیہ: ۵/ ۱۲۸، ۱۲۹)

ٹرین کی ٹنکی کا پانی

مسئلہ (۳) : ٹرین یعنی ریل گاڑی کی ٹنکی میں جو پانی ہوتا ہے، اگر اس میں اوصافِ ثلاثہ یعنی رنگ، بو اور مزہ میں سے کوئی وصف نہ پایا جائے تو وہ پانی پاک ہے، اس سے وضو اور غسل کرنا درست وجائز ہے، طبعی کراہت کی وجہ سے اس کی پاکی میں شبہ نہ کیا جائے۔ (۱)

پانی کی جدید ٹنکیاں اور ان کی طہارت ونجاست

مسئلہ (٤) : آج کل عام شہروں میں گھروں کے اندر غسل خانوں وغیرہ میں پانی پہنچانے کیلئے پائپ سسٹم کا رواج ہے، جیسا کہ خود ہمارے جامعہ میں اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، جس کا طریقۂ عمل یہ ہے کہ بورنگیں چالو کی جاتی ہیں، جس سے ٹنکیوں میں پانی پہنچ جاتا ہے، پھر ان ٹنکیوں کے ذریعہ یہ پانی مختلف جگہوں میں پہنچایا جاتا ہے، عام طور پر یہ ٹنکیاں دہ دردہ (جس کا کل رقبہ یعنی طول وعرض کا حاصلِ ضرب سو ذراع برابر ۲۲۵/اسکوائر فٹ ہو) سے کم ہوتی ہیں، اگر ان میں نجاست ایسی حالت میں گری ہے کہ اس کا پانی دونوں طرف سے جاری ہے، مثلاً بورنگ کے ذریعہ ایک طرف سے پانی چڑھایا جارہا ہے اور دوسری طرف

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی الهندية " :وعند أبي يوسف : لا بأس بالوضوء ، إذا لم يتغير أحد أوصافه ، كذا في شرح الوقاية ، وفي النصاب : عليه الفتوی ، كذا في المضمرات .

(۱/۱۷ ، الباب الثالث في المياه ، الفقه على المذاهب الأربعة : ۱/۳۴، كتاب الطهارة ، مباحث الماء الطهور، دار الكتب العلمية بيروت ، الفتاوی التاتارخانية : ۱/۹۲ ، الفصل الرابع في المياه التي يجوز الوضوء بها والتي لا يجوز الوضوء بها ، مكتبة دارالايمان سهارنفور) (فتاوی محمودیہ:۵/۱۲۸،کراچی)

پائپ کے ذریعہ غسل خانوں، بیت الخلاء وغیرہ میں پانی نکالا جارہا ہوتو اکثر فقہاء کرام کے نزدیک اس وقت یہ ٹنکیاں ماء جاری کے حکم میں ہونے کی وجہ سے اس وقت تک ناپاک نہیں ہوں گی، جب تک پانی کے بنیادی تین اوصاف رنگ، بواور مزہ میں سے کوئی ایک نہ بدل جائے، (۱) لیکن اگر یہ نجاست ٹنکی میں ایسے وقت گری کہ پانی دونوں طرف سے جاری تھااور پھر کسی ایک طرف سے پانی کے بند ہونے کے بعد بھی اسی میں پڑی رہی، یا ایسے وقت گری کہ ان ٹنکیوں کا پانی دونوں طرف سے جاری نہ ہو، دونوں طرف میں سے کسی ایک طرف سے بند ہو، مثلاً بورنگ کے ذریعہ پانی چڑھایا تو جارہا ہے مگراس کا اخراج نہیں ہورہا ہے، یا اخراج ہورہا ہے مگر پانی نہیں چڑھایا جارہا ہے، بلکہ محض ٹنکی میں موجود پانی کا اخراج ہورہا ہے، تو ایسی صورت میں یہ ٹنکیاں ناپاک ہوجائیں گی، اور اگر یہ ٹنکیاں دہ دردہ ہیں تو ماء جاری کے حکم میں ہوں گی، اور ناپاکی گرنے کے بعد اس وقت تک ناپاک شمار نہ ہوں گی جب تک پانی کے تین وصفوں میں سے کوئی ایک وصف نہ بدل جائے، ان دونوں طرح کی ٹنکیوں کی پاکی کا طریقہ یہ ہوگا کہ اگر محسوس جسامت رکھنے والی ناپاکی گری ہے تو اسے ان ٹنکیوں سے نکال دیا جائے، پھر ان کو دونوں طرف سے جاری کردیا جائے، دوسری طرف سے پانی نکلتے ہی یہ ٹنکیاں پاک ہوجائیں گی، پانی کی کسی خاص مقدار کا نکالنا ضروری نہیں ہے، البتہ بعض فقہاء کرام کے نزدیک احتیاطاً تین مرتبہ اور بعض کے ہاں ایک مرتبہ حوض یا ٹنکی کا پانی بھر کر نکال دینا ضروری ہے، (۲) اس لئے احتیاط اس میں ہے کہ ایک طرف سے پاک پانی داخل کرکے دوسری طرف سے اتنا پانی نکال دیا جائے جتنا کہ وقوعِ نجاست کے وقت اس حوض یا ٹنکی میں موجود ہے، اس کے بعد حوض یا ٹنکی اور اس کے پائپ کو پاک سمجھا جائے، اور اگر تھوڑا سا پانی

نکل جانے کے بعد بھی استعمال کرلیا جائے تو قول مختار کے موافق گنجائش ہے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " نور الإيضاح " : أو جارياً وظهر فيه أثرها والأثر طعم أو لون أو ريح .

(ص/ ۲٦، كتاب الطهارة)

(۲) ما فی " شرح المنية عن فتاوى قاضي خان " : فإن أدخل يده في الحوض وعليها نجاسة إن كان الماء ساكناً لا يدخل فيه شيء من انبوبه ، ولا يغترف إنسان بالقصعة يتنجس ماء الحوض وإن كان الناس يغترفون من الحوض بقصاعهم ولا يدخل من الانبوب ماء أو على العكس اختلفوا فيه وأكثرهم على أنه يتنجس ماء الحوض وإن كان الناس يغترفون بقصاعهم ويدخل فيه من الأنبوب اختلفوا فيه وأكثرهم على أنه يتنجس ، انتهى ، فهذا هو الذي ينبغي أن يعتمد عليه . (شرح المنية : ص/ ۹۹)

(۳) ما فی " شرح المنية " : فإن دخل الماء من جانب حوض صغير كان قد تنجس مائه فخرج من جانب قال أبوبكر بن سعد الأعمش : لا يطهر ما لم يخرج مثل ما كان فيه ثلاث مرات فيكون ذلک غسلا له كالقصعة حيث تغسل إذا تنجست ثلاث مرات ، وقال غيره لا يطهر ما لم يخرج مثل ما كان فيه مرة واحدة ، وقال أبوجعفر الهندواني : يطهر بمجرد الدخول من جانب والخروج من جانب وإن لم يخرج مثل ما كان فيه ، وهو أي قول الهندواني اختار صدر الشهيد حسام الدين لأنه حينئذ يصير جارياً والجاري لا ينجس ما لم يتغير بالنجاسة ، والكلام في غير متغير انتهىٰ .

(شرح المنية : ص : ۹۹) (بحوالہ آلات جدیدہ کے شرعی احکام:ص۱۸۵)

ما فی " الدر المختار مع الشامية " : ثم المختار طهارة المتنجس بمجرد جريانه ، وكذا البئر وحوض الحمام . (الدر المختار) قال الشامي : قوله : (بمجرد جريانه) أي بأن يدخل من جانب ويخرج من آخر حال دخوله وإن قل الخارج . بحر . قال ابن الشحنة : لأنه صار جارياً حقيقة ، وبخروج بعضه رفع الشک في بقاء النجاسة فلا تبقى مع الشک ، وقيل : لا يطهر حتى يخرج قدر ما فيه ، وقيل ثلاثة أمثاله . (۱/ ۳۴۵، كتاب الطهارة ، باب المياه ، مطلب يطهر الحوض بمجرد الجريان) (فتاوی عثمانی:۱/ ۳٦۰، جواہر الفقہ :۵/ ۱۸۳)

وضو کرتے وقت حوض میں پیر داخل کرنا

مسئلہ (۵) : شریعت اسلامیہ نے نہ صرف پانی کو پاک رکھنے کا حکم دیا، بلکہ پانی کو آلودگی سے بچانے کی تاکید بھی فرمائی، لہذا پانی کو آلودگی سے بچانا بھی لازم ہے، بعض لوگ استنجاء خانوں میں بغیر چپل کے جاتے ہیں، اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو اپنے پیروں کو اس طرح دھوتے ہیں کہ کچھ پانی تو نالی میں گرتا ہے اور کچھ حوض میں، اور بعض حضرات پیروں کو حوض کے باہر دھونے کی زحمت نہ اٹھاتے ہوئے پیروں کو ہی حوض میں ڈال دیتے ہیں، جس سے پانی میں آلودگی آجاتی ہے، اور اگر آلودگی نہ بھی آئے تو کم از کم اتنا تو ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا انسان اس حوض کے پانی سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں طبعی کراہت محسوس کرتا ہے، لہذا اس عمل سے اجتناب ضروری ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : " لا یبولنّ أحدکم فی الماء الدائم الذی لا یجری ثم یغتسل فیه " .

(صحیح البخاری : ص۶۷، کتاب الوضوء ، باب الماء الدائم ، رقم الحدیث : ۲۳۹، بیروت)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبی هریرة أن النبی ﷺ قال : " إذا استیقظ أحدکم من نومه فلا یَغْمِسُ یَدَه فی الإناء حتی یغسلها ثلاثاً ، فإنه لا یدری أین باتت یدُه " . (الصحیح لمسلم : ۱/۱۳۶، کتاب الطهارة ، باب کراهیة غمس المتوضي الخ ، فیصل پبلیکشنز دیوبند)

ما فی " الحدیث النبوی " : حدثنا أبوهریرة عن محمد رسول الله ﷺ : " لا تبل فی المائد الدائم الذی لا یجري ثم تغتسل منه " . (الصحیح لمسلم : ۱/۱۳۸، کتاب الطهارة، باب النهي عن البول في الماء الراکد ، فیصل پبلیکشنز دیوبند)=

مچھلی کی سرخ رطوبت

مسئلہ (٦) : بعض بڑی مچھلیوں میں سرخ رطوبت زیادہ نکلتی ہے، حضرات فقہاء کرام کی رائے یہ ہے کہ وہ حقیقت میں خون نہیں ہے، کیوں کہ خون کی علامت یہ ہے کہ جب وہ سوکھتا ہے تو سیاہ پڑ جاتا ہے، اور مچھلی سے نکلنے والی رطوبت سوکھنے کے بعد سیاہ نہیں پڑتی، اس لئے راجح قول یہ ہے کہ مچھلی بڑی ہو یا چھوٹی، اور سرخ رطوبت زیادہ مقدار میں ہو یا کم مقدار میں، بہر صورت وہ خون کے حکم میں نہیں ہے، اس لئے کپڑے یا جسم پر لگ جائے تو اس کا دھونا ضروری نہیں، [1] ازراہ نظافت دھولیا جائے تو بہتر ہے۔

= ما فی " الشامیة " : کرہ بول وغائط فی ماء ولو جاریا فی الأصح ، وفی البحر : أنها فی الراکد تحریمته ، وفی الجاری تنزیهته ، وفی الرد : نهی أن یبال فی الماء الراکد ، ونهی أن یبال فی الماء الجاری ، والمعنیٰ فیه أنه یقذرہ ، وربما أدی إلی تنجیسه .

(۱/۵۵۵، کتاب الطهارة ، مطلب القول مرجح علی الفعل)

ما فی " الفتاوی الهندیة " : البول فی الماء الجاری مکروہ ، کذا فی الخلاصة ، ویکرہ البول فی الماء الراکد ، وهو المختار . (۱/۲۵، الفصل الثانی فیما لا یجوز به التوضؤ)

ما فی " شرح الوقایة " : وإن أراد أن یحفر بئر بالوعة یمنع أیضاً لسرایة النجاسة إلی البئر . (۱/۸۱)

ما فی " بدائع الصنائع " : قال الکاسانی : أما تنجیس الطاهر فحرام ، فکان هذا : " لا یبولن أحدکم " نهیاً عن تنجیس الماء الطاهر . (۱/۲۰۹) (بیسواں فقہی سیمنار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا: ۲۰۱۱ء)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی الهندیة " : ودم السمک وما یعیش فی الماء لا یفسد الثوب فی قول أبی حنیفة ومحمد ، کذا فی فتاوی قاضیخان .

(۱/۴۶، الباب السابع فی النجاسة وأحکامها ، الفصل الثانی فی الأعیان النجسة)=

اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ خون مطلقاً ناپاک نہیں ہے، بلکہ بہتا ہوا خون جو رگوں سے خارج ہوتا ہے وہ ناپاک ہے، (۱) اور مچھلی سے جو خون خارج ہوتا ہے وہ گوشت کا خون ہوتا ہے نہ کہ رگوں کا۔

چھپکلی پانی میں گر جائے

مسئلہ (۷) : چھپکلی دو طرح کی ہوتی ہے، بڑی چھپکلی، چھوٹی چھپکلی، بڑی چھپکلی جو شہر میں نہیں بلکہ جنگل میں ہوتی ہے، اور وہ بھی بعض علاقوں میں، اس میں خون ہوتا ہے، اگر وہ چھوٹے کنویں یا حوض میں گر کر مر جائے، تو اس سے کنواں اور حوض ناپاک ہو جائے گا، (۱) اور اس چھپکلی کو نکالنے کے بعد، ۲۰/ سے ۳۰/ ڈول پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا، (۲) اور اگر وہ پھول گئی سڑ گئی، تو پورا پانی نکالنا لازم ہوگا، اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ۲۰۰ سے ۳۰۰/ ڈول پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا، (۳) اور جو چھپکلی عامۃً گھروں کی چھتوں اور دیواروں

= ما في " البحر الرائق " : أما دم السمک فلأنه ليس بدم عن التحقيق ، وإنما هو دم صورة ، لأنه إذا يبس يبيض والدم يسود ، وأيضاً الحرارة خاصية الدم والبرودة خاصية الماء ، فلو كان للسمک دم لم يدم سكونه في الماء ، أطلقه فشمل السمک الكبير إذا سال منه شيء ، فإن ظاهر الرواية طهارة دم السمک مطلقاً . (۱/۴۰۸، كتاب الطهارة ، باب الأنجاس ، بيروت ، الفتاوى التاتارخانية : ۱/۱۷۸ ، كتاب الطهارة ، الفصل السابع في النجاسات وأحكامها)

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل لا أجد فيما أوحي إليَّ محرّماً على طاعم يطعمه إلا أن يكون ميتةً أو دماً مسفوحاً أو لحم خنزير فإنه رجس﴾ . (سورة الأنعام : ۱۴۵)

ما في " أحكام القرآن لإبن العربي " : إن التحريم يختص بالمسفوح ، قالته عائشة وعكرمة وقتادة، وروى عن عائشة أنها قالت : " لو لا أن الله قال : ﴿أو دماً مسفوحاً﴾ لتتبّع الناس ما في العروق . (۲/۲۶۵)

پر ہوتی ہے وہ چھوٹی ہے، اگر وہ پانی میں گر گئی اور پھر نکال دی گئی تو وہ پانی پاک ہے، [۴] اس سے وضو اور غسل جائز ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " حلبی کبیر " : وکذا الوزغة إذا كانت كبيرة، أی بحيث يكون لها دم ، فإنها تفسد الماء ، لما تقدم فی الضفدع .

(ص/۱٦٦ ، فصل فی البئر، فتاوی قاضی خان علی خامش الفتاوی الهندية : ۱/۱۰ ، فصل فی ما يقع فی البئر، بهشتي زيور: ۱/۷۷، فتاوی محموديه :۵/۱۵۱/۱۵۲)

(۲) ما فی " فتح القدير " : وإن ماتت فيها فأرة أو عصفورة أو صعوة أو سودانية أو سام أبرص نُزح منها ما بين عشرين دلواً إلى ثلاثين بحسب كبر الدلو وصغرها ، يعنی بعد إخراج الفأرة .

(۱/۱۰۷ ، الهداية شرح بداية المبتدی : ۱/۲۷، حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح : ص/۲۲، المكتبة الأشرفية ، نور الإيضاح :ص/۱٦ ، المكتبة العصرية بيروت)

(۳) ما فی " الهداية " : فإن انتفخ الحيوان فيها أو تفسخ نُزح جميع ما فيها صغُر الحيوان أو كبُر لإنتشار البلة فی أجزاء الماء .... وعن محمد رحمه الله تعالى نزح مائتا دلو إلى ثلث مائة .

(۱/۲۸ ، مكتبة دار أرقم بيروت)

ما فی " نور الإيضاح " : تنزح البئر الصغيرة ..... وبانتفاخ حيوان ولو صغيراً ومائتا دلوٍ لو لم يكن نزحها . (ص/۱۵ ، المكتبة العصرية بيروت)

ما فی " حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح " : وتنزح بانتفاخ حيوان أی دموي غير مائي ..... ولو صغيراً . (ص/۲۱، المكتبة الأشرفية)

(۴) ما فی " بدائع الصنائع " : أما الذی ليس له دم سائل ، فالذباب والعقرب والزنبور والسرطان ونحوها ، وأنه ليس بنجس عندنا............ ولنا ما روی عن سلمان الفارسی رضی الله تعالى عنه عن رسول الله ﷺ أنه قال : موت كل حيوان ليس له نفس سائلة فی الماء لا يفسد .

(۱/۳٦۸ ، فصل أما الطهارة الحقيقة) (خیر الفتاوی:۲/۱۵۱)

سانپ کنویں میں مرجائے

مسئلہ (۸) : سانپ دوطرح کا ہوتا ہے، بحری اور بری وجنگلی، اگر بحری سانپ جس میں خون نہیں ہوتا، کنویں یا حوض میں مرجائے تو اس سے پانی ناپاک نہیں ہوگا، اوراگر برّی وجنگلی سانپ، جس میں خون ہوتا ہے، چھوٹے حوض یا کنویں میں گرکرمرجائے تو اس کے مرنے سے کنواں یا حوض ناپاک ہوجائے گا۔[۱]

آپریشن ٹریننگ کے دوران مینڈک کا خون یا پیشاب لگ جانا

مسئلہ (۹) : طبیہ کالج کے طلباء کوآپریشن ٹریننگ دینے کیلئے جس مینڈک کا استعمال ہوتا ہے، غالبًا وہ برّی یعنی خشکی کا ہوتا ہے، جس کی انگلیوں کے درمیان پردہ نہیں ہوتا، اس میں خون ہوتا ہے، اگر دورانِ آپریشن اس کا خون یا پیشاب کپڑے یا بدن پرلگ جائے، تو تین باردھولینے سے پاک ہوجائے گا۔اوراگروہ بحری مینڈک (پانی میں رہنے والا، جس میں خون نہیں ہوتا) ہے، اوراس کا پیشاب کپڑے یابدن پرلگ جائے، تو تین بار دھولینے سے پاک ہوجائے گا۔[۲]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : وضفدع إلا بريا له دم سائل ...... فيفسد فی الأصح كحية برية ، إن لها دم وإلا لا . " الدر المختار ". وفی الشامی : قوله : (كحية وبرية) أما المائية فلا تفسد مطلقاً ، قوله : (وإلا لا) أی وإن لم يكن للضفدع البرية والحية البرية دم سائل فلا يفسد .

(۱/ ۳۳۱، باب المياه) (فتاوی عثمانی:۱/ ۳۲۶، ۳۲۷، فتاوی دارالعلوم:۱/ ۱۹۹)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " الفقه علی المذاهب الأربعة " : ومنها فضلة الآدمی من بول وعذرة .... ومنها =

ٹرین میں پانی نہ ملنے پر تیمّم

مسئلہ (۱۰) : اگر ٹرین کے کسی ڈبے میں پانی ختم ہوجائے اور قریب کے ڈبے جہاں تک وہ جاسکتا ہے، وہاں بھی پانی نہیں ہے، اور نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے کوئی ایسا اسٹیشن بھی آنے والا نہیں ہے، جہاں ٹرین اتنی دیر رکے، جس میں وضو کیا جاسکے، یا پانی لیا جاسکے، تو شرعاً تیمّم کی اجازت ہوگی، خواہ ٹرین کے گذرتے ہوئے باہر پانی نظر آرہا ہو، کیوں کہ وضو کے واجب ہونے کیلئے پانی کا موجود ہونا شرط نہیں ہے، بلکہ اس کے استعمال پر قدرت شرط ہے، اسی لئے حضرات فقہاء کرام نے پانی کے موجود ہونے کے باوجود اس کے استعمال پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں تیمّم کو جائز قرار دیا ہے۔[1]

= فضلة ما لا يؤكل لحمه مما له دم يسيل ، كالحمال والبغل ، الحنفية قالوا : فضلات غير مأكول اللحم فيها تفصيل ، فإن كانت مما يطير في الهواء كالغراب فنجاستها مخففة ، وإلا فمغلظة .

(۱ / ۱ ۲ ، مبحث الأعيان النجسة وتعريف النجاسة ، دارالكتب العلمية بيروت)

ما في " حاشية نور الإيضاح " : فإن كان الضفدع برياً يفسد الماء إذا كان له دم سائل، وهو ما لا سترة له بين أصابعه . (ص/ ۲۸، رقم الحاشية : ۱۳ ، مكتبه ياسر نديم اينڈ كمپنی)

(فتاوی شاکرخان:۱/ ۱۰۰/ ۱۰۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " شرح الوقاية " : هو لمحدث وجنب وحائض ونفساء لم يقدروا على الماء ، أي على ماء يكفي لطهارته . (۱ /۸۷، ۸۸ ، كتاب الطهارة ، باب التيمم)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : العذر المبيح للتيمم .... (خوف عدوّ) آدمي أو غيره سواء خافه على نفسه أو ماله أو أمانته أو خافت فاسقاً عند الماء أو خاف المديون المفلس الحبس (وعطش) سواء خافه حالاً أو مآلاً على نفسه . (ص/ ۱۱٦ ، باب التيمم) =

رہا سوال کہ تیمّم کس سے کریں؟ تو جواباً عرض ہے کہ ٹرین کی بیرونی دیواروں پر؛ کیوں کہ غالباً وہ غبار آلود ہوتی ہیں، اگر ٹرین کی سیٹ یا اندرونی دیوار غبار آلود ہو، تو اس پر بھی تیمّم کیا جاسکتا ہے۔[1]

چمڑے، سوت یا اون کے موزوں پر مسح

مسئلہ (۱۱) : اگر کوئی شخص چمڑے کے موزے پہن لے، تو اس کیلئے ان پر مسح کرنا بلا کسی اختلاف کے جائز ودرست ہے،[2] مقیم کیلئے مدتِ مسح ایک دن ایک رات اور مسافر

= ما فی " التصحیح والترجیح علی مختصر القدوري " : ومن لم یجد الماء وهو مسافر أو کان خارج المصر بینه وبین المصر نحو المیل أو أکثر أو کان یجد الماء إلا أنه مریض یخاف إن استعمل الماء اشتد مرضه أو خاف الجنب إن اغتسل بالماء یقتله البرد أو یمرضه فإنه یتیمم بالصعید . (ص/۱۴۵، باب التیمم)

(۱) ما فی " الهدایة والبدائع " : وکذا یجوز بالغبار مع القدرة علی الصعید عند أبی حنیفة ومحمد ، لأنه تراب رقیق .

(۱/۳۴، کتاب الطهارة ، باب التیمم ، بدائع الصنائع : ۱/۳۴۰/ ۳۴۱، کتاب الطهارة)

ما فی " الشامیة " : ولو أن الحنطة أو الشيء الذي لا یجوز علیه التیمم إذا کان علیه التراب فضرب یده علیه وتیمم إن کان یستبین بمده علیه جاز وإلا فلا .

(۱/۴۰۶، باب التیمم ، تبیین الحقائق : ۱/۱۲۳ ، الفتاوی التاتارخانیة : ۱/۱۴۴)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " الحدیث النبوی " : عن المغیرة بن شعبة أن رسول الله ﷺ مسح علی الخفین ، فقلت : یا رسول الله ! نسیت؟ قال : بل أنت نسیت ، بهذا أمرنی ربی عزّ وجلّ .

(السنن لأبی داود: ص/۲۱، باب المسح علی الخفین ، مکتبة بلال دیوبند)=

کیلئے تین دن تین راتیں ہیں، (۱) اور اگر موزے سوت یا اون کے ہیں، تو ان پر مسح کے جائز ہونے کیلئے چار شرطیں ہیں:

(۱) وہ ایسے دبیز، موٹے اور مضبوط ہوں کہ ان کے نیچے کی کھال نظر نہ آئے۔

(۲) ان کو پہن کر تین میل یا اس سے زیادہ چلنا ممکن ہو۔

(۳) وہ بغیر باندھے پنڈلی پر قائم رہ سکیں۔

(۴) ان میں پانی جذب ہوکر پاؤں تک نہ پہنچے۔ (۲)

= ما فی " الحديث النبوی " : عن المغيرة بن شعبة قال : رأيت النبی ﷺ يمسح على الخفين على ظاهرهما . (السنن للترمذی : ۱/ ۲۹، باب فی المسح على الخفين ظاهرهما)

ما فی " زجاجة المصابيح " : عن ابن عباسؓ قال : أشهد أن النبی ﷺ مسح على الخفين ، رواه البزار . (۱/ ۱۴۲، المسح على الخفين ، بحواله فتاوی رحيميه)

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : عن خزيمة بن ثابت عن النبی ﷺ قال : المسح على الخفين لمسافر ثلاثة أيام وللمقيم يوم وليلة .

(السنن لأبی داود : ص/ ۲۱، باب التوقيت فی المسح ، السنن للترمذی : ۱/ ۲۷)

ما فی " الدر المختار مع الشامية ": فلو تخففت المحدث ، ثم خاض الماء فابتل قدماه ، ثم تمم وضوءه ، ثم أحدث جاز أن يمسح يوماً وليلةً لمقيم ، وثلاثة أيام ولياليها لمسافر . " الدر المختار ".

(۱/ ۴۵۶، باب المسح على الخفين ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۲۳، الباب الخامس فی المسح على الخفين ، البحر الرائق : ۱/ ۲۹۸، مكتبة رشيدية)

(۲) ما فی " فتاوى قاضی خان " : وإن كان رقيقين غير منعلين لا يجوز المسح عليهما ...... والثخينين أن يقوم على الساق من غير شد ولا يسقط ولا ينشف ...... معنى قوله : لا ينشفان ، أی لا يجاوز الماء إلى القدم . (۱/ ۲۵، فصل فی المسح على الخفين ، مكتبه حقانيه پاكستان)=

آج کل جو نائلون کے موزے استعمال ہوتے ہیں وہ بالکل رقیق اور پتلے ہوتے ہیں، اوران میں مذکورہ چار شرطیں نہیں پائی جاتی ہیں، اس لئے ان پر مسح کرنا جائز نہیں ہے۔[۱]

= ما فی " الدر المختار مع الشامية " : أو جوربيه ، ولو من غزل أو شعر (الثخينين) بحيث يمشي فرسخاً ، ويثبت على الساق بنفسه ، ولا يرى ما تحته ، ولا يشف إلا أن ينفذ إلى الخف قدر الغرض . " الدر المختار ". قال الشامی رحمه الله تعالى : قوله : (ولو من غزل أو شعر) ...... وقال : وخرج عنه ما كان من كرباس ..... وهو الثوب من القطن الأبيض ، ويلحق بالكرباس كل ما كان .... من نوع الخيط ، كالكتان ، والإبريسم ونحوهما .... وأقول: الظاهر أنه إذا وجدت فيه الشرط يجوز، وأنهم أخرجوه لعدم تأتی الشروط فيه غالباً .

(۱/ ۴۵۱، ۴۵۲، باب المسح على الخفين ، حلبی كبير :ص/ ۱۲۱، المسح على الخفين)

ما فی " شرح النقاية " : وأجمعوا على أنه لو كان منعلاً أو مبطناً يجوز المسح عليه ، ولو كان من الكرباس لا يجوز المسح عليه ، وإن كان من الشعر فالصحيح إن كان صلباً ، مستمسكاً يمشی معه فرسخاً أو فراسخ يجوز .

(۱/ ۲۹، فصل فی المسح على الخفين والجبيرة وغيرهما ، بحواله فتاوی رحيميه)

ما فی " الفتاوى التاتارخانية " : أما المسح على الجوارب فلا يخلو : إما أن يكون الجورب رقيقاً ...... وأما إن كان ثخيناً منعلاً ..... ففی هذا الوجه يجوز المسح بلا خلاف .

(۱/ ۲۶۷، المسح على الخفين ، بحواله محموديه)

(۱) (فتاوی رحیمیہ :۴/ ۶۱، کراچی، فتاوی محمودیہ :۵/ ۱۹۵-۱۹۷، کراچی، فتاوی حقانیہ :۲/ ۶۱۵، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، کفایت المفتی :۲/ ۳۲۱، مکتبۃ دارالإشاعت کراچی، علم الفقہ :۱/ ۹۶)

باب الوضوء

(وضو کا بیان)

واش بیسن اور ٹب میں وضو کرتے وقت دعا پڑھنا

مسئلہ (۱۲) : آج کل بہت سے لوگ اپنے مکان، دکان، ہوٹل اور مسافرخانہ وغیرہ میں بیت الخلاء کے ایک حصہ میں واش بیشن اور باتھ یعنی غسل کرنے کا ٹب بنواتے ہیں، تو اس طرح کے بنے واش بیشن یا باتھ یعنی ٹب میں وضو کرتے وقت دعاء وضو زبان سے نہ پڑھیں، بلکہ دل میں پڑھ لیں، تاکہ اسمِ باری تعالیٰ کی بے ادبی و بے حرمتی لازم نہ آئے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن أنس : كان النبی ﷺ إذا دخل الخلاء وضع خاتمه .

(عون المعبود شرح السنن لأبی داود: ص/۲۲، رقم الحدیث : ۱۹، باب الخاتم یکون فیه ذکر الله تعالى یدخل به الخلاء ، مکتبة بیت الأفکار الدولیة عمان)

ما فی " نور الإیضاح " : ویدخل الخلاء برجله الیسریٰ ، ویستعیذ بالله من الشیطن الرجیم قبل دخوله . وفی حاشیته : قوله : (قبل دخوله) أطلقه وهو مقید بما إذا كان المكان معداً لذلک ، وإن كان غیر معد له كالصحراء فیستعیذ عند أوان الشروع كتشمیر الثیاب مثلاً ، قبل كشف العورة ، وإن نسي ذلک أتی به فی نفسه لا بلسانه .

(ص/۳۲، مکتبه یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند ، مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوی :ص/۵۱، مکتبة شیخ الهند بدیوبند)

بوقتِ وضو مصنوعی پتلیوں کو نکالنا

مسئلہ (۱۳) : وضو میں آنکھوں کے اندرونی حصہ کا دھونا فرض نہیں ہے، لہذا وضو کے وقت مصنوعی پتلیاں نکالنے کی حاجت نہیں ہے، اس کے بغیر بھی وضو شرعاً درست ہے۔ (۱)

کان میں دانہ یا پھنسی وغیرہ کا ٹوٹ جانا

مسئلہ (۱٤) : اگر کسی شخص کا کان درد کرتا ہو اور اس سے پانی نکلا کرتا ہے، یا کسی کے کان کے اندر دانہ یا پھنسی ہے، اور وہ ٹوٹ جاوے، تو جب خون، پیپ سوراخ کے اندر اس جگہ تک رہے جہاں غسل میں پانی پہنچانا فرض نہیں ہے، تو وضو نہیں ٹوٹے گا، اور جب ایسی جگہ پر پہنچ جاوے جہاں غسل میں پانی پہنچانا فرض ہے تو وضو ٹوٹ جائیگا، کیوں کہ یہ پانی نجس ہے، اور کچھ درد و تکلیف نہ ہو اور ایسے ہی پانی نکلے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار " : لا غسل باطن العينين . (۱/۱۹۰)

ما فی " الشامية " : لا غسل باطن العينين لأنه شحم يضره الماء الحار والبارد ، ولهذا لو اكتحل بكحل نجس لا يجب غسله ، كذا فی مختارات النوازل لصاحب الهداية . (۱/۲۷)

ما فی " البحر الرائق " : لا تغسل العين بالماء ولا بأس بغسل الوجه مغمضاً عينيه . (۱/۲۷)

ما فی " بدائع الصنائع " : وإدخال الماء فی داخل العينين ليس بواجب لأن داخل العينين ليس بوجه لأنه لا يواجه إليه ولأن فيه حرجاً . (۱/۶۷)

ما فی " الفتاوی الهندية " : وإيصال الماء إلى داخل العينين ليس بواجب ولا سنة ..... حتى يصل الماء إلى الاسقار وجوانب العينين كذا فی الظهيرية . (۱/۴)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فی " الفتاوی الهندية " : وإذا خرج من أذنه قيح أو صديد ينظر إن خرج بدون الوجع لاينتقض وضوؤه ، وإن خرج مع الوجع ينتقض وضوؤه ، لأنه إذا خرج مع الوجع فالظاهر أنه =

آنکھ کے اندر دانہ یا پھنسی کا ٹوٹ جانا

مسئلہ (۱۵) : اگر کسی کی آنکھ کے اندر کوئی دانہ یا پھنسی وغیرہ تھی، اور وہ ٹوٹ گئی، یا خود اس نے توڑ دیا، اور اس کا پانی بہہ کر آنکھ میں پھیل گیا، لیکن آنکھ سے باہر نہیں نکلا، تو اس کا وضو نہیں ٹوٹا، اور اگر وہ پانی آنکھ سے باہر نکل پڑا تو وضو ٹوٹ جائیگا۔(۱)

= خرج من الجرح، هكذا حكى فتوى شمس الأئمة الحلواني رحمه الله تعالى، كذا في المحيط، وهكذا في الذخيرة والتبيين والسراج الوهاج . (۱/ ۱۰- ۱۱، نواقض الوضوء)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : لا ينقض لو خرج من أذنه ونحوها كعينه ويديه قيح ، ونحوه كصديد وماء سرة وعين ، لا بوجع ، وإن خرج به أي بوجع نقض ، لأنه دليل الجرح .

(۱/ ۲۷۹، نواقض الوضوء) (فتاوی رحیمیہ:۴/ ۲۵، بہشتی زیور مکمل:۱/ ۵۱،۵۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : لا ينقض لو خرج من أذنه ونحوها كعينه ويديه قيح ، ونحوه كصديد وماء سرة وعين ، لا بوجع ، وإن خرج به أي بوجع نقض، لأنه دليل الجرح .

(۱/ ۲۷۹، نوقض الوضوء)

ما في " الفتاوى الهندية " : الدم والقيح والصديد وماء الجرح والنفطة والسرة والثدى والعين والأذن لعلة ، سواء على الأصح ، كذا في الزاهدى . (۱/ ۱۰)

ما في " الفتاوى الهندية " : إذا كان في عينه قرحة ووصل الدم منها إلى جانب آخر من عينه لا ينقض الوضوء ، لأنه لم يصل إلىٰ موضع يجب غسله ، كذا في الكفاية . (۱/ ۱۱)

ما في " الفتاوى الهندية " : خرج دم من القرحة بالعصر ولو لاه ما خرج نقض في المختار ، كذا في الوجيز للكردرى ، وهو الأشبه ، كذا في القنية ، وهو الأوجه ، كذا في شرح المنية للحلبي .

(۱/ ۱۱)

ما في " الفتاوى الهندية " : ومنها ما يخرج من غير السبيلين ويسيل إلى ما يظهر من الدم والقيح والصديد والماء لعلة . (۱/ ۱۰) (بہشتی زیور:۱/ ۵۲، علم الفقہ :۱/ ۷۲)

آنکھوں سے پانی کا نکلنا

مسئلہ (۱۶) : اگر کسی کی آنکھوں سے، تیز روشنی، دھوپ کی تپش، سرمہ لگانے، نماز میں کھانسی روکنے، نزلہ یا رونے کی وجہ سے پانی بہے، تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے، کیوں کہ یہ پاک ہے، (۱) اور اگر کسی شخص کی آنکھ دکھنے میں پانی نکلتا ہے، تو بعض نے اسے نجس قرار دے کر ناقضِ وضو کہا ہے، (۲) لیکن حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے اس کو خلاف تحقیق قرار دیا ہے، (۳) نیز علامہ شامیؒ نے بھی ابن ہمامؒ کی یہ تحقیق نقل کی کہ ایسی صورت میں وضو کا حکم استحباباً ہے، وجوباً نہیں، (۴) اور قواعد شرعیہ کے مطابق یہی راجح ہے۔ (۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : لا ينقض (لو خرج من أذنه) ونحوها كعينيه وثديه (قيح) ونحوه كصديد وماء سرة وعين لا بوجع . (۱/ ۲۷۹)

(۲) ما فی " الدر المختار مع الشامی " : وإن خرج (به) أی بوجع (نقض) لأنه دليل الجرح ، فدمع من بعينيه رمد أو عمش ناقض .

(۱/ ۲۷۹، كتاب الطهارة ، مطلب : نواقض الوضوء ، مطلب فی ندب مراعاة الخلاف إذا لم يرتكب مكروه مذهبه) (فتاوی رحیمیہ :۴/ ۲۶،۲۵، صحیح بہشتی زیور مکمل:۱/ ۵۲)

(۳) (فتاوی رشیدیہ:ص/ ۲۸۳، طہارت کے مسائل، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۲/ ۳۸)

(۴) ما فی " الشامية " : قوله : (ناقض) قال فی المنية : وعن محمد رحمه الله تعالى : إذا كان فی عينيه رمد وتسيل الدموع منها آمره بالوضوء لوقت كل صلاة ، لأنی أخاف أن يكون ما يسيل منها صديداً ، فيكون صاحب العذر . (۱/ ۲۸۰، مطلب فی نواقض الوضوء)

ما فی " الشامية " : قال فی الفتح : وهذا التعليل يقتضی أنه أمر استحباب ، فإن الشك والاحتمال لا يوجب الحكم بالنقض ، بان اليقين لا يزول بالشك .

(۱/ ۲۸۰، نواقض الوضوء) (مسائل وضو:ص/ ۹۷، مفتی رفعت علی قاسمی)=

پھوڑا یا پھنسی سے خون یا پیپ کا نکلنا

مسئلہ (۱۷): اگر کسی شخص کو پھوڑا پھنسی نکل آئے، اور اس سے خون پیپ نکلتا ہی رہتا ہے جس کی بناء پر اس نے اس پر روئی رکھ کر پٹی باندھ دی، اور اب خون اندر ہی اندر نکلتا رہے، پٹی کی وجہ سے باہر نہ نکلے، تو اگر اتنا خون نکلے کہ اسے روکا نہ جاتا تو وہ زخم کے مقام سے آگے بڑھ جاتا، تو اس صورت میں وضوٹوٹ جائیگا۔[۱]

= ما في " الفتاوى الهندية " : ولو كان في عينيه رمد أو عمش يسيل منهما الدموع ، قالوا : يؤمر بالوضوء لوقت كل صلاة ، لإحتمال أن يكون صديداً أو قبيحاً ، كذا في التبيين .

(۱/۱۱ ، نواقض الوضوء)

(۵) (فتاوی دار العلوم:۱/۱۳۴، جدید فقہی مسائل:۱/۹۴/۹۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الشامية " : قوله : (ولو شدّ) قال في البدائع : ولو ألقى على الجرح الرماد أو التراب فتشرب فيه أو ربط عليه رباطاً ، فابتل الرباط ونفذ ، قالوا : يكون حدثاً لأنه سائل ، وكذا لو كان الرباط ذا طاقتين فنفذ إلى أحدهما لما قلنا . (۱/۲۶۸ ، كتاب الطهارة ، مطلب نواقض الوضوء)

ما في " حلبي كبير " : وإن مسح الدم عن رأس الجرح بقطنة أو غيرها ، ثم خرج أيضاً فمسح ثم وثم أو ألقى التراب أو وضع القطن ونحوه عليه فخرج وسرى فيه ، ينظر فيه إن كان بحال لو تركه ولم يمسحه ولم يضع عليه شيئاً لسال نقض وإلا فلا . (ص/۱۳۲ ، نواقض الوضوء)

گھنی داڑھی، مونچھ اور بھنوؤں کی کھال کا وضو میں دھونا

مسئلہ (۱۸) : اگر کسی شخص کی بھنویں، داڑھی یا مونچھ اس قدر گھنی ہیں کہ اس کے نیچے کی کھال نظر نہ آئے، تو وضو میں اس پوشیدہ وچھپی کھال کا دھونا فرض نہیں ہے، اور اگر بھنویں، داڑھی یا مونچھ اس قدر گھنی نہیں ہے اور اس کے او نیچے کی کھال نظر آتی ہے، تو دھونا فرض ہے۔ (۱)

سونا، چاندی یا سیمنٹ سے پر کیے ہوئے دانتوں میں پانی پہنچانا

مسئلہ (۱۹) : دانتوں کے اندر خرابی کی وجہ سے سوراخ ہوجاتے ہیں، اور اس میں غذا کے ذرات داخل ہوکر تکلیف اور درد کا موجب بن جاتے ہیں، اس سے بچنے کیلئے ڈاکٹر بطور علاج سونا، چاندی، سیسہ یا سیمنٹ وغیرہ سے ان سوراخوں کو پُر کردیتے ہیں، تاکہ غذا کے ذرات داخل نہ ہوں، اور وہ بدن کا جزء بن جاتے ہیں، لہذا وضو اور غسل میں اس پر

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : لا غسل باطن العينين والأنف والفم وأصول شعر الحاجبين واللحية والشارب . " الدر المختار ". وفی الشامی : قوله : (وأصول شعر الحاجبين) يحمل هذا على ما إذا كانا كثيفين أما إذا بدت البشرة فيجب ، كما يأتی له قريباً عن البرهان ، وكذا يقال فی اللحية والشارب .

(۱/۲۱۱، أركان الوضوء ، وكذا فی الفتاوی الهندية : ۱/۴، الفصل الأول فی فرائض الوضوء ، الفتاوی التاتارخانية : ۱/۳۹، ۴۰، الفصل الأول فی الوضوء)

ما فی " الاختيار لتعليل المختار " : وسقط غسل باطن العينين لما فيه من المشقة وخوف الضرر بهما . (۱/۱۲، كتاب الطهارة) (فتاوی محمودیہ:۵/۴۲)

پانی پہنچانا کافی ہوگا،اس کے نیچے پانی پہنچانا ضروری نہیں ہے۔[۱]

نیز حدیث اور فقہ میں سونے چاندی کے تاروں سے شکستہ دانتوں کو باندھنے اور سونے چاندی کی ناک بنوانے کی اجازت منقول ہے،[۲] ظاہر ہے کہ اس کے اندرونی حصہ میں پانی نہیں پہنچتا۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : ولا يشد سنه المتحرک بذهب بل بفضة ، وجوّزهما محمد . " الدر المختار ". وفی الشامی : قوله : (وجوّزهما محمد) أي جوّز الذهب والفضة ، أی جوّز الشد بهما ، وأما أبو يوسف فقيل معه ، وقيل مع الإمام . (۹/ ۵۲۰/ ۵۲۱)

ما فی " الشامية " : قوله : (ويتخذ أنفاً منه) لأن الفضة تنتنه . " در مختار ". قوله : (لأن الفضة تنتنه) الأولیٰ تنتن بلا خمير .... وأصل ذلک ما روى الطحاوى بإسناده إلى عرفجة بن سعد أنه أصيب أنفه يوم الكلاب فى الجاهلية فاتخذ أنفاً من ورق فأنتن عليه ، فأمره النبی ﷺ أن يتخذ أنفاً من ذهب ، ففعل .... وفی التاتارخانية : وعلى هذا الاختلاف إذا جدع أنفه أو أذنه أو سقط منه ، فأراد أن يتخذ سناً آخر ، فعند الإمام يتخذ ذلک من الفضة فقط وعن محمد من الذهب أيضاً . (۹/ ۵۲۱، كتاب الحظر والإباحة ، فصل فی اللبس)

ما فی "مالابد منہ فارسی": بستن دندان شکستہ بہ تار نقرہ جائز است، نہ با تار زر، ونزد صاحبین بہ تار زر ہم جائز است۔ (ص/۱۱۰)

(۲) ما فی " الدر المختار " : ولايمنع ما على ظفر صباغ ولا طعام بين أسنانه أو فی سنه المجوف ، به يفتى . الدر المختار . (۱/ ۲۸۹، مطلب فی أبحاث الغسل) (فتاوی رحیمیہ: ۴/ ۱۸/ ۱۹)

باب الأذان

(اذان کا بیان)

اذان دیتے وقت دونوں انگلیاں کانوں میں رکھنا

مسئلہ (۲۰): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اذان دیتے وقت کانوں میں انگلیاں رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ اس سے اذان کی آواز میں تیزی اور بلندی پیدا ہوتی ہے[۱]، جب کہ ہمارے زمانے میں لاؤڈ اسپیکر پر اذان دینے سے یہ حکمت باقی نہ رہی، لہذا اذان دیتے وقت دونوں کانوں میں انگلیاں ڈالنے کی ضرورت نہیں، ان کا یہ خیال سراسر غلط ہے، کیوں کہ بوقت اذان کانوں میں انگلیاں ڈالنے کا عمل تواتر سے ثابت ہے، وہ آج بھی مستحب باقی رہے گا۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوی " : عن سعد بن عمار بن سعد قال : إن رسول الله ﷺ أمر بلالاً أن يجعل أصبعيه في أذنيه وقال : إنه أرفع لصوتک .

(السنن لإبن ماجة : ص/ ۵۲، أبواب الأذان ، باب السنة في الأذان)

ما في " مراقي الفلاح ": (أن يجعل اصبعيه في أذنيه) لقوله ﷺ لبلال : " اجعل اصبعيک في أذنيک فإنه أرفع لصوتک " . (ص/۷۷، كتاب الصلاة ، باب الأذان)

ما في " الشامية " : قال الشامي تحت قوله : (ويجعل اصبعيه في صماخ أذنيه) لقوله لبلال : " اجعل اصبعيک في أذنيک فإنه أرفع لصوتک " . (۲/ ۴۹/ ۵۰، كتاب الصلوٰة ، باب الأذان)

ما في " البحر الرائق " : وإنما كان ذلک أبلغ في الاعلام لأن الصوت يبدأ من مخارج النفس ، فإذا سد أذنيه اجتمع النفس في الفم فخرج الصوت عالياً من غير ضرورة .

(۱/ ۴۵۳، كتاب الصلاة ، باب الأذان ، بيروت)

(۲) ما في " الحديث النبوی " : عن عون بن أبي جحيفة عن أبيه قال : رأيت بلالاً يؤذن ويدور =

تثویب

مسئلہ (۲۱): اذان کے بعد اعلان کرنا کہ ''جماعت کا وقت ہو چکا یا جماعت کھڑی ہو چکی'' درست ہے، کیوں کہ متاخرین فقہاء نے اذان کے بعد علی الاطلاق تثویب کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، نیز تثویب کیلئے کوئی مخصوص لفظ نہیں ہے، بلکہ ہر علاقہ میں اس لفظ سے تثویب کی جا سکتی ہے، جو ان کے نزدیک متعارف ہے۔[1]

= يتبع فاه هاهنا وهاهنا ، واصبعاه في أذنيه ، قال أبو عيسى : حديث أبي جحيفة حديث حسن صحيح ، وعليه العمل عند أهل العلم يستحبون أن يدخل المؤذن اصبعيه في أذنيه في الأذان .

(الجامع للترمذي : ۱/ ۴۹، أبواب الصلوٰة ، ما جاء في إدخال الأصبع في الأذان عند الأذان)

(فتاویٰ حقانیہ:۳/۵۹)

الحجة على ما قلنا :

ما في " مراقي الفلاح " : ويثوب بعد الأذان في جميع الأوقات لظهور التواني في الأمور الدينية في الأصح ، وتثويب كل بلد بحسب ما تعارفه أهلها .قوله : (في جميع الأوقات) استحسنه المتأخرون . (ص/ ۱۹۸)

ما في " كتاب المبسوط " :والتثويب في كل بلدة ما يتعارفونه ..... ولا تثويب إلا في صلوٰة الفجر (ولكن يقال في هذه العبارة) أما المتأخرون فاستحسنوا التثويب في جيمع الصلوات ، لأن الناس قد ازدادهم الغفلة ، وقلما يقومون عند سماع الأذان فيستحسن التثويب للمبالغة في الإعلام ، ومثل هذا يختلف باختلاف أحوال الناس . (۱/ ۲۷۴)

ما في " البحر الرائق " : وأطلق في التثويب فأفاد أنه ليس لفظ يخصه بل تثويب كل بلد على ما تعارفوه (إلى قوله) وأفاد أنه لا يحصى صلوٰة ، بل هو في سائر الصلوات ، وهو اختيار المتأخرين لزيادة غفلة الناس . (۱/ ۴۵۳، باب الأذان) (فتاویٰ محمودیہ:۵/۵۰۳)

اذان کے وقت استنجاء

مسئلہ (۲۲) : بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جب اذان ہورہی ہوتو استنجاء کیلئے جانا صحیح نہیں ہے،(۱) جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ ضرورت زیادہ ہوتو فوراً اپنی ضرورت کو پوری کرلے، اذان کے ختم ہونے کا انتظار نہ کرے، اوراگر سخت ضرورت نہیں ہے تو بہتر یہ ہے کہ بعداذان ضرورت پوری کرے، کیوں کہ زبان سے اذان کا جواب دینا صحیح قول کے مطابق مستحب ہے واجب نہیں ہے۔(۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " البحر الرائق " : ولا یقرأ السامع ولا یسلم ولا یرد السلام ولا یشتغل بشيء سوی الإجابة ، ولو کان السامع یقرأ یقطع القراء ۃ ویجیب .

(۱/۴۵۰/۴۵۱، کتاب الصلوٰۃ ، باب الأذان)

ما فی " مراقی الفلاح " : (وإذا سمع المؤذن منه) أی الأذان وهو ما لا لحن منه ولا تلحین (أمسک) حتی عن التلاوة لیجیب المؤذن ولو فی المسجد وهو الأفضل .

(ص/۷۹، کتاب الصلاة ، باب الأذان)

(۲) ما فی " بذل المجهود " : وذهب الجمهور إلی عدم الوجوب ، قال الحافظ : واستدلوا بحدیث أخرجه مسلم وغیره ، ان النبی ﷺ سمع مؤذنا فلما کبر ، قال : علی الفطرة ، فلما تشهد قال : خرج من النار ، قالوا : فلما قال النبی ﷺ غیر ما قال المؤذن ؟ علمنا أن الأمر بذلک علی الاستحباب . (۳/۳۳۰، کتاب الصلاة ، باب ما یقول إذا سمع المؤذن)

ما فی " شرح معانی الآثار " : قال الطحاوی : قالوا : ذلک علی الاستحباب لا علی الوجوب ، وکان من الحجة لهم فی ذلک ما حدثنا عن عبد الله قال : کنا مع النبی صلی الله علیه وسم فی بعض أسفاره فسمع منادیاً وهو یقول : الله اکبر الله أکبر ، فقال رسول الله ﷺ : علی الفطرة ، فقال : أشهد أن لا إله إلا الله فقال : خرج من النار ، فهذا رسول الله ﷺ قد سمع المنادی ینادی =

....

....

....

....

= فقال غير ما قال : فدل ذلک أن قوله : إذا سمعتم المنادى فقولوا مثل الذى يقول ، ان ذلک ليس على الإيجاب وانه على الاستحباب والندبة إلى الخير واصابة الفضل كما علم الناس من الدعاء الذى أمرهم أن يقولوه فى دبر الصلوٰة وما أشبه ذلک .

(۱/۱۰۱ ، كتاب الصلوٰة ، باب ما يستحب للرجل أن يقوله إذا سمع الأذان)

ما فى " حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح " : اختلف فى الإجابة فقيل واجبة ...... وقيل مندوبة ، وبه قال مالک والشافعى وأحمد وجمهور الفقهاء ، واختاره العينى فى شرح البخارى ، وقال الشهاب فى شرح الشفاء : هو الصحيح ، لأنه سمع مؤذناً كبر ، فقال : على الفطرة فسمعه تشهد فقال : خرجت من النار...... وأنها مستحبة حتى قالوا ان فعل نال الثواب وإلا فلا إثم ولا كراهة . (ص/۲۰۲ ، كتاب الصلاة ، باب الأذان)

ما فى " عمدة القارى " : وقال مالک والشافعى وأحمد وجمهور الفقهاء : الأمر فى هذا الباب على الاستحباب دون الوجوب ، وهو اختيار الطحاوى أيضاً ، وقال النووى : مستحب إجابة المؤذن بالقول .

(۵/۱۷۲ ، كتاب الأذان ، باب ما يقول إذا سمع المنادى ، الدر المختار مع الشامية : ۲/۶۰ ، كتاب الصلاة ، باب الأذان ، البحر الرائق : ۱/۴۵۰ ، باب الأذان) (فتاوىٰ دار العلوم:۲/۱۳۰)

کتاب الصلاۃ

(نماز کا بیان)

استقبالِ قبلہ

مسئلہ (۲۳): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ نماز میں استقبالِ قبلہ شرط ہے، [۱]تو جس طرح دیگر شرائط میں سے کسی شرط کے فقدان سے نماز درست نہیں ہوتی ہے، اسی طرح قبلہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں تحری کرکے نماز پڑھ لی جائے، پھر خطا ظاہر ہو تو نماز درست نہیں ہونی چاہیے، جب کہ ان کا یہ خیال غلط ہے، کیوں کہ استقبالِ قبلہ کی شرطیت صرف نماز کی تکمیل اور نماز میں ملت کی شیرازہ بندی کیلئے ہے، نماز کا اصل فائدہ اس کے بغیر بھی حاصل ہوجاتا ہے، [۲]جب کہ دیگر شرائط، طہارت وغیرہ اس لئے شرط ہیں کہ ان کے بغیر نماز کی حقیقت ہی وجود میں نہیں آتی، اس لئے اگر کسی شخص کو قبلہ معلوم نہ ہو اور وہ تحری کرکے نماز پڑھ لے گرچہ بعد میں خطا ظاہر ہوجائے، تب بھی اس کی نماز درست ہوجائے گی۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی '' بدائع الصنائع '' : أما شرائط أركان الصلوٰة ...... منها استقبال القبلة لقوله تعالى : ﴿فول وجهک شطر المسجد الحرام، وحيث ما كنتم فولوا وجوهكم شطره﴾ وقول النبی ﷺ : '' لا يقبل الله صلوٰة امرئٍ حتى يضع الطهور مواضعه ، ويستقبل القبلة ويقول : الله اكبر '' . وعليه إجماع الأمة . (۱/۵۴۶/۵۴۷، كتاب الصلوٰة)

(۲) ما فی '' حجة الله البالغة '' : ولما كان استقبال القبلة شرطاً ، إنما أريد به تكميل الصلاة ، وليس شرطاً لا يتأتى أصل فائدة الصلوٰة إلا به . (۱/۴۳۹، القبلة ، دار المعرفة بيروت)

(۳) ما فی '' الحديث النبوی '' : عن عبد الله بن عامر بن ربيعة عن أبيه قال : كنا مع النبی ﷺ فی سفر فی ليلة مظلمة فلم ندر أين القبلة ؟ فصلى كل رجل منا على جباله ، فلما أصبحنا ذكرنا =

صحتِ نماز کے لئے زبان سے الفاظِ نیت

مسئلہ (۲۴) : نماز کے صحیح ہونے کیلئے زبان سے الفاظ نیت کا کہنا حضرت نبی اکرم ﷺ سے منقول نہیں ہے، درحقیقت نیت نام ہے ارادۂ قلبی کا، چونکہ بہت سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں، جن پر خیالات اور وساوس کا ہجوم رہتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اپنے ارادۂ قلبی کو مستحکم و مستحضر نہیں کر سکتے، اس لئے ان کے حق میں الفاظ کا ادا کر دینا کافی قرار دیا گیا ہے، لہذا اگر کوئی شخص زبان سے الفاظ نہ کہے، صرف دل میں ارادہ کر لے، تو بھی اس کی نماز بلاشبہ درست ہوگی۔[1]

= ذلک للنبی ﷺ فنزل : ﴿فأينما تولوا فثم وجه الله﴾ قال أبوعيسى : قالوا : إذا صلى فى الغيم لغير القبلة ، ثم استبان له بعد ما صلى أنه صلى لغير القبلة ، فإن صلوته جائزة . (السنن للترمذي : ۱/۲۵۷، أبواب الصلوٰة ، ما جاء فى الرجل يصلى لغير القبلة فى الغيم ، بيروت، رقم الحديث : ۳۴۵)

ما فى " شرح الوقاية " : فإن جهلها وعدم من يسأله تحرى ولم يعد إن أخطأ .

(۱/۱۳۷ ، كتاب الصلوٰة ، باب شروط الصلوٰة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فى " الفتاوى الهندية " : النية إرادة الدخول فى الصلوٰة والشرط أن يعلم قبله أى صلوٰة يصلى ، وأدناها ما لو سئل لامكنه أن يجيب على البديهية وإن لم يقدر عليه ، إلا بتأمل لم تجز صلوته ، ولا عبرة الذكر باللسان فإن فعله لتجتمع عزيمة قلبه فهو حسن ، كذا فى الكافى ، ومن عجز عن إحضار القلب يكفيه اللسان كذا فى الزاهدى . (۱/۶۵)

ما فى " الدر المختار " : النية هى الإرادة لا مطلق العلم والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للإرادة فلا عبرة باللسان إن خالف القلب لأنه كلام لا نية ، وهو أى عمل القلب أن يعلم عند الإرادة بداهة بلا تأمل أى صلوٰة يصلى . (۲/۸۳ ، كتاب الصلوٰة ، بحث النية)=

باب الوتر

(وتر کا بیان)

مسبوق کا وتر میں دعاء قنوت پڑھنا

مسئلہ (۲۵) : بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ رمضان المبارک کے مہینے میں اگر کوئی شخص وتر کی تیسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا، اور امام کے ساتھ دعاء قنوت بھی پڑھ لی، یا اس نے امام کو تیسری رکعت کے رکوع میں پالیا، اور دعاء قنوت نہیں پڑھی تو ایسے مسبوق شخص کو دوبارہ دعاء قنوت پڑھنا ضروری ہے، ان کا یہ خیال غلط ہے، کیوں کہ اس سلسلہ میں صحیح بات یہ ہے کہ ایسے مسبوق شخص کیلئے جس نے امام کو تیسری رکعت میں پایا اور دعاء قنوت پڑھ لی، یا تیسری رکعت کے رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہوا، اور دعاء قنوت نہیں پڑھی، دونوں صورتوں میں دعاء قنوت کو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ پہلی صورت میں حقیقۃً اور دوسری صورت میں حکماً اس نے دعاء قنوت پڑھ لی ہے۔ [۱]

= ما فی " حلبی کبیر " : ولو نوی بالقلب ولم يتكلم باللسان جاز بلا خلاف بين الأئمة ، لأن النية عمل القلب لا عمل اللسان ، والمستحب في النية أن ينوي بالقلب ويتكلم باللسان بأن يقول : أصلي صلوٰة كذا ، وذلک لإجتماع عزيمته يعني أن الإنسان قد يغلب عليه تفرق الخاطر ، فإذا ذكر بلسانه كان عوناً على تجمعه هذا هو المختار . (ص / ۲۵۴ ، الهداية : ۱ / ۹۶) (فتاوی محمودیہ: ۱۰/۳۴۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : أما المسبوق فيقنت مع إمامه فقط ويصير مدركاً بإدراک الركوع الثالثة . الدر المختار . قال العلامة ابن عابدين تحت قوله : (فيقنت مع إمامه) لأنه أخر صلوته وما يقضيه أولها حكماً في حق القراء ة وما أشبهها وهو القنوت ، وإذا وقع في موضعه بيقين لا يكرر ، لأن تكراره غير مشروع .

(ص / ۴۲۱ ، باب الوتر ، البحر الرائق : ۲ / ۷۲ ، باب الوتر والنوافل) (فتاوی حقانیہ: ۳/۳۴۱)

تہجد گذار کے لیے رمضان میں وتر کا حکم

مسئلہ (۲٦) : رمضان المبارک میں تہجد گذار شخص کیلئے بھی وتر کو جماعت کے ساتھ پڑھنا، تنہا تہجد کے وقت پڑھنے سے افضل ہے،(۱) کیوں کہ آپ ﷺ نے حضرات صحابہ کو تراویح کے ساتھ وتر کی نماز باجماعت پڑھائی تھی، پھر تراویح کے فرض ہوجانے کے اندیشہ سے اسے ترک فرمایا تھا،(۲) نیز یہی عمل حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اُبی بن کعبؓ کا رہا،(۳) اور اس وقت سے آج تک تمام اسلاف کا معمول بھی یہی ہے کہ تراویح اور وتر رمضان المبارک میں باجماعت ادا کرتے ہیں۔

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " نور الإیضاح " : وصلوته مع الجماعة فی رمضان أفضل من أدائه منفرداً آخر اللیل ، فی إختیار قاضی خان قال : هو الصحیح . (ص/۹۵، کتاب الصلوٰة ، باب الوتر)

(۲) ما فی " مراقی الفلاح " : وفی ا لفتح والبرهان : ما یفید أن قول قاضیخان أرجح ، لأنه ﷺ أوتر بهم فیه ، ثم بین عذر الترک ، وهو خشیة أن یکتب علینا قیام رمضان ، وکذا الخلفاء الراشدون صلوه بالجماعة .

(ص/۳۸٦، کتاب الصلاة ، باب الوتر وأحکامه ، مکتبة شیخ الهند دیوبند)

وفیه أیضاً : ثم بین العذر في الترک وهو خشیته ﷺ افتراضها علینا .

(ص/۴۱۲، کتاب الصلاة ، فصل في صلاة التراویح ، مکتبة شیخ الهند دیوبند)

(۳) ما فی " الفتاوی الهندیة " : وقد کان عمر یؤمهم فی الفریضة والوتر وکان أبي یؤمهم فی التراویح ،کذا فی السراج الوهاج . (۱/۱۱٦ ، فصل فی التراویح) (فتاوی رحیمیہ:۵/۲۳۳)

باب سجدة السهو

(سجدۂ سہو کا بیان)

اخیر کی ایک یا دو رکعتوں میں سورت ملانا

مسئله (۲۷) : بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ چار یا تین رکعت والی فرض نماز کی اخیری رکعتوں میں سورت ملانے سے، رکوع میں تاخیر ہونے کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے، جب کہ یہ خیال درست نہیں ہے، کیوں کہ صحیح بات یہ ہے کہ اخیر کی دو یا ایک رکعت میں سورت ملانے سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا ہے، یہی ظاہر روایت ہے، کیوں کہ اخیر کی رکعتوں میں بلا کسی تعیین کے قرأت مشروع ہے، نیز اخیر کی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پر اکتفاء کرنا مسنون ہے، اور سورت ملانا خلافِ سنت ہے، اور سجدۂ سہو ترکِ واجب سے لازم ہوتا ہے۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وضم أقصر سورة في الأوليين من الفرض وهل يكره في الأخريين ؟ المختار لا . الدر المختار . قال العلامة ابن عابدين الشامي تحت قوله : (المختار لا) أي لا يكره تحريماً بل تنزيهاً ، لأنه خلاف السنة ، قال في المنية وشرحها : فإن ضم السورة إلى الفاتحة ساهياً يجب عليه سجدتا السهو في قول أبي يوسف لتأخير الركوع عن محله ، وفي أظهر الروايات لا يجب ، لأن القراء ة فيهما مشروعة من غير تقدير ، والإقتصار على الفاتحة مسنون لا واجب ، وفي البحر عن فخر الإسلام أن السورة مشروعة في الأخريين نفلاً ، وفي الذخيرة : أنه المختار ، وفي المحيط : وهو الأصح ، والظاهر أن المراد بقوله نفلاً الجواز ، والمشروعية بمعنى عدم الحرمة فلا ينافي كونه خلاف الأولىٰ كما أفاده في الحلية .

(۲/۱۵۰ ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلوٰة ، مطلب واجبات الصلوٰة)=

قعدۂ اخیرہ میں تشہد کو مکرر پڑھنا

مسئلہ (۲۸) : اگر کسی شخص نے قعدۂ اخیرہ میں تشہد کو مکرر پڑھا تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا، کیوں کہ قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف اور دعاء ماثور ہے، اور دعائیں بھی متعدد ہوارد ہوئی ہیں، اس لئے طویل دعاؤں اور تکرار تشہد سے ایسی تاخیر نہیں ہوتی جس سے سجدۂ سہو لازم آئے، البتہ قعدۂ اولیٰ میں تکرارِ تشہد سے تیسری رکعت کے قیام میں تاخیر ہوتی ہے، اس لئے اس میں تکرار تشہد سے سجدۂ سہو لازم ہوگا۔(۱)

= ما فی " الفقه الحنفی فی ثوبه الجدید " : لو ضم سورة فی الرکعتین الأخریین من الفریضة یکره تنزیهاً لمخالفته السنة . (۱/ ۲۱۰، کتاب الصلوٰة ، واجبات الصلوٰة)

ما فی " البحر الرائق " : ولو ضم السورة إلی الفاتحة فی الأخریین لا سهو علیه فی الأصح .
(۲/ ۱۶۷، کتاب الصلوٰة ، باب سجود السهو) (فتاوی دار العلوم:۴/ ۳۷۵)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " البحر الرائق " : لو تکرر التشهد فی القعدة الأخیرة فلا سهو علیه .
(۲/ ۱۷۲، کتاب الصلوٰة ، باب سجود السهو)

ما فی " حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح " : لو قرأ فی القعود ...... إن کان فی الأخیر فلا سهو علیه لعدم ترک واجب ، لأنه موسع له فی الدعاء والثناء بعده فیه ، ولو قرأ التشهد مرتین فی القعدة الأخیرة لا سهو علیه . (ص/ ۴۶۱، کتاب الصلوٰة ، باب سجود السهو)

ما فی " حلبی کبیر" : لو قرأ التشهد مرتین فی القعدة الأخیرة أو تشهد قائماً أو راکعاً أو ساجداً لا سهو علیه ، کذا فی المختار علی ما ذکره الإسبیجابی .
(ص/ ۴۶۰، کتاب الصلوٰة ، فصل فی سجود السهو)

ما فی " البحر الرائق " : لو کرر التشهد فی القعدة الأولیٰ فعلیه السهو لتأخیر القیام .
(۲/ ۱۷۲، کتاب الصلوٰة ، باب سجود السهو) (فتاوی محمودیہ:۷/ ۴۳۵)

مسبوق کا امام کے ساتھ سجدۂ سہو

مسئلہ (۲۹) : مسبوق جو اولِ صلوٰۃ یعنی نماز کے شروع میں امام کے ساتھ شریک نہیں تھا، آخر نماز میں امام کے ساتھ شریک ہوا، اور امام نے کسی واجب کے ترک پر سجدۂ سہو کیا تو مسبوق بھی امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے گا، اور امام کے سلام کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی رکعتوں کی قضاء کرے گا، اور اگر مسبوق کو اپنی فوت شدہ رکعتوں کی ادائیگی کے دوران سہو ہو جائے تو اس کو دوبارہ سجدۂ سہو کرنا لازم ہوگا، پہلا سجدۂ سہو کافی نہیں ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجديد " : والمسبوق الذي فاته أول الصلوٰة مع الإمام، وأدرك معه آخرها ، يسجد للسهو مع إمامه قبل أن يقوم لقضاء ما سبق به ، ولو سها المسبوق فيما يقضيه سجد له أيضاً ولا يجزيه عنه سجوده للسهو مع إمامه ، لأنه بعد مفارقة إمامه أصبح كالمنفرد حكماً . (۱/ ۲۸۱ ، كتاب الصلوٰة ، سجود السهو)

ما في " البحر الرائق " : المسبوق يتابع إمامه في سجود السهو ، ثم إذا قام إلى القضاء وسها فإنه يسجد ثانياً فقد تكرر سجود السهو ، وأجاب عنه في البدائع بأن التكرار في صلوٰة واحدة غير مشروع ، وهما صلاتان حكماً وإن كانت التحريمة واحدة ، لأن المسبوق فيما يقضي كالمنفرد .
(۲/ ۱۷۵ ، كتاب الصلوٰة ، باب سجود السهو)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : والمسبوق يسجد مع إمامه مطلقاً سواء كان السهو قبل الإقتداء أو بعده ، ثم يقضي ما فاته ولو سها فيه سجد ثانياً . الدر المختار . قال الشامي تحت قوله: (ولو سها فيه) أي فيما يقضيه بعد فراغ الإمام يسجد ثانياً لأنه منفرد فيه ، والمنفرد يسجد لسهوه . (۲/ ۵۴۷، كتاب الصلوٰة ، باب سجود السهو) (فتاوی دار العلوم: ۴/ ۳۹۷)

امام کے سجدۂ سہو کے بعد اس کی اقتداء

مسئلہ (۳۰) : اگر امام پر سجدۂ سہو واجب ہو اور وہ سجدۂ سہو کرکے قعدہ کی حالت میں ہو، اس درمیان کوئی مسبوق نیت باندھ کر امام کے ساتھ شریک ہو تو اس کی اقتداء درست ہوگی، اور اس پر سجدۂ سہو کی قضاء لازم نہیں ہوگی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : (والمسبوق یسجد مع إمامه مطلقاً) سواء کان السهو قبل الإقتداء أو بعده . الدر المختار . قال الشامی تحت قوله : (سواء کان السهو قبل الإقتداء أو بعده) بیان للإطلاق ، وشمل أیضاً ما إذا سجد الإمام واحدة ثم اقتدیٰ به ، قال فی البحر : فإنه یتابعه فی الأخریٰ ولا یقضی قضاء الأولیٰ کما لا یقضیهما لو اقتدیٰ به بعدما سجدهما .

(۲/۵۴۶/۵۴۷، کتاب الصلوٰة ، باب سجود السهو)

ما فی " البحر الرائق " : إذا کان مقتدیاً به وقت السهو أو لم یکن وما إذا سجد سجدة واحدة ثم اقتدی به ، فإنه یتابعه فی الأخریٰ ولا یقضی الأولیٰ کما لا یقضیهما لو اقتدی به بعدما سجدهما .

(۲/۱۷۵ ، کتاب الصلوٰة ، باب سجود السهو)

ما فی " عمدة الرعایة علی حاشیة شرح الوقایة " : قوله : (والمسبوق یسجد مع إمامه) سواء کان السهو من الإمام قبل اقتداء ہ أو بعده .

(۱/۱۸۵ ، کتاب الصلوٰة ، باب سجود السهو ، تبیین الحقائق : ۱/۴۷۸، کتاب الصلوٰة ، باب سجود السهو) (فتاویٰ محمودیہ: ۷/۴۳۷)

منفرد یا امام کا سورۂ فاتحہ کے بعد سوچتے رہنا

مسئلہ (۳۱) : بعض دفعہ منفرد (تنہا نماز پڑھنے والا) یا امام سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد کچھ دیر سوچتا ہے کہ کونسی سورت پڑھے، اس کا یہ سوچنا اگر ایک رکن کے ادا کرنے یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ پڑھنے کے بقدر رہے، اور اس دوران وہ بالکل خاموش سوچتا رہا، نہ قرأت میں مشغول ہوا اور نہ ذکر و تسبیح میں، تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا، اور اگر اس کا سوچنا ایک رکن کی ادائیگی سے کم ہو تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الشامية " : واعلم أنه إذا شغله ذلک الشک فتفكر قدر أداء ركن ولم يشتغل حالة الشک بقراءة ولا تسبيح وجب عليه سجود السهو في جميع صور الشک ، سواء عمل بالتحري أو بني على الأقل لتأخير الركن . (۲/۵۶۲، كتاب الصلوٰة ، باب سجود السهو)

ما في " البحر الرائق " : وإن طال تفكره فعليه السهو استحساناً لتأخير الأركان عن أوقاتها فتمكن النقصان فيها ...... وفي الذخيرة : هذا إذا كان التفكر يمنعه عن التسبيح .

(۲/۱۷۳ ، كتاب الصلوٰة ، باب سجود السهو)

ما في " الفتاوى الهندية " : يجب سجود السهو في جميع صور الشک سواء عمل بالتحري أو بنى على الأقل .... وإن طال تفكره حتى شغله عن ركعة أو سجدة فعليه سجود السهو استحساناً . هكذا في المحيط .

(۱/۱۳۱ ، ومما يتصل بذلک مسائل الشک والإختلاف الواقع بين الإمام والمأموم)

ما في " البحر الرائق " : وإن لم يطل فلا سهو عليه ، سواء كان تفكره بسبب شک في هذه الصلوٰة أو في غيرها ، لأن الفكر القليل لا يمكن الإحتراز عنه فكان عفواً دفعاً للحرج .

(۲/۱۷۳ ، كتاب الصلوٰة ، باب سجود السهو)

ما في " الفتاوى الهندية " : فإن لم يكن تفكره شغل عن أداء ركن بأن يصلي ويتفكر فليس عليه سجود السهو . (۱/۱۳۱ ، ومما يتصل بذلک مسائل الشک) (فتاویٰ رحیمیہ : ۵/۱۸۸)

باب صلوة المسافر

(مسافر کی نماز کا بیان)

سفر سے واپسی پر نماز کا وقت باقی ہو تو کتنی رکعات پڑھے؟

مسئلہ (۳۲): بعض لوگ سفر سے اپنے وطن پہنچتے ہیں اور وطن میں نماز باجماعت ہوچکی ہوتی ہے، جب کہ نماز کا وقت باقی رہتا ہے، اور ان لوگوں کے ذمہ وقتیہ نماز باقی رہتی ہے، تو وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کو دو رکعت ہی پڑھنی ہے، جب کہ ان کا یہ خیال غلط ہے، کیوں کہ دو یا چار رکعت کے وجوب میں آخری وقت کا اعتبار ہوتا ہے، اور آخری وقت یہ لوگ مقیم ہیں، لہٰذا انہیں نماز پوری پڑھنی ہوگی۔ [1]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " البحر الرائق " : (والمعتبر فيه آخر الوقت) أي المعتبر في وجوب الأربع أو الركعتين عند عدم الأداء فی الوقت الجزء الأخير من الوقت وهو قدر ما يسع التحريمة ، فإن كان فيه مقيماً وجب عليه أربع وإلا كان مسافراً فركعتان لأنه المعتبر فی السببية عند عدم الأداء فی أول الوقت إن أدى آخره . (۲/۲۴۲، كتاب الصلاة ، باب المسافر)

ما فی " الدر المختار مع الشامية " : والمعتبر فی آخره مسافراً وجب ركعتان وإلا فأربع لأنه المعتبر فی السببية عند عدم الأداء قبله . الدر المختار . قال الشامی تحت قوله : (وإلا فأربع) أی وإن لم يكن فی آخره مسافراً بأن كان مقيماً فی آخره فالواجب أربع ، قال فی النحر : وعلى هذا قالوا : لو صلى الظهر أربعاً ثم سافر أی فی الوقت فصلى العصر ركعتين ثم رجع إلى منزله لحاجة فتبين أنه صلاهما بلا وضوء صلى الظهر ركعتين والعصر أربعاً ، لأنه كان مسافراً فی آخر وقت الظهر ومقيماً فی العصر .

(۲/۶۱۳، كتاب الصلوٰة ، باب صلوٰة المسافر ، قبيل مطلب فی الوطن الأصلی الخ ، بيروت)=

مسافر شخص کا مقیم امام کی اقتداء میں اتمام

مسئلہ (۳۳) : اگر مسافر شخص مقیم امام کے ساتھ چار رکعت والی وقتیہ نماز کی تیسری رکعت میں شریک ہوا، تو امام کے ساتھ سلام نہیں پھیرے گا، بلکہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد مزید دو رکعت اور پڑھ کر اتمام کرے گا، کیوں کہ جس طرح مسافر پر اقامت کی نیت سے اتمام لازم ہوتا ہے، اسی طرح مقیم کی وقتیہ نماز میں اقتداء کرنے سے بھی اتمام لازم ہوجاتا ہے۔[1]

= ما فی " حاشیة الطحطاوي علی مراقی الفلاح " : (والمعتبر فیه) أی لزوم الأربع بالحضر والرکعتین بالسفر (آخر الوقت) فإن کان فی آخره مسافراً صلی رکعتین وإن کان مقیماً صلی أربعاً لأنه المعتبر فی السببیة عند عدم الأداء فیما قبله من الوقت فتلزمه الصلوٰة لو صار أهلاً لها فی آخر الوقت ، قال الطحطاوی تحت قوله : (آخر الوقت) أی بقدر ما یسع إیقا ع التحریمة فیه .

(ص/۴۲۸، کتاب الصلوٰة ، باب صلوٰة المسافر، بدائع الصنائع : ۱/۲۶۲، کتاب الصلوٰة)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " حلبی کبیر" : اعلم أن صلوٰة المسافر کما تتغیر من الرکعتین إلی الأربع ما دام فی الوقت بنیة الإقامة کذلک تتغیر بالإقتداء بالمقیم إن تم الإقتداء ، إذا عرفت هذا فنقول : إذا اقتدی المسافر بالمقیم فی الوقت صح ولزمه الإتمام .(ص/۵۴۲، کتاب الصلوٰة ، باب صلوٰة المسافر)

ما فی " الفقه الحنفی فی ثوبه الجدید " : ویصح إقتداء المسافر بالمقیم فی الوقت ، ویتم لتغیر فرضه بالتبعیة سواء بقی الوقت أو خرج قبل إتمامها . (۱/۳۱۴، کتاب الصلوٰة ، باب صلوٰة المسافر)

ما فی " الفتاوی الهندیة " : إن اقتدیٰ مسافر بمقیم أتم أربعاً . (۱/۱۳۳ ، باب صلوٰة المسافر)

ما فی " البحر الرائق " : ولو اقتدیٰ المسافر بالمقیم فی الوقت ولو قدر التحریمة علی الأصح صح إقتداءہ ویتم ما شرع فیه أربعاً بالتبعیة . (۲/۲۴۲ ، کتاب الصلوٰة ، باب صلوٰة المسافر ، الدر المختار مع الشامیة : ۲/۲۱۲ ، باب صلوٰة المسافر) (فتاویٰ دارالعلوم:۴/۴۵۵)

مکروهات الصلاة ومفسداتها

(مکروہات ومفسدات نماز)

امام کا محراب میں کھڑا ہونا

مسئلہ (٣٤) : بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں اگر امام محراب میں کھڑا ہوکر نماز پڑھائے تو نماز درست نہیں ہوتی، جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ نماز درست ہوجاتی ہے، البتہ امام کا محراب میں کھڑا ہوکر نماز پڑھانا مکروہ ہے، لیکن جگہ کی تنگی اور ضرورت کی حالت میں محراب میں کھڑے ہوکر نماز پڑھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔(١)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : وکره (قیام الإمام فی المحراب لا سجوده) وقدماه خارجه ، لأن العبرة للقدم مطلقاً وإن لم یشتبه حال الإمام إن عال بالتشبه وإن بالاشتباه ولا اشتباه فلا اشتباه فی نفی الکراهة . الدر المختار. قال الشامی : حاصله أنه صرح محمد فی " الجامع الصغیر" بالکراهة ولم یفصل فاختلف المشائخ فی سببها ، فقیل کونه یصیراً ممتازاً عنهم فی المکان ، لأن المحراب فی معنی بیت آخر ، وذلک صنیع أهل الکتاب ، واقتصر علیه فی الهدایة ، واختاره الإمام السرخسی وقال : إنه الأوجه ، وقیل اشتباه حاله علی من فی یمینه ویساره ، فعلی الأول یکره مطلقاً ، وعلی الثانی لا یکره عند عدم الإشتباه .

(٢/٣٥٧، کتاب الصلوٰة ، مطلب إذا تردد الحکم الخ)

ما فی " الفتاوی الهندیة " : ویکره قیام الإمام وحده فی الطاق وهو المحراب .

(١/١٠٨ ، کتاب الصلوٰة ، الفصل الثانی فیما یکره فی الصلوٰة)

ما فی " تبیین الحقائق " : (وقیام الإمام لا سجوده فی الطاق) أي یکره قیام الإمام فی الطاق وهو المحراب . (١/٤١٣، کتاب الصلوٰة ، باب ما یفسد الصلوٰة وما یکره فیها)=

صف میں جگہ ہونے کے باوجود پیچھے کھڑا ہونا

مسئلہ (۳۵) : بسا اوقات بڑی مسجد میں یہ صورت پیش آجاتی ہے کہ اگلی صف میں دائیں بائیں جگہ خالی ہوتی ہے، بعد میں آنے والا شخص چاہتا بھی ہے کہ دائیں بائیں خالی جگہ پہنچ کر امام کی اقتداء کرلے، لیکن امام رکوع میں ہوتا ہے، اور ڈر لگا رہتا ہے کہ اگر میں نے صف میں پہنچنے کی کوشش کی تو امام رکوع سے سر اٹھالے گا، اور میری رکعت چھوٹ جائے گی، اس لئے وہ پچھلی صف میں ہی کھڑے ہوکر امام کی اقتداء کرلیتا ہے، رکعت پانے کیلئے یہ عمل مکروہ نہیں ہے، بلکہ افضل ہے،(۱) لیکن جان بوجھ کر اقامت کہی جانے تک ادھر ادھر کی باتیں کرتے کھڑے رہنا، اور پھر امام کے رکوع میں جانے کے بعد رکعت پانے کیلئے جس صف میں چاہے کھڑے ہوجانا، شرعاً درست نہیں ہے۔(۲)

= ما فی " الشامی " : حکی الحلواني عن أبی اللیث : لا یکر قیام الإمام فی الطاق عند الضرورۃ بأن ضاق المسجد علی القوم . (۲/۲۵۹، کتاب الصلوٰۃ ، مطلب إذا تردد الحکم الخ)

ما فی " الفتاوی الهندیة " : وإذا ضاق المسجد بمن خلف الإمام فلا بأس بأن یقوم فی الطاق .
(۱/۱۰۸ ، کتاب الصلوٰۃ ، الفصل الثانی فیما یکره فی الصلوٰۃ وما لا یکره ، تبیین الحقائق : ۱/۴۱۳ ، کتاب الصلوٰۃ) (فتاوی محمودیہ:۶/۵۰۶)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الشامیة " : قال العلامة ابن عابدین : إذا أدرک الإمام راکعاً فشروعه لتحصیل الرکعة فی الصف الأخیر أفضل من وصل الصف .
(۲/۲۶۸، کتاب الصلوٰۃ ، ملطب فی الکلام علی الصف الأول)

(۲) ما فی " الحدیث النبوی " : قال رسول الله ﷺ : " وسطوا الإمام وسدوا الخلل " .
(السنن لأبی داود: ص/۹۹ ، الأشباه والنظائر لإبن نجیم :ص/۱۳۹ ، الفن الثانی ، کتاب الصلاة، دار الکتب العلمیة بیروت) (فتاوی محمودیہ:۲۱/۴۳۷،۴۳۸)

گوبر سے لیپی ہوئی زمین پر نماز پڑھنا

مسئلہ (۳۶): دیہات میں عام طور پر غریب وخستہ حال لوگ رہتے ہیں، مکان کا فرش کچا ہوتا ہے، ٹائلس (فرش) لگانے کی استطاعت نہیں ہوتی، اس لیے بہت سے لوگ مٹی کے گارے میں گوبر ملا کر، یا عینِ گوبر سے اپنے گھروں کو لیپتے ہیں، تو اس طرح گوبر سے لیپی ہوئی خشک جگہ پر پاک کپڑا اچھا کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج ومضائقہ نہیں ہے، بلکہ جائز ہے، نماز صحیح ہوجائیگی۔ (۱)

بوقتِ نماز شلوار یا پینٹ کو موڑنا

مسئلہ (۳۷): بعض لوگ شلوار یا پینٹ ٹخنوں کے نیچے رکھتے ہیں، اور جب انہیں نماز پڑھنی ہوتی ہے، تو ان کو اوپر موڑ لیتے ہیں، جب کہ دیگر بعض اسی حالت میں بغیر موڑے ادا کرتے ہیں، جو لوگ موڑ کر پڑھتے ہیں ان کی نماز بلا کراہت درست ہوگی، اور جو

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الشامية " : وكذا الثوب إذا فرش على النجاسة اليابسة ، فإن كان رقيقاً يشف ما تحته أو توجد منه رائحة النجاسة على تقدير أن لها رائحة لا تجوز الصلاة عليه ، وإن كان غليظاً بحيث لا يكون كذلك جازت .

(۲/۳۸۷، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، مطلب في التشبه بأهل الكتاب)

ما في " مراقي الفلاح " : ولا ينجس ثوب رطب بنشره على أرض نجسة ببول أو سرقين ، لكنها يابسة ، فشدت الأرض من الثوب الرطب ، ولم يظهر أثرها فيه .

(ص/۶۴ ۱ ، باب الأنجاس) (فتاوی محمودیہ: ۵/۲۸۶، فتاوی رحیمیہ: ۴/۵۱)

بغیر موڑے پڑھتے ہیں ان کی نماز کراہت کے ساتھ ادا ہوگی،(۱) لیکن عام حالات میں بھی مردوں کیلئے پائجامہ یا شلوار کو ٹخنوں کے نیچے تک رکھنا منع ہے،(۲) اس لئے اس کا گناہ دونوں پر آئیگا۔

الحجة على ما قلنا :

(ا) ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبی هریرة رضی الله تعالی عنه قال : بینما رجل یصلی مسبلاً إزاره إذ قال له رسول الله ﷺ : " إذهب فتوضأ " . فذهب فتوضأ ، ثم جاء ثم قال : " إذهب فتوضأ " . فذهب فتوضأ ثم جاء فقال له رجل : یا رسول الله ﷺ ! ما لک أن یتوضأ ؟ قال إنه کان یصلی وهو مسبل إزاره وإن الله جل ذکره لا یقبل صلوٰة رجل مسبل إزاره .

(السنن لأبی داود :ص/۹۳، کتاب الصلوٰة ، باب الاسبال فی الصلوٰة)

(۲) ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبی هریرة رضی الله تعالی عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " ما أسفل من الکعبین من الإزار فی النار " . (ص/۳۷۳، کتاب اللباس ، الفصل الأول)

ما فی " مرقاة المفاتیح " : ولا یجوز الإسبال تحت الکعبین إن کان للخیلاء وقد نص الشافعی علی أن التحریم مخصوص بالخیلاء لدلالة ظواهر الأحادیث علیها ، فإن کان للخیلاء فهو ممنوع منع تحریم وإلا فمنع تنزیه . (۱۹۸/۸ ، کتاب اللباس)

ما فی " شرح النووی علی الصحیح لمسلم " : لایجوز إسباله تحت الکعبین إن کان للخیلاء فإن کان لغیرها فهو مکروه ..... فما نزل عن الکعبین فهو ممنوع فإن کان للخیلاء فهو ممنوع منع تحریم وإلا فمنع تنزیه . (۱۹۴/۲ ، کتاب اللباس، باب تحریم جر الثوب خیلاء)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۹/ ۲۷۱، فتاویٰ رحیمیہ: ۵/ ۱۴۵، احسن الفتاویٰ: ۳/ ۴۰۴)

جوتے پہن کر نماز پڑھنا

مسئلہ (۳۸) : جوتے پہن کر نماز پڑھنا حضرت نبی کریم ﷺ اور صحابۂ کرام سے بھی منقول ہے،(۱) اب ہماری مساجد کی وہ حالت نہیں جو اس زمانے میں تھی، اب فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ جوتا پہن کر مسجد میں جانا مکروہ ہے،(۲) البتہ اگر کوئی شخص اپنے گھر میں پاک جوتوں کے ساتھ نماز پڑھے، تو اس میں کوئی حرج نہیں، بلکہ اتباع سنت کی نیت ہو تو اس پر ثواب بھی ملے گا۔(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبی سعید الخدری رضی الله تعالی عنه قال : بینما رسول الله ﷺ یصلی بأصحابه إذ خلع نعلیه فوضعها عن یساره ، فلما رأی القوم ذلک ألقوا نعالهم .

(السنن لأبی داود: ص/۹۵)

(۲) ما فی " الفتاوی الهندیة " : ودخول المسجد متنعلاً مکروہ .

(۵/ ۳۲۱، کتاب الکراهیة ، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة الخ)

ما فی " الشامیة " : وأما المسجد النبوی فقد کان مفروشاً بالحصا فی زمنه بخلافه فی زماننا ، ولعل ذلک یحمل ما فی عمدة المفتی من " أن دخول المسجد متنعلاً من سوء الأدب".

(۲/ ۴۲۹، کتاب الصلوٰة ، مطلب فی أحکام المسجد)

(۳) ما فی " الحدیث النبوی " : عن عرباض بن ساریة یقول : قام فینا رسول الله ﷺ ذات یوم فوعظنا موعظة بلیغة .... : " علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین" .

(ص/۵، باب اتباع الخلفاء الراشدین المهدیین ، مکتبه دار السلام سهارنفور) (فتاوی محمودیہ:۲۲/۳۲۳)

نماز میں جیب سے رومال نکالنا

مسئلہ (۳۹) : نماز پڑھنے کی حالت میں جیب سے رومال نکال کر، ناک پوچھنا اگر عمل کثیر کی حد تک پہنچ جائے، تو نماز فاسد ہوجائیگی [۱]، ورنہ مکروہ ہے۔ [۲]

نماز میں موبائل فون وائب ریٹ پر رکھنا

مسئلہ (٤٠) : بعض لوگ نماز سے پہلے موبائل کو سوئچ آف نہ کرتے ہوئے صرف موبائل کی گھنٹی بند کرکے وائب ریٹ (Vibrate) پر رکھ کر نماز پڑھتے ہیں، ان کا ایسا کرنا مکروہ ہے، کیوں کہ جب کسی کا فون آئیگا تو وائب ریٹ شروع ہوگا، اور دل اس کی طرف مشغول ہوگا، اور نماز کے علاوہ کسی ایسی چیز میں مشغول ہونا جس سے خشوع وخضوع میں خلل واقع ہو مکروہ ہے۔ [۳]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : (ویفسدها کل عملٍ کثیرٍ) لیس من أعمالها .

(۲/۳۳۲، کتاب الصلوٰة ، مطلب فی التشبه بأهل الکتاب)

ما فی " شرح الوقایة " : یفسدها ..... کل عملٍ کثیرٍ . (ص/۱٦۵ ، مفسدات الصلاة)

(۲) ما فی " نور الإیضاح " : یکره للمصلی .... العمل القلیل .

(ص/۹۰ ، کتاب الصلوٰة) (فتاوی محمودیہ:۲۲/۲۰۸)

الحجة علی ما قلنا :

(۳) ما فی " الحدیث النبوی " : عن أنس : یَبلُغُ به عن النبیَّ ﷺ قال : " إذا حضر العَشَاءُ وأقِیمتِ الصَّلاةُ فابدَءُوا بالعَشَاء " . قال أبو عیسیٰ : والذی ذهب إلیه بعض أهل العلم من أصحاب النبی ﷺ وغیرهم أشبهُ بالاتباع، وإنما أرادوا أن لا یقوم الرجل إلی الصلاة وقلبُه مشغول بسبب شيءٍ .

(السنن للترمذی : ۱/۲٦۳ ، أبواب الصلاة ، ما جاء إذا حضر العشاء وأقیمت الصلاة فابدءوا بالعشاء ، الرقم : ۳۵۳ ، بیروت)=

رکوع وسجدہ پر قدرت کے باوجود کرسی پر نماز

مسئلہ (۴۱) : بعض لوگ قیام پر قدرت نہیں رکھتے ہیں، لیکن زمین پر بیٹھ کر رکوع وسجدہ پر قادر ہوتے ہیں، پھر بھی کرسی پر بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھنے کو جائز سمجھتے ہیں، جب کہ ان کا یہ خیال غلط ہے، کیوں کہ زمین پر بیٹھ کر رکوع وسجدہ پر قادر ہوتے ہوئے کرسی پر بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھنا شرعاً درست نہیں ہے۔ (۱)

= ما في " مراقي الفلاح " : ويكره التنفل كالفرض حال (مدافعة) أحد (الأخبثين) البول والغائط وكذا الريح (و) وقت (حضور طعام تتوقه نفسه و) عند حضور كل (ما يشغل البال) عن استحضار عظمة الله تعالى . (ص/۵۷، قبيل باب الأذان)

ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : وصرح علماء نا بكراهة الدعاء والاستغفار حال قراءة القرآن ، وكذا كل ما يشغله عن الاستماع فلا يرد سلاماً ولا يشمت عاطساً لما فيه من الاخلال بفرض الاستماع .

(ص/۲۲۸، كتاب الصلوٰة ، باب شروط الصلوٰة وأركانها ، مكتبة شيخ الهند ديوبند)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الشامية " : بل يظهر لي أنه لو كان قادراً على وضع شيء على الأرض مما يصح السجود عليه أنه يلزمه ذلك ، لأنه قادر على الركوع والسجود حقيقة ولا يصح الإيماء بهما مع القدرة عليهما . (۲/۴۹۷، باب صلوٰة المريض)

ما في " بدائع الصنائع " : وإن كان قادراً على القعود بركوع وسجود فصلى بالإيماء لا يجزيه بالإتفاق . (۱/۲۹۱، الصلوٰة على الدابة والسفينة)

رکوع اور سجدہ پر قادر نہ ہونے کی بناء پر اشارے سے نماز

مسئلہ (٤٢) : اگر کوئی مصلی رکوع اور سجدہ پر قادر نہیں ہے، اور قیام پر قدرت رکھتا ہے تو اس مصلی کیلئے بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھنا افضل ہے، اور کھڑے ہوکر اشارے سے نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔[1]

فرض نماز کے اعادہ کے ساتھ سنتوں کا اعادہ

مسئلہ (٤٣) : اگر کسی شخص نے ظہر، مغرب، یا عشاء کی نماز کو باجماعت ادا کرلیا، اور فرض نماز کے بعد والی سنتیں بھی پڑھ لی، پھر معلوم ہوا کہ پڑھی ہوئی فرض نماز فاسد ہوگئی، تو فرض نماز کے اعادہ کے ساتھ سنتوں کا اعادہ بھی لازم ہوگا، بشرطیکہ نماز کا وقت باقی ہو،

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وإن تعذر إلا القيام أومأ قاعداً . الدر المختار .

قال الشامي : قال في البحر : لم أر ما إذا تعذر الركوع دون السجود غير واقع ، لأنه متى عجز عن الركوع عجز عن السجود . (٢/٤٩٥ ، باب صلوٰة المريض)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : فإن كان يقدر على القيام ولا يقدر على السجود أومى إيماء وهو قاعد ، كذا ذكره الشيخ شمس الأئمة الحلواني والسرخسي ، وذكر الشيخ المعروف بخواهرزاده والشيخ الصفار ، أنه بالخيار إن شاء صلى قائماً بإيماء وإن شاء صلى قاعداً بإيماء ، وهو الأفضل عندنا ، وفي الخانية : والمستحب أن يصلي قاعداً بإيماء .

(١/٥٨٢ ، الفصل الحادي والثلاثون في صلوٰة المريض)

ما في " البحر الرائق " : وإن تعذر الركوع والسجود لا القيام أومأ قاعداً ، لأن ركنية القيام للتوصل به إلى السجدة لما فيها من نهاية التعظيم ، وإذا كان لا يعقبه السجود لا يكون ركناً فيتخير ، والأفضل هو الإيماء قاعداً ، لأنه أشبه بالسجود . (٢/٢٠٥ ، باب صلوٰة المريض)

کیوں کہ سنتیں فرض نماز کے تابع ہوتی ہیں، [۱] البتہ وتر کو فرض کے فاسد ہونے کی وجہ سے نہیں لوٹایا جائے گا، کیوں کہ وتر مستقل نماز ہے۔ [۲]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " شرح الوقایة " : (یعید العشاء والسنة) یعنی تذکر أنه صلی العشاء بلا وضوء والسنة ، والوتر بوضوء یعید العشاء والسنة ، لأنه لم یصح أداء السنة مع أنها أدیت بالوضوء لأنها تبع للفرض. (۱۸۲/۱ ، کتاب الصلوٰة ، باب قضاء الفوائت)

ما فی " عمدة الرعایة علی شرح الوقایة " : لأنها علة لقوله : (لم یصح) یعنی لم یصح أداء السنة وإن صلی بالوضوء ، لأن السنة تبع للفرائض وتؤدی بعد أدائه فإذا لم یتأد الفرض لم یتأد السنة ، فتلزم إعادتها عند إعادة الفرض . (۱۸۲/۱ ، کتاب الصلوٰة ، باب قضاء الفوائت)

ما فی " الفتاوی الهندیة " : لو تبین أن العشاء صلاها بلا طهارة دون التراویح والوتر أعاد التراویح مع العشاء دون الوتر ، لأنها تبع للعشاء ، هذا عند أبی حنیفة .... وأما إعادة التراویح وسائر سنن العشاء فمتفق علیها إذا کان الوقت باقیة . (۱۱۵/۱ ، فصل فی التراویح)

(۲) ما فی " شرح الوقایة " : (یعید العشاء والسنة لا الوتر) ..... أما الوتر فصلوٰة مستقلة عنده فصح أداءه لأن الترتیب وإن کان فرضاً بینه وبین العشاء لکنه أدی الوتر بزعم أنه صلی العشاء بالوضوء فکأن ناسیاً أن العشاء کان فی ذمته فسقط الترتیب .

(۱۸۲/۱ ، کتاب الصلوٰة ، باب قضاء الفوائت)

ما فی " الفتاوی الهندیة " : لو تبین أن العشاء صلاها بلا طهارة دون التراویح والوتر أعاد التراویح مع العشاء دون الوتر .... فإن الوتر غیر تابع للعشاء فی الوقت عنده ..... فیصح إذا أدی قبل العشاء بالنسیان . (۱۱۵/۱ ، فصل فی التراویح)

ما فی " بدائع الصنائع " : من صلی العشاء علی غیر وضوء وهو لا یعلم ثم توضأ فأوتر ثم تذکر أعاد صلاة العشاء بالإتفاق ، ولا یعید الوتر فی قول أبی حنیفة . وعندهما یعید ، ووجه البناء علی هذا الأصل أنه لما کان واجباً عند أبی حنیفة کان أصلاً بنفسه فی حق الوقت لا تبعاً للعشاء .

(۶۰۱/۱ ، کتاب الصلاة ، صلاة الوتر ، دار الکتاب دیوبند) (فتاوی محمودیہ: ۳۴۴/۷، فتاوی حقانیہ: ۲۴۲/۳)

ظہر سے پہلے کی چار رکعت سنت ایک سلام سے ضروری ہے

مسئلہ (٤٤) : بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعت سنتِ مؤکدہ ادا کرتے ہوئے، اگر فرض نماز شروع ہو جائے تو دو رکعت پر سلام پھیر کر فرض نماز میں شریک ہونے، اور اس سے فراغت کے بعد دو رکعت پڑھ لینے سے پہلی والی چار رکعت سنت مؤکدہ ادا ہو جاتی ہے، جب کہ ان کا یہ خیال غلط ہے، کیوں کہ ظہر میں فرض سے پہلے چار رکعت ایک سلام کے ساتھ مسنون ہے، اگر کسی نے ان کو دو سلام سے ادا کیا تو سنت ادا نہیں ہوگی، (۱) بلکہ فرض کے بعد چار رکعت سنت کو ایک ہی سلام کے ساتھ ادا کرنا ہوگا، (۲) کیوں کہ فرض سے پہلے جن دو رکعت پر سلام پھیر دیا تھا وہ نفل ہو گئیں۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " شرح معانی الآثار للطحاوي " : عن أبي أيوب الأنصاري قال : أدمن رسول الله ﷺ أربع ركعات بعد زوال الشمس فقلت : يا رسول الله ! إنک تدمن هؤلاء الأربع ركعات فقال : يا أبا أيوب ! إذا زالت الشمس فتحت أبواب السماء فلن ترتج حتى يصلى الظهر، فأحب أن يصعد لي فيهن عمل صالح قبل أن ترتج فقلت : يا رسول الله ! فی کلهن قراء ة ؟ قال : نعم قلت : بينهن تسليم فاصل ؟ قال : لا إلا التشهد . (۱/۳۳۲، کتاب الصلوٰة ، باب التطوع بالليل والنهار كيف هو)

ما فی " مجمع الأنهر " : والسنة قبل فرض الظهر..... وقبل الجمعة أربع بتسليمة فلو صلى بتسليمتين لم يعد من السنة ، لأنه عليه الصلوٰة والسلام سئل عن هذه الأربع بتسليمة أو بتسليمتين ؟ فقال : بتسليمة واحدة من غير فصل بين الظهر والجمعة . (۱/۱۹۴ ، کتاب الصلوٰة)

ما فی " تبيين الحقائق " : والسنة قبل الظهر والجمعة وبعدها أربع ، لما روى عن عائشة أنها قالت : كان النبی ﷺ يصلی قبل الظهر أربعاً وبعده ركعتين . (۱/۴۲۸، کتاب الصلوٰة)

(۲) ما فی " مراقی الفلاح " : شرع فی سنة الظهر فأقيمت الجماعة سلم بعد الجلوس على رأس ركعتين ، كذا روي عن أبی يوسف والإمام ، وهو الأوجه لجمعه بين المصلحتين ، ثم قضى السنة أربعاً لتمكنه منه بعد أداء الفرض . (ص/۱۷۴ ، کتاب الصلوٰة) =

فصل في التراويح

(تراویح کے بیان میں)

تراویح کے اعادہ کی وجہ سے وتر کا اعادہ

مسئله (۴۵) : اگر کسی شخص نے رمضان المبارک میں تراویح کی ۲۰؍رکعت کی ادائیگی کے بعد وتر کی نماز ادا کرلیا، پھر معلوم ہوا کہ تراویح کی دو رکعت میں غلطی کی وجہ سے وہ واجب الاعادہ ہے، تو وتر کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے، کیوں کہ وتر کو تراویح سے پہلے پڑھنا بھی صحیح ہے، اور بعد میں پڑھنا بھی صحیح ہے۔(۱)

= ما فی " الدر المختار " : وكذا سنة الظهر وسنة الجمعة إذا أقيمت أو خطب الإمام يتمها أربعاً على القول الراجح ، لأنها صلوٰة واحدة وليس القطع للإكمال بل للإبطال .

(۲/ ۴۴۲، كتاب الصلوٰة ، باب إدراك الفريضة) (فتاوی محمودیہ: ۷/ ۱۹۸، ۱۹۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " نور الإيضاح " : ويصح تقديم الوتر على التراويح وتأخيره عنها .

(ص/ ۱۰۰ ، فصل فی التراويح)

ما فی " مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوي " : لو تبين فساد العشاء دون التراويح والوتر ، أعادوا العشاء ثم التراويح دون الوتر عند أبی حنيفة بوقوعها نافلة مطلقة بوقوعها فی غير محلها هو الصحيح . (ص/ ۴۱۳، فصل في التراويح)

ما فی " الفتاوى الهندية " : لو تبين أن العشاء صلاها بلا طهارة دون التراويح والوتر أعاد التراويح مع العشاء دون الوتر لأنها تبع للعشاء هذا عند أبی حنيفة . (۱/ ۱۱۵ ، فصل فی التراويح ، حلبی كبير : ص/ ۴۰۳، ۴۰۴، فصل فی التراويح) (فتاوی رحیمیہ: ۵/ ۲۳۳)

باب الجنازۃ

(جنازے کا بیان)

غیر مسلم نرس کا میت بچہ کو غسل اور کفن دینا

مسئلہ (٤٦) : بسا اوقات کسی بچہ کی ولادت ہسپتال میں ہوتی ہے، اور وہ وہیں مرجاتا ہے، تو ہسپتال کی غیر مسلم نرسیں اسے غسل وکفن کردیتی ہیں، اور اس کے بعد اسے گھر پر غسل نہیں دیا جاتا، اور قبرستان میں دفنا دیا جاتا ہے، شرعاً ایسا کرنا درست ہے، کیوں کہ غیر مسلم کے ہاتھوں دیا گیا غسل صحیح ہے، غسل دینے والے کا مکلفِ شرع ہونا شرط نہیں ہے، مگر چونکہ اس صورت میں دو خرابیاں پائی جاتی ہیں، اول تو یہ کہ غیر مسلم کے ہاتھوں دیا گیا غسل خلافِ سنت ہوگا، ثانی یہ کہ مسلم جنازہ کی تجہیز وتکفین مسلمانوں پر لازم ہے، اور یہ ذمہ داری ان پر باقی رہ جاتی ہے، لہذا بہتر یہ ہے کہ اس بچہ کو دوبارہ موافقِ سنت غسل دیا جائے۔ [1]

الحجة على ما قلنا :

(١) ما فی " الشامیة " : وأنه یسقط ، وإن لم یکن الغاسل مکلفاً . (٨٨/٣، باب صلوٰة الجنازة)

ما فی " عمدة القاری " : الغسل والتکفین والصلوٰة فرض علی الکفایة بالإجماع علی أن غسل المیت فرض کفایة . (٥٢/٨، الجنائز)

ما فی " حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح " : کفنه ودفنه تجهیزه فرض کفایة بالإجماع فیکفر منکرها لإنکاره الإجماع . (ص/ ٥٨٠، الجنائز) (فتاوی رحیمیہ: ٦/٧)

میت پر سوگ اور تعزیت

مسئلہ (۴۷) : شوہر کے سوا کسی دوسرے کے مرنے پر تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں ہے،(۱) اسی طرح تعزیت کی شرعی مدت تین دن ہے، البتہ جو شخص بر وقت حاضر نہ ہوسکا اور بعد میں آیا تو وہ تین دن گذر جانے کے بعد بھی تعزیت کرسکتا ہے، بار بار تعزیت کرنا مکروہ ہے، کہ اس میں ورثاء کے غم کو تازہ کرنا ہے، بعض علاقوں میں لوگ چالیس دن تک تعزیت کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں، اور چالیس دن مکمل ہونے پر ہی یہ سلسلہ بند ہوتا ہے، جسے ''میت کا بستر اٹھانا'' کی رسم سے جانا جاتا ہے، شرعاً یہ رسم غلط، بے بنیاد اور قابلِ ترک ہے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' الحديث النبوي '' : عن زينب بنت أبي سلمة قالت : دخلت على أم حبيبة زوج النبي ﷺ فقالت : سمعت رسول الله ﷺ يقول : '' لا يحل لإمرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تحد على ميتٍ فوق ثلث إلا على زوج أربعة أشهر وعشراً '' . ثم دخلت على زينب بنت جحش حين توفي أخوها فدعت بطيب فشمت به ثم قالت : ما لي بالطيب من حاجةٍ غير أني سمعت رسول الله ﷺ : '' لا يحل لإمرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تحد على ميت فوق ثلث إلا على زوج أربعة أشهر وعشراً '' .

(الصحيح للبخاري : ۱/۱۷۱ ، كتاب الجنائز ، باب احداد المرأة على غير زوجها ، الصحيح لمسلم : ۱/۴۸۶، كتاب الطلاق ، باب وجوب الاحداد في عدة الوفاة ، مشكوٰة المصابيح : ص/۲۸۸/۲۸۹، باب العدة ، الفصل الأول)

(۲) ما في '' الدر المختار مع الشامية '' : وبالجلوس لها في غير مسجد ثلاثة أيام ، وأولها =

کتاب الزکوٰۃ

(زکوۃ کا بیان)

ادائیگی سے پہلے زکوۃ کی رقم کا ضائع ہونا

مسئلہ (۴۸): کسی شخص نے اپنے مال وغیرہ کا حساب لگا کر جتنی زکوٰۃ اس پر ہوتی تھی نکال کر علیحدہ کردی، اب اس کی جیب کسی نے کاٹ لی، یا کسی طرح اس کی زکوٰۃ کی رقم ضائع ہوگئی، تو اس صورت میں اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، بلکہ اسے دوبارہ زکوٰۃ دینی ہوگی۔[۱]

= أفضل ، وتكره بعدها إلا لغائب ، وتكره التعزية ثانياً . الدر المختار. قال الشامی : وتكره بعدها لأنها تجدد الحزن ..... لا ينبغی لمن عزى مرة أن يعزى مرة أخرى .

(۳/۱۳۹/ ۱۴۰ ، باب صلاة الجنازة ، مطلب فی كراهة الضيافة من أهل الميت)

ما فی " الموسوعة الفقهية " : جمهور الفقهاء على أن مدة التعزية ثلاثة أيام ، واستدلوا لذلك بإذن الشارع فی الاحداد فی الثلاث فقط، بقوله ﷺ : " لا يحل لإمرأة تؤمن بالله " الحديث ..... وتكره بعدها ، لأن المقصود منها سكون قلب المصاب ، والغالب سكونه بعد الثلاثة ، فلا يجدد له الحزن بالتعزية ، إلا إذا كان أحدهما (المعز أو المعزیٰ) غائباً ، فلم يحضر إلا بعد الثلاثة ، فإنه يعزيه بعد الثلاثة .(۱۲/ ۲۸۸، تعزية) (فتاوی دار العلوم:۵/ ۴۱۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : ولا يخرج عن العهدة بالعزل بل بالأداء للفقراء . الدر المختار. قال الشامی تحت قوله : (ولا يخرج عن العهدة بالعزل) فلو ضاعت لا تسقط عنه الزكوٰة . (۳/۱۸۹ ، كتاب الزكوٰة)

ما فی " البحر الرائق " : قال ابن نجيم تحت قوله : (وشرط أدائها نية مقارنة للأداء ولعزل ما وجب) أشار المصنف إلى أنه لا يخرج بعزل ما وجب عن العهدة ، بل لا بد من الأداء إلى الفقير لما فی الخانية لو أفرز من النصاب خمسة ثم ضاعت لا تسقط عنه الزكوٰة . (۲/ ۳۶۹، كتاب الزكوٰة)=

فقیر قوم پر زکوۃ

مسئلہ (۴۹) : فرضیتِ زکوٰۃ کا تعلق کسی خاص قوم مسلم سے نہیں، بلکہ جو شخص بھی صاحب نصاب ہوگا اس پر قاعدہ شرعی کے موافق زکوٰۃ فرض ہوجائے گی، خواہ وہ کسی قوم سے ہو، ہمارے معاشرے میں بعض لوگ فقیر قوم سے تعلق رکھتے ہیں اور فقیری یعنی مانگنا ان کا آبائی پیشہ ہوتا ہے، وہ صاحب نصاب ہونے کے باوجود محض اس لئے زکوٰۃ نہیں دیتے کہ وہ فقیر قوم سے تعلق رکھتے ہیں، جب کہ فقیر مانگ مانگ کر اگر اتنی رقم اکٹھا کرلے کہ خود صاحب نصاب بن جائے، تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی، [1] اور اب اس کیلئے مانگنا جائز نہیں ہوگا، اگر کوئی شخص اس کی حالت کو جاننے کے باوجود اس کو زکوٰۃ وغیرہ کی رقم دیتا ہے، تو وہ بھی گناہگار ہوگا، کیوں کہ اس نے فعل ممنوع وحرام پر تعاون کیا ہے۔ [2]

= ما فی " الفقه الحنفی فی ثوبه الجدید " : ولا یخرج المکلف بالزکوٰة عن عهدة التکلیف بعزل مال الزکوٰة إلا بالأداء إلی مستحقیها ، فلو ضاعت قبل ذلک لا تسقط عنه .

(۱/ ۳۵۹، کتاب الزکاة ، أداء الزکاة) (فتاوی محمودیہ:۱۴/ ۱۵۸)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " البحر الرائق " : وشرط وجوبها العقل والبلوغ والإسلام والحریة وملک نصاب حولي فارغ عن الدین وحاجته الأصلیة نام ولو تقدیراً . (۲/ ۳۵۳، ۳۵۵، کتاب الزکوٰة)

ما فی " الدر المختار " : وشرط افتراضها عقل وبلوغ وإسلام وحریة ، وسببه أی سبب افتراضها ملک نصاب حولی . (۳/ ۱۷۳، ۱۷۴ ، کتاب الزکاة)

ما فی " الفتاوی التاتارخانیة " : الزکوٰة واجبة علی الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملک نصاباً ملکاً تاماً . (۲/ ۳، کتاب الزکوٰة ، الهدایة : ۱/ ۱۸۵ ، کتاب الزکوٰة)

(۲) ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : ولا یحل أن یسأل شیئاً من القوت من له قوت یومه بالفعل أو بالقوة کالصحیح المکتسب ویأثم معطیه إن علم بحاله لإعانته علی المحرّم .

(۳/ ۳۰۶ ، تبیین الحقائق : ۱/ ۴۶۹، کتاب الزکوٰة ، باب المصرف ، المحیط البرهانی : ۲/ ۲۱۹، کتاب الزکوٰة ، الفصل الثامن من یوضع فیه الزکوٰة) (فتاوی محمودیہ:۱۴/ ۲۵)

موبائل پر زکوۃ

مسئلہ (۵۰) : آج کل کمپنیاں طرح طرح کے قیمتی موبائل ایجاد کررہی ہیں، اگر کسی شخص کے پاس اپنے ذاتی استعمال کیلئے ایک یا چند موبائل ہوں، اور وہ اتنی قیمت کے ہیں کہ اتنی قیمت پر آدمی صاحب نصاب ہوجاتا ہے، تو بھی ان کی مالیت پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، خواہ وہ کتنے ہی قیمتی ہوں، کیوں کہ یہ اموال تجارت میں شامل نہیں ہیں، البتہ اگر کوئی شخص موبائل کی تجارت کرتا ہے اور موبائل کی مالیت بقدر نصاب ہونے کے ساتھ اس پر سال گذر جائے، تو موبائل پر اس کی مالیت کے اعتبار سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " فتح القدير" : وليس في دور السكنیٰ ....وسلاح الاستعمال زكوٰة .... وعلى هذا كتب العلم لأهلها وآلات المحترفين .

قوله : (وآلات المحترفين) يريد بها ما ينتفع بعينه ولا يبقى أثره في المعمول كالصابون والحرض وغيرها كالقدور وقوارير العطار ونحوها لكون الأجر حينئذ مقابلاً بالمنفعة فلا يعد من مال التجارة . (۱۷۳/۲، كتاب الزكوٰة)

ما في " الشامية " : قال العلامة ابن عابدين تحت قوله : (وفارغ عن حاجته الأصلية لأن المشغول بها كالمعدوم) وفسره ابن ملک المشغول بالحاجة الأصلية وهي ما يدفع الهلاک عن الإنسان كالنفقة ودور السكنى وآلات الحرب ، أو تقديراً كالدين وآلات الحرفة ، وظاهر قوله أن المراد من قوله : (فارغ عن حاجته الأصلية) ما كان نصاباً من النقدين أو أحدهما فارغاً عن الصرف إلى تلک الحوائج . (۱۶۶/۳، مطلب في زكوٰة ثمن المبيع وفاءً)

کرایہ پر چلائی جانے والی گاڑیوں پر زکوۃ

مسئلہ (۵۱) : جو گاڑیاں کرایہ پر چلتی ہیں جیسے ٹرک، ٹیکسی اور رکشہ وغیرہ، ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے،(۱) کیوں کہ اس صورت میں ان گاڑیوں کو باقی رکھتے ہوئے ان سے منفعت حاصل کرنا مقصود ہے، البتہ اگر ان سے حاصل منفعت کی مالیت بقدر نصاب ہو اور اس پر سال گذر جائے تو ڈھائی فیصد زکوٰۃ واجب ہوگی۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فتاوى قاضي خان " : ولو اشترى قدوراً من صفر يمسكها أو يؤاجرها ، لا تجب فيها الزكوٰة كما لا تجب في بيوت الغلة ، وكذا لو اشترى جوالق بعشر آلاف درهم ليؤاجر من الناس فحال عليه الحول لا زكوٰة فيها لأنه اشتراها للغلة . (۱/۱۲۰ ، فصل في التجارة)

ما في " فتح القدير " : وليس في دور السكنى ..... وسلاح الاستعمال زكوٰة وعلى هذا كتب العلم لأهلها وآلات المحترفين ، قوله : (آلات المحترفين) يريد بها ما ينتفع بعينه ولا يبقى أثره في المعمول كالصابون والحرض وغيرهما كالقدور وقوارير العطار ونحوها لكون الأجر حينئذ مقابلاً بالمنفعة فلا يعد من مال التجارة .

(۲/۱۷۳ ، كتاب الزكاة ، الشامية : ۳/۱۶۶ ، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاءً ، الفتاوى الهندية: ۱/۱۷۲ ، كتاب الزكاة ، الباب الأول ، هدايه : ۱/۱۸۶ ، البحر الرائق : ۲/۳۶۱)

(۲) ما في " الدر المختار " : (وسببه) أي سبب افتراضها (ملك نصاب حولي) .

(۳/۱۶۳ ، كتاب الزكوٰة ، البحر الرائق : ۲/۳۵۵، كتاب الزكوٰة)

مکان بنانے کے لیے جمع کردہ رقم پر زکوۃ

مسئلہ (۵۲) : کسی شخص نے مکان بنانے کیلئے کوئی رقم جمع کی اور اس جمع شدہ رقم پر سال گذر گیا، تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی، زکوٰۃ ادا کرے پھر مکان وغیرہ بنالے، جب تک یہ رقم مکان بنانے میں خرچ نہیں ہوتی، سال گذرنے پر اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی رہے گی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : (وشرطه) أی شرط افتراض أدائها حولان الحول وهو فی ملکه وثمنية المال کالدراهم والدنانير لتعينهما للتجارة بأصل الخلقة ، فتلزم الزکوٰة کيفما أمسکهما ولو للنفقة . (۱۸۶/۳ ، کتاب الزکوٰة)

ما فی " البحر الرائق " : فالخلقی : الذهب والفضة لأنها تصلح للإنتفاع بأعيانها فی دفع الحوائج الأصلية ، فلا حاجة إلی الإعداد من العبد للتجارة بالنية إذ النية للتعيين ، وهی متعينة للتجارة بأصل الخلقة ، فتجب الزکوٰة فيها نوی التجارة أو لم ينو أصلاً أو نوی النفقة .

(۲۶۶/۲، کتاب الزکوٰة)

ما فی " بدائع الصنائع " : الاعداد للتجارة فی الأثمان المطلقة من الذهب والفضة ثابت بأصل الخلقة لأنها لا تصلح للإنتفاع بأعيانها فی دفع الحوائج الأصلية فلا حاجة إلی الإعداد من العبد للتجارة بالنية ، إذ النية للتعيين وهی متعينة للتجارة بأصل الخلقة فلا حاجة إلی التعيين بالنية ، فتجب الزکوٰة فيها نوی التجارة أو لم ينو أصلاً أو نوی النفقة .

(۳۹۵/۲، کتاب الزکوٰة ، فصل فی شرائط التی ترجع إلی المال) (فتاوی محمودیہ: ۴۲/۱۴)

شادی کے لیے رکھے گئے زیورات پر زکوۃ

مسئلہ (۵۳) : بسا اوقات ماں باپ شادی سے پہلے اپنی بچی کیلئے زیورات بنا کر رکھتے ہیں، اگر وہ زیورات لڑکی کی ملک کر دیئے گئے ہیں، اور لڑکی نابالغ ہے تو اس کی زکوٰۃ نہ لڑکی پر واجب ہے اور نہ والدین پر، لڑکی پر اس لئے نہیں کہ وہ بالغہ نہیں ہے، جب کہ وجوب زکوٰۃ کیلئے بلوغت شرط ہے، اور والدین پر اس لئے نہیں کہ یہ زیورات ان کے قبضے میں تو ہیں لیکن ملکیت میں نہیں، ہاں بالغ ہونے کے بعد لڑکی پر اس کی زکوٰۃ فرض ہوگی، بشرطیکہ وہ نصاب کے برابر ہوں۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) مـا فـي " الـدر الـمـختـار مع الشامية " : وشرط إفتراضها عقل وبلوغ فلا تجب على مجنون وصبي لأنها عبادة محضة وليسا مخاطبين بها ، وسببه أي سبب افتراضها (ملك نصاب حولي) .

(۳/۱۷۳ ، ۱۷۴ ، كتاب الزكاة)

ما في " البحر الرائق " : وشرط وجوبها العقل والبلوغ والإسلام والحرية وملك نصاب حولي.

(۲/۳۵۳، ۳۵۴، كتاب الزكاة)

مـا فـي " الهـدايـة " : الزكوٰة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصاباً مُلكاً تاماً ، وحال عليه الحول .

(۱/۱۱۷ ، كتاب الـزكاة ، دار الأرقـم بيـروت ، التاتارخانية : ۳/۲، كتاب الزكاة)

(فتاوی محمودیہ:۸۲/۱۴)

آٹو رکشا یا فورو ہیلر کی قیمت پر زکوۃ

مسئلہ (۵۴): کسی شخص کے پاس ایک آٹو رکشا یا فورو ہیلر گاڑی تھی، جس کو کرایہ پر چلا کر اس کی آمدنی سے اس نے سال بھر میں مزید آٹو یا فورو ہیلر گاڑیاں کرایہ پر چلانے کیلئے خریدی، اور آخر سال میں اس کے پاس اس کمائی سے کوئی نقد رقم باقی نہ رہی، یا باقی رہی مگر بقدر نصاب نہ رہی، تو اس شخص پر ان آٹو رکشا یا فورو ہیلر گاڑیوں کی قیمت پر زکوٰۃ واجب نہیں، کیوں کہ یہ ذرائع آمدنی میں داخل ہیں، اور ذرائع آمدنی پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تنوير الأبصار وشرحه " : (شرطه) أي شرط افتراض ادائها ثمنية المال كالدراهم والدنانير لتعينها للتجارة أو السوم أو نية التجارة في العروض . (۱۸٦/۳ ، كتاب الزكاة)

ما في " الفتاوى الهندية " : فليس في دور السكنٰى .... وأثاث المنزل ودواب الركوب وعبيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكوة..... وكذا الآلات المحترفين .

(۱۷۲/۱ ، كتاب الزكاة ، الباب الأول)

ما في " فتاوى قاضيخان " : ولو اشترى قدوراً من صفر يمسكها أو يؤاجرها لا تجب فيها الزكوٰة كما لا تجب في بيوت الغلة ، وكذا لو اشترى جوالق بعشر آلاف درهم ليؤاجر من الناس فحال عليها الحول لا زكوٰة فيها ، لأنه اشتراها للغلة . (۱۲۰/۱ ، فصل في التجارة)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : إذا اشترى داراً أو عبداً فآجره خرج من أن يكون للتجارة لأنه لما آجره فقد قصد الغلة فخرج عن حكم التجارة .

(۱۸/۲ ، زكاة عروض التجارة) (فتاوی محمودیہ: ۱۳۸/۱۴)

اموال تجارت کی زکوۃ باعتبار قیمتِ خرید یا فروخت

مسئلہ (۵۵) : تاجروں پر اپنے اموال تجارت کی زکوٰۃ سال ختم ہونے پر بازاری قیمت کے اعتبار سے واجب ہے، نہ کہ اصل قیمتِ خرید کے اعتبار سے، لہذا اگر تاجر نے بنیت تجارت کوئی پلاٹ پانچ ہزار روپے میں خریدا تھا، اور آج اس کی مارکیٹ قیمت سات لاکھ روپے ہیں، تو زکوٰۃ میں مارکیٹ قیمت کا چالیسواں حصہ یعنی سترہ ہزار پانچ سو روپے دینا ہوگا۔ (۱)

باپ کے ساتھ کاروبار میں معاون لڑکوں پر زکوۃ

مسئلہ (۵٦) : کسی کاروبار میں اصل رقم والد صاحب کی ہے، اس سے تجارت شروع کی گئی، لڑکے بھی اس کاروبار میں والد کے ساتھ کام کرتے ہیں، کسی کو روپیہ کی ضرورت ہو تو اس کی ضرورت کے مطابق اسے روپیہ دیا جاتا ہے، باقی تمام آمدنی تجارت ہی

الحجة علی ما قلنا :

(ا) مـا فی " الفتاوی الهندية " : إذا كان له مائتا قفيز حنطة للتجارة تساوی مأتی درهم فتم الحول ثـم زاد السـعـر أو انتـقـص ، فإن أدی من عينها أدی خمسة أقفزة وإن أدی القيمة تعتبر قيمتها يوم الوجوب . (۱/۱۷۹ ، كتاب الزكوٰة)

مـا فـی " الـفتاوی التاتارخانية " : رجل له مائتا قفيز حنطة للتجارة حال عليها الحول وقيمتها مائتا درهم حتی وجبت عليها الزكوٰة ، فإن أدی من عينها أدی ربع عشر عينها خمسة أقفزة حنطة ، وإن أدی مـن قيـمتها ربع عشر القيمة أدی خمسة دراهم ، فإن لم يؤد حتی تغير سعر الحنطة إلی زيادة وصـارت تساوی أربع مائة ، فإن أدی من عين الحنطة أدی ربع العشر خمسة أقفزة بالإتفاق ، وإن أدی من القيمة أدی خمسة دراهم قيمتها يوم حولان الحول الذی هو يوم الوجوب عند أبی حنيفة . (۲/۲۰ ، كتاب الزكاة ، بيان زكاة عروض التجارة ، المحيط البرهاني : ۲/۳۹۳، كتاب الزكاة ، الفصل الثالث فی بيان مال الزكاة) (فتاوی محمودیہ:۱۴/۱۷۳)

میں لگادی جاتی ہے، تو اس کاروبار کا اصل مالک باپ ہی ہوگا، اور لڑکے باپ کے معاون شمار ہوں گے، (۱) اس لئے زکوٰۃ صرف باپ پر ہی واجب ہوگی، کاروبار میں شریک لڑکوں پر نہیں، اسی طرح ان لڑکوں کیلئے اپنے باپ کی اجازت کے بغیر صدقہ، عطیہ اور زکوٰۃ وغیرہ کی رسیدیں بنوانا جائز نہیں ہے، اور نہ ان کے عمل سے اس طرح باپ پر واجب زکوٰۃ ادا ہوگی۔ (۲)

نابالغ کی جمع شدہ رقم پر زکوۃ

مسئلہ (۵۷) : کسی آدمی نے اپنے نابالغ لڑکے کے نام سے بینک یا ڈاکخانہ میں روپیہ جمع کیا، اور وہ روپیہ اسی نابالغ کی ملک ہے، گرچہ وہ روپیہ نصاب یا اس سے زیادہ ہو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، کیوں کہ وجوب زکوٰۃ کیلئے بالغ ہونا ضروری ہے۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الشامية " : قال الشامي : الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيء فالكسب كله للأب إن كان الإبن في عياله لكونه معيناً له .

(۶/۳۹۲، كتاب الشركة ، مطلب اجتمعا في دار واحدة)

(۲) ما في " الفتاوى التاتارخانية " : من أدّى زكوٰة مال غيره من مال نفسه بأمر من عليه الزكوٰة جاز ، بخلاف ما إذا أدى بغير أمره ثم أجاز .

(۲/۴۸، كتاب الزكوٰة ، الفصل التاسع في المسائل المتعلقة بمعطي الزكوٰة)

ما في " الشامية " : قال الشامي : لو أدى زكوٰة غيره بغير أمره فبلغه فأجاز لم يجز ، لأنها وجدت نفاذاً على المتصدق لأنها ملكه ولم يصر نائباً عن غيره فنفذت عليه .

(۳/۱۸۸ ، كتاب الزكوٰة ، البحر الرائق : ۲/۳۶۹، كتاب الزكوٰة) (فتاویٰ محمودیہ:۱۴/۱۶۴)

الحجة على ما قلنا :

(۳) ما في " الدر المختار " : وشرط افتراضها عقل وبلوغ وإسلام وحرية .

(۳/۱۷۳ ، كتاب الزكاة ، البحر الرائق : ۲/۳۵۲، كتاب الزكاة ، الهداية : ۱/۱۸۵ ، كتاب الزكاة)

ما في " المحيط البرهاني " : ومن جملة الموانع الصبى والجنون حتى لا تجب الزكوٰة في مال الصبى والمجنون عندنا . (۲/۴۵۰، كتاب الزكاة ، الفصل العاشر ما يمنع وجوب الزكاة) (فتاویٰ محمودیہ:۱۴/۴۲)

باب المصرف

(مصارف کا بیان)

زکوۃ کا بہترین مصرف

مسئله (۵۸) : زکوٰۃ کا سب سے بہترین مصرف اپنے دیندار اقرباء ہیں، جب کہ وہ مستحق زکوٰۃ ہوں، اس کے ساتھ اگر وہ دین میں مشغول ہوں تو اس میں رشتہ داری اور تعلیم دین دونوں کی رعایت ہوسکتی ہے، فساق، فجار، جواری اور شرابی جو نہ نماز پڑھتے ہیں اور نہ روزہ رکھتے ہیں، بلکہ محض بھیک مانگتے پھرتے ہیں، ان کو دینے سے تعلیم دین میں مشغول ہونے والوں کو دینا بہرحال افضل وبہتر ہے، [۱] پھر بھی اگر کسی نے دیدیا اور یہ لوگ صاحب نصاب نہیں ہیں، تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی الهندية " : الأفضل فی الزکوٰة والفطر والنذور الصرف أولاً إلی الإخوة والأخوات ثم إلی أولادهم ثم إلی الأعمام والعمات ثم إلی أولادهم ثم إلی الأخوال والخالات . (۱/ ۱۹۰)

ما فی " مجمع الأنهر " : الأفضل إخوته ثم أولادهما ، ثم أعمامه وعماته ثم أولادهما ، ثم أخواله وخالاته ثم أولادهما ، ثم جيرانه ثم أهل سكنه ثم أهل حرفته ثم أهل مصرفه أو قريته كما فی الجوهرة وغيرها . (۱/۳۳۳، ۳۳۴، كتاب الزكوٰة ، قبيل باب صدقة الفطر ، الشامية : ۳/۳۰۴، كتاب الزكوٰة ، باب المصرف)

(۲) ما فی " تبيين الحقائق " : (مصرف الزكوٰة) والأصل فيه قوله تعالى : ﴿إنما الصدقت للفقراء والمسٰكين﴾ قال رحمه الله تعالى : (هو الفقير والمسكين) أی المصرف هو الفقير والمسكين لما تلونا . (۲/۱۱۱، ۱۱۲ ، كتاب الزكوٰة ، باب المصرف)=

کن لوگوں کو زکوۃ نہیں دی جاسکتی؟

مسئلہ (۵۹) : اصول یعنی ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ، اسی طرح فروع یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی وغیرہ، ان رشتہ داروں کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی، اسی طرح شوہر اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے شوہر کو زکوۃ نہیں دے سکتی، البتہ مالِ زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے مال سے ان کی خدمت کرنا انتہائی ثواب وسعادت کی بات ہے۔(۱)

= ما فی " الدر المختار " : مصرف الزکوٰۃ والعشر هو فقیر وهو من له أدنیٰ شيء أی دون نصاب، أو قدر نصاب غیر تام مستغرق فی الحاجة ، ومسکین من لا شيء له علی المذهب .

(۳/۲۸۳، ۲۸۴، کتاب الزکوٰۃ ، باب المصرف) (فتاوی محمودیہ: ۱۴/۱۷۷)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " مجمع الأنهر " : ولا یدفع المزکی زکاته إلی أصله وإن علا وفرعه وإن سفل أو زوجته إتفاقاً ولو معتدته بائن أو ثلاث ، وکذا لا تدفع هی إلی زوجها عنده .

(۱/۳۳۱، کتاب الزکوٰۃ ، باب فی بیان أحکام المصرف)

ما فی " تبیین الحقائق " : قال رحمه الله تعالی : (وأصله وإن علا وفرعه وإن سفل وزوجته وزوجها وعبده ومکاتبه ومدبر) أی لا یجوز الدفع إلی أصوله وهم الأبوان والأجداد والجدات من قبل الأب والأم وإن علوا ، ولا إلی فروعه وهم الأولاد وأولاد الأولاد وإن سفلوا إلی آخر ما ذکر . (۲/۱۲۲ ، کتاب الزکوٰۃ ، باب المصرف)

ما فی " الفتاوی التاتارخانیة " : ولا یعطی من الزکاة والداً وإن علا ، ولا ولداً وإن سفل من قبل الذکور والإناث ..... ولا یعطی زوجته بلا خلاف بین أصحابنا ، وکذا لا تعطی المرأة زوجهاعند أبی حنیفة . (۲/۴۰، کتاب الزکاة ، الفصل الثامن بمن توضع فیه الزکاة) (فتاوی محمودیہ: ۱۴/۱۸۳)

زکوۃ کی رقم اشتہارات پرخرچ کرنا

مسئلہ (۶۰) : آج کل بہت سے سماجی اور رفاہی ادارے زکوٰۃ، چرمہائے قربانی اور دوسرے عطیات جمع کرنے کیلئے ان ہی مدات میں سے بہت سی رقم پبلسٹی اور اشتہارات پرخرچ کرتے ہیں، ان کا یہ عمل شرعاً جائز نہیں ہے۔(۱)

حقیقی غریب بھائی، بہن اور بھتیجے وغیرہ کوزکوۃ

مسئلہ (۶۱) : اپنے حقیقی غریب بھائی، بہن، بھتیجے، بھتیجی، بھانجہ اور بھانجی کو زکوٰۃ دینا درست ہی نہیں بلکہ افضل ہے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوي " : عن ابن عباس أن رسول الله ﷺ بعث معاذاً إلى اليمن فقال : " إن الله قد فرض عليهم صدقة ، تؤخذ من أغنيائهم فترد على فقرائهم " .

(مشكوة المصابيح : ۱/۱۵۵ ، كتاب الزكوٰة ، الفصل الأول)

ما في " تبيين الحقائق " : إن الزكوٰة يجب فيها تمليك المال ، لأن الإيتاء من قوله تعالى : ﴿وآتوا الزكوٰة﴾ يقتضي التمليك . (۲/۱۸ ، كتاب الزكوٰة)

ما في " البحر الرائق " : وفي اصطلاح الفقهاء ما ذكره المصنف قوله : هي تمليك المال من فقير مسلم....... لقوله تعالى : ﴿وآتوا الزكوٰة﴾ والإيتاء هو التمليك ، ومراده تمليك جزء من ماله ، وهو ربع العشر أو ما يقوم مقامه . (۲/۳۵۲، كتاب الزكوٰة ، بيروت)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجديد " : والأفضل أن يبدأ بأخوته وأخواته ثم أولادهم ثم أعمامه وعماته ثم أخواله وخالاته ثم ذووا أرحامه .

(۱/۳۷۳، مصارف الزكاة ، الشامية :۳/۳۰۴، كتاب الزكاة ، باب المصرف ، مجمع الأنهر: ۱/۳۳۳ ، كتاب الزكاة ، باب المصرف) =

زکوٰۃ کی رقم سے داماد کو اعلیٰ تعلیم دلوانا

مسئله (۶۲) : اگر کوئی شخص خود اپنے داماد کو اپنی زکوٰۃ کی رقم سے اعلیٰ تعلیم دلوانا چاہتا ہے اور داماد صاحب نصاب یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی یا اتنی قیمت نقد کا مالک نہیں ہے، اور نہ ہی وہ سید ہے، تو شرعاً یہ جائز ہے، اور اس صورت میں خسر کی زکوٰۃ بھی ادا ہو جائے گی۔ (۱)

کھیتی باڑی والے شخص کا زکوۃ لینا

مسئله (۶۳) : کسی شخص کے پاس بہت سی کھیتی باڑی کی زمین ہے، جس کی قیمت لاکھوں روپئے ہوتی ہیں، مگر وہ آباد نہیں ہے، اس سے پیداوار نہیں ہوتی ہے، یا ہوتی تو ہے مگر اتنی نہیں ہوتی کہ جس سے اس کی اور اس کے بال بچوں کی سال بھر کی ضرورتیں پوری

= ما فی " الفتاوی الهندية " : الأفضل فی الزكوٰة والفطر والنذور الصرف أولاً إلى الإخوة والأخوات ثم إلى أولادهم . (۱/۱۹۰، كتاب الزكوٰة ، الباب السابع فی المصارف)

ما فی " الفتاوی التاتارخانية " : ويبدأ في الصدقات بالأقارب ، الأول إخوته الفقراء وأخواته ثم إلى أولادهم . (۳/۳۹، كتاب الزكوٰة ، الفصل الثامن بمن توضع فيه الزكوٰة) (فتاوی محمودیہ:۱۴/۲۱۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الشامية " : ويجوز دفعها لزوجة أبيه وابنه وزوج ابنته .

(۳/۲۹۳، كتاب الزكوٰة ، باب المصرف)

ما فی " الفتاوی التاتارخانية " : ويجوز أن يعطی امرأة أبيه وابنه وزوج ابنته .

(۲/۴۱، كتاب الزكوٰة ، الفصل الثانی بمن توضع فيه الزكوٰة)

ما فی " الفقه الإسلامی وأدلته ": ويجوز دفع الزكوٰة لزوجة أبيه وإبنه وزوج ابنته (الصهر) .

(۳/۱۹۷۰، مصارف الزكوٰة) (فتاوی محمودیہ:۱۴/۲۱۱)

ہوجائیں،تو ایسا شخص بھی زکوٰۃ لےسکتا ہے۔(۱)

شادی کے لیے زکوۃ دینا

مسئله (٦٤) : اگر کوئی لڑکی مستحق زکوٰۃ ہے، اوراس کے والدین بھی غریب ہیں،مصارف نکاح کا تحمل نہیں کر سکتے،اوروہ اپنی بچی کی شادی بیاہ کے لئے کسی سے زکوٰۃ کی رقم طلب کرتے ہیں،تو صاحب نصاب شخص کے لئے انہیں اپنی زکوٰۃ کی رقم دینا شرعاً درست ہے،(۲) اب شخص مذکوراس رقم کا مالک بن جانے کے بعد اپنی بچی کی شادی کی تمام ضرورتوں

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الشامية " : قال الشامی : له أرض يزرعها أو حانوت يستغلها أو دار غلتها ثلاثة آلاف ولا تكفی لنفقته ونفقة عياله سنة يحل له أخذ الزكوٰة وإن كانت قيمتها تبلغ ألوفا ، وعليه الفتویٰ .
(۳/۲۹۶، كتاب الزكوٰة ، باب المصرف ، قبيل مطلب فی جهاز المرأة)

ما فی " البحر الرائق " : ويحل لمن له دور وحوانيت تساوی نصاباً وهو محتاج لغلتها لنفقته ونفقة عياله . (۲/۴۲۷، كتاب الزكوٰة ، باب المصرف)

ما فی " فتح القدير " : لو كان له حوانيت أو دار غلة تساوی ثلاثة آلاف وغلتها لا تكفی لقوته وقوت عياله يجوز صرف الزكوٰة إليه . (۲/۲۸۲ ، كتاب الزكوٰة ، باب من يجوز دفع الصدقة ، الفتاوی التاتارخانية : ۲/۴۴ ، كتاب الزكوٰة ، الفصل الثانی بمن توضع فيه الزكوٰة) (فتاویٰ محمودیہ:۱۴/۲۰۵)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿إنما الصدقٰت للفقرآء والمسٰكين﴾ . (سورة التوبة : ۶۰)

ما فی " الحديث النبوی " : عن ابن عباس رضی الله تعالی عنهما قال : قال رسول الله ﷺ لمعاذ بن جبل حين بعثه إلی اليمن.... : " فأخبرهم إن الله قد فرض عليهم صدقة ، تؤخذ من أغنيائهم فترد علی فقرائهم " .

(الصحيح للبخاری : ۱/۲۰۲، كتاب الزكوٰة ، باب أخذ الصدقة من الأغنياء وترد فی الفقراء)=

میں اسے خرچ کرسکتا ہے، (۱) اگر وہ اسی رقم سے باراتیوں کیلئے کھانے کا انتظام کرے اور باراتیوں میں صاحب نصاب لوگ بھی ہوں، تو ان کے لیے یہ کھانا کھانا جائز ہے، کیوں کہ ملکیت کے بدل جانے سے اب وہ زکوٰۃ کی رقم، زکوٰۃ کی نہ رہی۔ (۲)

زکوۃ کی رقم سے دیئے گئے لحاف وبستر طلباء سے واپس لینا

مسئلہ (٦٥) : کسی شخص نے منتظم مدرسہ کو زکوٰۃ کی رقم دی، تاکہ وہ مدرسہ کے طلباء کو لحاف وبستر وغیرہ بنائے، منتظم صاحب نے اس رقم سے لحاف وبستر بنائے اور مستحق طلباء کے مابین تقسیم کردیئے، تو اب یہ لحاف وبستر سالانہ تعطیلات کے موقع پر طلباء سے اس اندیشہ سے واپس نہیں لئے جاسکتے کہ پتہ نہیں وہ آئندہ سال مدرسہ واپس آئیں یا نہ آئیں، کیوں کہ زکوٰۃ کی ادائیگی اسی وقت صحیح ہوتی ہے جب کہ زکوٰۃ کی رقم یا اس سے خریدی ہوئی چیزوں کا مستحقین کو مالک بنادیا جائے، لحاف وبستر کو واپس لینے کی صورت میں یہ محض مستعار ہوں گے، جب کہ مستعار دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ (۳)

=(۱) ما فی " شرح المجلة لسليم رستم باز " : كل يتصرف فی ملكه كيف ما شاء .

(ص/۶۵۴، رقم المادة : ۱۱۹۲)

(۲) مـا فـی " الـحديث النبوی " : عن أنس رضی الله تعالى عنه أن النبی ﷺ أتی بلحم تصدق على بـريرة ، فقال : " هو عليها صدقة وهو لنا هدية " . (صحيح البخاری : ۱/۲۰۲، كتاب الزكاة ، باب إذا تحولت الصدقة ، الصحيح لمسلم : ۱/۳۴۵، كتاب الزكاة ، باب إباحة الهدية للنبی ﷺ)

الحجة على ما قلنا :

(۳) ما فی " الدر المختار " : ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحةً .

(۳/۱۹۱، كتاب الزكوٰة ، باب المصرف)=

زکوۃ کی رقم طویل عرصہ تک روکے رکھنا

مسئلہ (٦٦) : بعض تنظیمیں مستحقین کیلئے زکوٰۃ اور فطروں کی رقومات جمع کرتی ہیں، اور سال بھر مستحقینِ زکوٰۃ کو اس جمع کردہ رقم میں سے دیا کرتی ہیں، ان کا یہ عمل قابل تحسین ہی نہیں بلکہ باعثِ اجر وثواب بھی ہے، (۱) البتہ ان تنظیموں کو اس بات کا پورا خیال رکھنا چاہیے کہ آئندہ سال آنے تک اپنے پاس جمع رقم مستحقین تک پہنچادے، جمع نہ رکھیں، ورنہ ان کا یہ عمل ''نیکی برباد، گناہ لازم'' کا مصداق ہوگا، کیوں کہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کو آئندہ سال تک اپنے پاس جمع رکھنا اور مصارف میں خرچ نہ کرنا گناہ کی بات ہے۔ (۲)

= ما فی " مجمع الأنهر " : ولا تدفع الزکوٰة لبناء مسجد ، لأن التملیک شرط فیها ولم یوجد ، وکذا بناء القناطیر وإصلاح الطرقات وکری الأنهار والحج والجهاد ، وکل ما لا تملیک فیه .
(۱/۳۲۸، کتاب الزکوٰة ، بیان أحکام المصرف)

ما فی " تبیین الحقائق " : قال رحمه الله تعالی : (وبناء مسجد) أن لا یجوز أن یبنی بالزکوٰة المسجد ، لأن التملیک شرط فیها ولم یوجد ، وکذا لا یبنی بها القناطیر والسقایات وإصلاح الطرقات وکری الأنهار والحج والجهاد ، وکل ما لا تملیک فیه . (۱/۱۲۰، کتاب الزکوٰة ، باب المصرف ، البحر الرائق : ۲/۴۲۴، کتاب الزکوٰة ، باب المصرف) (فتاوی محمودیہ:۱۴/۱۷۴)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿وتعاونوا علی البر والتقویٰ﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما فی " عون المعبود شرح السنن لأبي داود " : قال رسول الله ﷺ : " من دل علی خیر فله مثل أجر فاعله " . (ص/۲۱۸۸، کتاب الأدب ، باب فی الدال علی الخیر ، رقم الحدیث : ۵۱۲۹)

(۲) ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : وافتراضها عمری أی علی التراخی وصححه الباقانی وغیره ، وقیل فوری أی واجب علی الفور ، وعلیه الفتوی ، فیأثم بتأخیره . الدر المختار .=

....

....

....

....

= قال الشامی : المراد أن لا یؤخر إلی العام القابل . (۳/ ۱۹۱ ⁄ ۱۹۲ ، کتاب الزکوٰۃ)

ما فی " فتح القدیر " : (ھی واجبة علی الفور لأنه مقتضی الأمر) قال ابن الھمام : وھو قول الکرخی فإنه قال : یأثم بتأخیر الزکوٰۃ بعد التمکن ، وروی عن محمد : من أخر الزکوٰۃ من غیر عذر لا تقبل شھادته ، وفرق بینھا وبین الحج ، فقال : لا یأثم بتأخیر الحج ویأثم بتأخیر الزکوٰۃ لأن فی الزکوٰۃ حق الفقراء فیأثم بتأخیر حقھم . (۲/ ۱۶۵ ، کتاب الزکوٰۃ)

ما فی " الفقه الحنفی فی ثوبه الجدید " : وأداء الزکوٰۃ واجب علی الفور، فلا یؤخر عن أول وقت الإمکان فإذا لم یؤدھا حتی مضی حولان فقد أساء وأثم لأن الأمر بالصرف إلی الفقیر لدفع حاجته وھی معجلة ، فإذا لم تجب علی الفور لم یحصل المقصود .

(۱/ ۳۵۹، کتاب الزکوٰۃ ، أداء الزکوٰۃ) (فتاوی محمودیہ:۱۴/ ۱۶۳)

کتاب الصوم

(روزے کا بیان)

روزے میں دانت اکھڑوانا

مسئلہ (٦٧) : بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ بحالتِ روزہ دانت اکھڑوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، جب کہ صحیح یہ ہے کہ روزے کی حالت میں دانت اکھڑوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، کیوں کہ روزہ کے ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کا تعلق ایسی چیزوں سے ہے جو حلق کے نیچے پہنچتی ہو، دانت چونکہ حلق سے اوپر ہے، اس لئے بذاتِ خود دانت نکالنے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ اگر دانت اکھڑواتے وقت جو خون نکلا اس کو تھوک کے ساتھ نگل لیا اور خون تھوک پر غالب تھا تو روزہ ٹوٹ جائیگا، اور اگر دونوں برابر ہوں تب بھی استحساناً روزہ ٹوٹ جائیگا۔[1]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الشامیة " : المفطر إنما هو الداخل من المنافذ . (۳/۳٦۷)

ما فی " الفتاوی الهندیة " : الدم إذا خرج من الأسنان ودخل حلقه إن کانت الغلبة للبزاق لا یضر، وإن کانت الغلبة للدم یفسد صومه ، وإن کان سواء أفسد أیضاً استحساناً . (۱/۲۰۳)

ما فی " المحیط البرهانی " : الدم إذا خرج من الأسنان ودخل الحلق إن کانت الغلبة للبزاق لا یفسد صومه ، وإن کانت الغلبة للدم فسد صومه ، وإن کان علی السواء فسد صومه احتیاطاً .

(۲/۵۵۷، کتاب الصوم) (کتاب الفتاویٰ:۳/۳۹۹،فتاویٰ حقانیہ:۴/۱٦۳)

روزے کی حالت میں لفافہ کی گوند زبان سے چاٹنا

مسئلہ (۶۸) : روزے کی حالت میں لفافے کی گوند کو اپنی زبان سے تر کرنا مکروہ ہے، کیوں کہ گوند میں ذائقہ ہوتا ہے، اور روزے کی حالت میں کسی بھی چیز کے ذائقے کو چکھنا مکروہ ہے، البتہ اگر انگلی میں تھوک لیکر اس سے گوند کو تر کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔(۱)

روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ کرنا

مسئلہ (۶۹) : روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ (Tooth Past) کرنا مکروہ ہے، کیوں کہ اس میں ذائقہ ہوتا ہے، اور روزے کی حالت میں کسی بھی چیز کے ذائقے کو چکھنا مکروہ ہے، اس لئے روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ کرنے سے بچنا چاہیے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المحيط البرهاني " : قال في " الأصل " : ويكره للصائم أن يذوق شيئاً بلسانه .

(۲/۵۶۳، كتاب الصوم ، الفصل السادس فيما يكره للصائم)

ما في " البناية شرح الهداية " : من ذاق شيئاً بفمه لم يفطره لعدم الفطر (صورةً ومعنىً) أما صورة فلأنه لم يصل إلى الجوف شيء من المنفذ المعهود ، وأما معنى فلأنه لم يصل إلى البدن ما يصلحه (ويكره له) أي للصائم (ذلک) أي ذوق الشيء بالفم (لما فيه) أي لما فيه من تعريض الصوم على الفساد ، لأنه لا يؤمن أن يصل إلى جوفه . (۲/۲۷۵، كتاب الصوم ، باب ما يوجب القضاء والكفارة ، فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى الهندية : ۱/۲۰۴، الفصل الرابع فيما يكره ، الدر المختار مع الشامية : ۳/۳۵۲، مطلب فيما يكره للصائم) (کتاب الفتاوی:۳/۴۰۱)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " البناية شرح الهداية " : من ذاق شيئاً بفمه لم يفطره لعدم الفطر (صورةً ومعنىً) أما صورة فلأنه لم يصل إلى الجوف شيء من المنفذ المعهود ، وأما معنى فلأنه لم يصل إلى البدن ما يصلحه =

سانس کے مریض روزہ دار کا پمپ کے ذریعہ منہ میں ہوا لینا

مسئلہ (۷۰) : روزے کی حالت میں سانس کے مریض کا پمپ کے ذریعہ منہ میں ہوا لینے سے روزہ فاسد ہوجائیگا، (۱) کیوں کہ آج کل جو پمپ استعمال ہوتا ہے، اس میں دوا کے اجزاء ہوتے ہیں، اوران اجزاء کا معدہ میں پہنچنا یقینی ہوتا ہے، البتہ اگر پمپ میں کسی قسم کی دوا نہ ڈالی جائے، تو محض پمپ کے ذریعہ ہوا لینے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ (۲)

=(ویکره له) أی للصائم (ذلک) أی ذوق الشيء بالفم (لما فیه) أی لما فیه من تعریض الصوم علی الفساد ، لأنه لا یؤمن أن یصل إلی جوفه. (۲/۲۷۵، کتاب الصوم ، باب ما یوجب القضاء والکفارة)
ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : کره له ذوق شيء ، وکذا مضغه بلا عذر .
(۳/۳۵۲، مطلب فیما یکره للصائم ، فتاوی قاضیخان علی هامش الفتاوی الهندیة : ۱/۲۰۴، الفصل الرابع فیما یکره ، المحیط البرهانی : ۲/۵۶۳، کتاب الصوم ، الفصل السادس فیما یکره للصائم)
(فتاوی محمودیہ:۱۰/ ۱۵۹،فتاوی حقانیہ:۴/۱۷۴،کتاب الفتاوی:۳/۴۰۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " خلاصة الفتاوی " : وما وصل إلی جوف الرأس والبطن من الأذن والأنف والدبر فهو مفطر بالإجماع وفیه القضاء ، وهی مسائل الإفطار فی الأذن والسعوط والوجور والحقنة ، وکذا من الجائفة والآمة عند أبی حنیفة . (۱/۲۵۳)
ما فی " بدائع الصنائع " : وأما إذا وصل إلی الجوف فلا شک فیه لوجود الأکل من حیث الصورة . (۲/۲۴۳)
ما فی " البحر الرائق " : إن احتقن أو استعط أو أقطر فی أذنه أو داوی جائفة أو آمة بدواء ووصل الدواء إلی جوفه أو دماغه أفطر . (۲/۴۸۵، باب ما یفسد الصوم و ما لا یفسد ، الفتاوی الهندیة : ۱/۲۰۴، الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد)
(۲) ما فی " مراقی الفلاح " : أو دخل حلقه غبار ولو کان غبار دقیق من الطاحون أو دخل حلقه ذباب ، أو دخل أثر طعم الأدویة فیه فلا یفسد الصوم بدخولها .
(ص/۲۳۹، باب فی بیان ما لا یفسد الصوم)=

روزہ دار کا ناک میں دوا ڈالنا

مسئلہ (۷۱) : روزے کی حالت میں ناک میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، کیوں کہ ناک میں کسی شئ کے معدے تک پہنچنے کی گذرگاہ موجود ہے، اسی وجہ سے بحالت روزہ استنشاق میں مبالغہ کرنے سے منع کیا گیا ہے، لہذا روزہ کی حالت میں ناک میں دوا ڈالنے سے پرہیز کیا جائے۔(۱)

= ما فی " فتاوی قاضی خان علی هامش الفتاوی الهندیة " : إذا دخل الدخان أو الغبار أو ریح العطر أو الذباب حلقه لا یفسد الصوم .

(۲۰۸/۱، الفصل الخامس فیما لا یفسد الصوم ، الشامیة : ۳۶۷/۳، کتاب الصوم ، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسد ، مطلب یکره السهو إذا خاف فوت الصبح) (فتاوی محمودیہ:۱۰/۱۵۴)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الشامیة " : أو استعط فی أنفه شیئاً . الدر المختار . قال الشامی : والسعوط : الدواء الذی صب فی الأنف . (۳۳۶/۳، کتاب الصوم ، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده)

ما فی " فتاوی قاضی خان علی هامش الفتاوی الهندیة " : وکذا السعوط والوجور والقطور فی الأذن ، أما الحقنة والوجور فلأنه وصل إلی الجوف ما فیه صلاح البدن .

(۲۰۱/۱، الفصل السادس فیما یفسد الصوم)

ما فی " تبیین الحقائق " : إن احتقن أو استعط أو أقطر فی أذنه أو داوی جائفة أو آمة بدواء ووصل إلی جوفه أو دماغه أفطر . (۱۸۱/۲)

ما فی " المفطرات المعاصرة " : القطرة التی تستخدم عن طریق الأنف هل هی مفطرة ؟ أنها تفطر ، قال ابن باز وابن عثیمین : واستدلوا بحدیث لقیط بن صبرة مرفوعاً ، وبالغ فی الاستنشاق إلا أن تکون صائماً ، فهذا دلیل علی أن للأنف منفذاً إلی المعدة ، وإذا کان کذلک فاستخدام هذه القطرة نهی عنه النبی ﷺ . (ص/۴) (فتاوی دار العلوم:۶/۴۱۶، فتاوی محمودیہ:۱۰/۱۳۹)

روزہ دار کا آنکھوں میں دوا ڈالنا

مسئلہ (۷۲) : روزہ کی حالت میں آنکھوں میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ہے، اگر چہ اس دوا کا اثر حلق کے اندر محسوس ہو، کیوں کہ آنکھ، دماغ اور معدے کے درمیان کوئی گذرگاہ نہیں ہے کہ آنکھوں کے راستے سے دوا، دماغ یا معدے میں پہنچ جائے۔ (۱)

روزہ دار کا کان میں تیل یا دوا ڈالنا

مسئلہ (۷۳) : روزے کی حالت میں کان میں دوا یا تیل ڈالنے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، کیوں کہ فقہاء متقدمین کے قول کے مطابق کان میں ڈالی ہوئی چیز کیلئے دماغ تک پہنچنے کیلئے گذرگاہ موجود ہے، مگر جدید سائنسی تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ کان اور

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : لو أقطر شيئاً من الدواء في عينيه لا يفطر صومه عندنا ، وإن وجد طعمه في حلقه . (۱/۲۰۳، كتاب الصوم ، باب ما لا يفسد الصوم)

ما في " المحيط البرهاني " : وأما إذا اكتحل أو أقطر شيئاً من الدواء في عينه لا يفسد صومه عندنا ، وإن وجد طعمه ذلك في حلقه . (۲/۵۵۶، كتاب الصوم ، الفصل الرابع)

ما في " المفطرات المعاصرة " : قطرة العين أنه لا يفطر وهو مذهب الحنفية والشافعية ، ويستدلون بأنه لا منفذ بين العين والجوف ، قطرة العين ليست مفطرة ، قال به ابن باز وابن عثيمين وغيرهما ، واستدلوا بأن قطرة العين الواحدة......... من السنتيميتر المكعب ، وهذا المقدار لن يصل إلى المعدة ، فإن هذه القطرة أثناء مرورها بالقناة الدمعية ، فإنها تمتص جميعاً ولا تصل إلى البلعوم ، وإذا قلنا أنه سيصل إلى المعدة شيء فهو يسير ، والشيء اليسير يعفى عنه . (ص/۷)

(فتاوی حقانیہ:۴/۱۷۰، فتاوی رحیمیہ: ۷/۲۴۶)

دماغ کے درمیان کوئی گذرگاہ نہیں ہے، اگر ایسا ہی ہے تو کان میں دوا ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، اس لئے بہتر یہی ہے کہ بحالتِ روزہ کان میں دوا ڈالنے سے احتیاط برتی جائے۔[۱]

شوگر کے مریض روزہ دار کا انسولین کا انجکشن لینا

مسئلہ (۷۴) : روزہ کی حالت میں شوگر کے مریض کا انسولین (Insulin) کا انجکشن لینا روزہ کو فاسد نہیں کرے گا،[۲] کیوں کہ فسادِ صوم کیلئے منافذِ اصلیہ (ناک، کان اور دبر) سے کسی چیز کا جوفِ معدہ یا دماغ میں داخل ہونا شرط ہے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : أو أقطر في أذنه دهنا اتفاقاً أو أقطر في أذنه ماء في الأصح لوصول المفطر دماغه بفعله فلا عبرة بصلاح البدن وعدمه .

(ص/۳٦۸، باب ما يفسد الصوم ويوجب القضاء)

ما في " فتح القدير " : ومن احتقن أو استعط أو أقطر في أذنه لقوله عليه السلام : " الفطر مما دخل " . ولوجود معنى الفطر . (۲/۳٤٦، باب ما يوجب القضاء أو الكفارة ، الفتاوى الهندية : ۱/۲۰٤، الفتاوى التاتارخانية : ۲/۱۰۱ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد ، الفصل الرابع)

ما في " المفطرات المعاصرة " : قطرة الأذن والمراد بها عبارة عن دهن " مستحضرات طبية " يصب في الأذن فهل يفطر أو لا ؟ الرأي الثاني لإبن حزم أنه لا يفطر ، وعلته أن ما يقطر في الأذن لا يصل إلى الدماغ وإنما يصل بالمسام . والطب الحديث : بَيَّن أنه ليس بين الأذن والدماغ قناة يصل بها المائع إلا في حالة واحدة ، وهي ما إذا وصل خرق في طبلة الأذن ، وعلى هذا الصواب أنها لا تفطر . (ص/٦) (فتاوی رحیمیہ: ۷/۲٤٦، خیر الفتاوی: ۴/۷٦، جامع الفتاوی: ۵/۳۱۹)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " المفطرات المعاصرة " : الإبر التي يتعاطاها مريض السكر ليست مفطرة . (ص/۸)

ما في " الفتاوى الهندية " : وما يدخل من مسام البدن من الدهن لا يفطر ، هكذا في شرح المجمع . (۱/۲۰۳، كتاب الصوم ، الباب الرابع ، البحر الرائق : ۲/۳۱۷/۱۷ ، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده)

(۳) ما في " الشامية " : قال الشامي : المفطر إنما هو الداخل من المنافذ . (۳/۳٦۷) =

روزہ دار کے لیے وکس یا بام کا استعمال

مسئلہ (۷۵): روزہ کی حالت میں وکس (Viks) یا بام (Balm) لگانا یا سونگھنا روزے کو فاسد نہیں کرے گا، کیوں کہ فسادِ صوم کیلئے منافذِ اصلیہ سے کسی چیز کا جوفِ معدہ یا دماغ میں داخل ہونا شرط ہے، جب کہ وکس یا بام لگانے یا سونگھنے میں یہ شرط نہیں پائی جاتی ہے۔ (۱)

= ما فی " بدائع الصنائع " : وما وصل إلی الجوف أو إلی الدماغ من المخارق الأصلية كالأنف والأذن والدبر بأن استعط أو احتقن أو أقطر فی أذنه فوصل إلی الجوف أو إلی الدماغ فسد صومه.
(۲/۲۴۳، مكتبة زكريا ديوبند)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " فتاوی قاضی خان علی هامش الفتاوی الهندية " : إذا دخل الدخان أو الغبار أو ريح العطر أو الذباب لا يفسد صومه . (۱/۲۰۸)

ما فی " مراقی الفلاح " : أو دخل حلقه غبار ولو كان غبار دقيق من الطاحون أو دخل حلقه ذباب أو دخل أثر طعم الأدوية فيه ، أي في حلقه ، لأنه لا يمكن الاحتراز عنها ، فلا يفسد الصوم بدخولها . (ص/۲۶۰، ۲۶۱، باب فی بيان ما لا يفسد الصوم ، مكتبة شيخ الهند ديوبند)

ما فی " الدر المختارمع الشامية " : أو ادهن أو اكتحل أو احتجم وإن وجد طعمه فی حلقه .... وفی القسهتانی : طعم الأدوية وريح العطر إذا وجد فی حلقه لم يفطر كما فی المحيط .
(۳/۲۲۶،۲۲۷، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد) (کتاب الفتاویٰ:۳/۳۹۶)

کتاب الحج

(حج کا بیان)

طواف یا سعی میں موبائل پر گفتگو کرنا

مسئلہ (۷۶) : بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ بحالت طواف یا صفا مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے بذریعہ موبائل گفتگو کرنا، یا کسی کے کال کا جواب دینا درست نہیں ہے، جب کہ یہ خیال صحیح نہیں ہے، کیوں کہ موبائل پر ضروری گفتگو کرنے سے طواف یا سعی میں کوئی خرابی نہیں آتی ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ بلا ضرورت کسی طرح کی گفتگو نہ کرے، اور طواف وسعی کے درمیان ذکر واذکار میں مشغول رہے۔ [1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المصنف لإبن أبي شيبة " : عن يزيد بن أبي زياد قال : كان مجاهد وسعيد بن جبير وعلي بن عبد الله بن العباس والحسين بن الحسن وأبو جعفر يتكلمون وهم يطوفون بالبيت بين الصفا والمروة . (۸/۶۴، كتاب الحج ، من رخص في الكلام في الطواف)

ما في " الموسوعة الفقهية " : صرح الحنفية بكراهة الكلام اثناء الطواف لكنه محمول على ما لا حاجة فيه ، لأن ذلك يشغله عن الدعاء ..... قال الترمذي : العمل على هذا عند أكثر أهل العلم ، يستحبون أن لا يتكلم الرجل في الطواف إلا لحاجة أو بذكر الله تعالى أو من العلم ، والكلام المباح الذي يحتاج إليه لا بأس به ، أما الكلام غير المحتاج إليه فإنه يكره لقول ابن عمر: " أقلوا الكلام في الطواف فإنما أنتم في صلاة " . (۳۵/۱۱۹/ ۱۲۰، الكلام في الطواف)

کتاب النکاح

(نکاح کا بیان)

نکاح کی حقیقت

مسئلہ (۷۷): شرعاً نکاح کی حقیقت بس اتنی ہے کہ ایک طرف سے ایجاب ہو اور دوسری طرف سے قبول، اور یہ دو گواہوں کے سامنے ہو، جو دونوں مرد ہوں، یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے ہو،(۱) اس طرح شرعاً نکاح منعقد ہو جائے گا۔

نکاح میں خطبہ پڑھنا، نکاح کا اعلان کرنا، نکاح کا مسجد میں ہونا، نکاح پڑھانے والے کا نیک چلن ہونا، شاہدوں کا عادل ہونا وغیرہ امور، مسنون ومستحب ہیں، اگر نکاح میں خطبہ نہ بھی پڑھا جائے، یا خطبہ میں معروف ومشہور آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ نہ پڑھی جائیں، یا ان میں سے کوئی ایک چھوٹ جائے، تب بھی نکاح ہو جائیگا۔(۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " تنویر الأبصار وشرحه " : وینعقد ملتبساً بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر .... وشرط حضور شاهدین حرین أو حر وحرتین مكلفین سامعین قولهما معاً .

(۶۸/۴ . ۸۸ . ۹۱، كتاب النكاح ، بیروت)

ما فی " الهدایة " : النكاح ینعقد بالإیجاب والقبول بلفظین یعبر بهما عن الماضی .... ولا ینعقد نكاح المسلمین إلا بحضور شاهدین حرین عاقلین بالغین مسلمین رجلین ، أو رجل وامرأتین عدولاً كانوا أو غیر عدولاً . (۳۰۶/۲، كتاب النكاح)

ما فی " شرح الوقایة " : النكاح ینعقد بإیجاب وقبول ..... وشرط سماع كل واحد منهما لفظ الآخر ، وحضور حرین أو حر وحرتین . (۲/۳-۵، كتاب النكاح)

(۲) ما فی " الدر المختار " : ویندب إعلانه وتقدیم خطبة ، وكونه فی مسجد یوم جمعة بعاقد رشید وشهود عدول . (۶۶/۴ ، ۶۷، كتاب النكاح)=

اسی طرح نکاح کو رجسٹر میں درج کرنا نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت، بلکہ یہ قانونی چیز ہے کہ بوقت ضرورت عدالت میں کام دے سکے، اور جھگڑے ونزاع کو ختم کرنا آسان ہو، نفسِ نکاح بغیر اندراجِ رجسٹر کے بلاتکلف درست ہے۔

مسجدوں میں نکاح کی مجلس

مسئلہ (۷۸) : آج کل الحمدللہ مسجدوں میں نکاح کا رواج عام ہورہا ہے، جو عین تعلیماتِ اسلام کے مطابق ہے، اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ مسجد ہونے کی وجہ سے لوگ بہت سے منکرات سے بچ جاتے ہیں، لیکن اس صورت میں بعض لوگوں کو یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ بعضے اوقات باراتیوں میں غیر مسلم شخصیات بھی ہوتی ہیں، اور وہ طہارت کے بغیر مسجد میں آجاتے ہیں جو اچھی بات نہیں ہے، ان کے اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ غیر مسلموں کا مسجد میں داخل ہونا منع نہیں ہے، جائز ہے، کیوں کہ آپ ﷺ کے زمانے میں غیر مسلم مہمانوں کو مسجد ہی میں ٹھہرایا جاتا تھا، (۱) غیر مسلم قیدی مسجد ہی کے ستون سے باندھے

= ما فی " الفقه الإسلامی وأدلته " : یستحب للزواج أن یخطب الزوج قبل العقد عند التماس التزویج .... وإعلان الزواج لقوله ﷺ : " أعلنوا النکاح " . فإن عقد الزواج من غیر خطبة جاز ، فالخطبة مستحبة غیر واجبة . (۶۶۱۸/۶۶۱۶/۹، المبحث الخامس)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱۰/۴۲۳-۶۰۰)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن ابن عباس قال : قدم وفد عبد القیس علی رسول الله ﷺ ..... وفی روایة : فقال : إن وفد عبد القیس أتوا رسول الله ﷺ ، فقال رسول الله ﷺ : " من الوفد؟ " . أو : " من القوم ؟" . قالوا : ربیعةُ ، قال : " مرحباً بالقوم " أو: " بالوفد ، غیر خَزَایا ولا النَّدامیٰ " . (الصحیح لمسلم: ۱/۳۳، ۳۴، کتاب الإیمان ، باب الأمر بالإیمان بالله تعالی ورسوله ﷺ الخ ، مکتبه بلال دیوبند) =

جاتے تھے،(۱) لہٰذا اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بلکہ ایسے موقع پر اسلام کے طریقہ نکاح کو اچھی طرح واضح کیا جائے، تو دعوتِ اسلام بھی ہے، البتہ مسلمان ہو یا غیر مسلم دونوں کیلئے ضروری ہے کہ ان کے جسم یا کپڑے پر ایسی نجاست نہ لگی ہو، جس سے مسجد کے آلودہ ہونے کا اندیشہ ہو۔(۲)

= ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وقد روى عن حماد بن سلمة عن حميد عن الحسن عن عثمان بن أبي العاص : إن وفد ثقيف لما قدموا على رسول الله ﷺ ضرب لهم قبة في المسجد ، فقالوا : يا رسول الله ﷺ قوم أنجاس ، فقال رسو ل الله ﷺ : " إنه ليس على الأرض من أنجاس الناس شيء ، إنما أنجاس الناس على أنفسهم ". وروى يونس عن الزهرى عن سعيد بن المسيب ، أن أبا سفيان كان يدخل مسجد النبى ﷺ وهو كافر .

قال أبوبكر : فأما وفد ثقيف فإنهم جاء وا بعد فتح مكة إلى النبى ﷺ ، والآية نزلت فى السنة التى حج فيها أبوبكر ، وهى سنة تسع ، فأنزل لهم النبى ﷺ فى المسجد وأخبر أن كونهم أنجاساً لا يمنع دخولهم المسجد ، وفى ذلک دلالة على أن نجاسة الكفر لا تمنع الكافر من دخول المسجد ، وأما أبوسفيان مشركاً حينئذ . (۱۱۵/۳ ، تحت الآية : إنما المشركون نجس)

(۱) ما فى " السنن للنسائي " : عن سعيد بن أبى سعيد أنه سمع أبا هريرة رضى الله تعالى عنه يقول : بعث رسول الله ﷺ خيلا قبل نجد فجاء ت رجل من بنى حنيفة يقال له : ثمامة بن أثال سيد أهل اليمامة ، فربط بسارية من سوارى المسجد .

(۱ /۸۳، كتاب المساجد ، ربط الأسير بسارية المسجد)

(۲) ما فى " الدر المختار مع الشامية " : (و) كره تحريماً ..... (إدخال نجاسة فيه) . الدر المختار . قال الشامى : عبارة الأشباه : إدخال نجاسة فيه يخاف منها التلويث ، وفى الفتاوى الهندية : لا يدخل المسجد من على بدنه نجاسة. (۲ /۴۷۱، كتاب الصلوٰة ، فى أحكام المسجد)

ما فى " الفتاوى الهندية " : ذكر الفقيه فى التنبيه : حرمة المسجد خمسة عشر .... الرابع عشر أن ينزهه عن النجاسات . (۵ /۴۲۱، كتاب الكراهية ، الباب الخامس فى آداب المسجد ، البحر الرائق : ۲ /۲۱ ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها) (فتاوی دارالعلوم:۱۴/ ۱۹۱،فتاوی محمودیہ:۱۵/ ۲۴۲)

مجلسِ نکاح میں تلاوت ونعت

مسئلہ (۷۹) : مجلس نکاح میں خطبہ مسنونہ اور ایجاب وقبول ثابت ہے، (۱) تلاوت قرآن کریم، نعت شریف اگر چہ عمدہ چیز ہے، مگر مجلس نکاح میں مستقلاً یہ ثابت نہیں، پھر مجلس نکاح میں اس کی پابندی کرنا غیر ثابت چیز کی پابندی کرنا ہے، جو شرعاً ناپسند ہے، (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوى " : عن عبد الله بن مسعود قال : علمنا رسول الله التشهد في الصلاة .... والتشهد فی الحاجة : " إن الحمد لله ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ، من يهده الله فلا مضل له ، ومن يضلل فلا هادى له ، وأشهد أن لا إله إلا الله ، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله ، ويقرأ ثلاث آيات : ﴿يآيها الذين اٰمنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتنّ إلا وأنتم مسلمون ، يآيها الناس اتقوا ربكم الذى خلقكم من نفس واحدة ، وخلق منها زوجها وبثّ منهما رجالاً كثيراً ونسآءً ، واتقوا الله الذى تسآء لون به والأرحام ، إن الله كان عليكم رقيباً ، يآيها الذين اٰمنوا اتقوا الله وقولوا قولاً سديداً ، يصلح لكم أعمالكم ويغفرلكم ذنوبكم ، ومن يطع الله ورسوله فقد فاز فوزاً عظيماً﴾ رواه أحمد والترمذي وأبوداود والنسائي وابن ماجة والدارمي .

(ص/۲۷۲، کتاب النکاح ، باب اعلان النکاح والخطبة والشرط ، الفصل الثانی ، رقم الحديث: ۳۱۴۹ ، مکتبه رشيديه محله مبارک شاه ، سهارنفور)

ما فی " تنوير الأبصار وشرحه " : وينعقد ملتبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر .

(۶۸/۴، ۶۹، کتاب النکاح ، بيروت ، الفقه الإسلامی وأدلته : ۶۲۶۱/۹)

(۲) ما فی " فتح البارى " : قال ابن المنير : إن المندوبات قد تنقلب مكروهات إذا رفعت عن رتبتها التيامن من مستحب فی كل شيء أى من أمور العبادة ، لكن لما خشى ابن مسعود أن يعتقدوا وجوبه أشار إلى كراهته . (۴۳۷/۲)=

لیکن اگر اس کی پابندی نہ کی جائے اور نہ اس کو ضروری سمجھا جائے، تو اس میں کوئی مضائقہ بھی نہیں ہونا چاہیے، لیکن اس میں اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ قرآن کریم اور نعت پڑھنے کا مقصد مجمع کو جوڑنا اور محض وقت گزاری نہ ہو، کیوں کہ یہ قرآن کریم کی شان وعظمت اور آپ ﷺ کی نعت کے رفعت کے خلاف ہے۔[۱]

صرف عورتوں کی شہادت سے نکاح

مسئلہ (۸۰): آج کل مرد وعورت میں مساواتِ حقوق، یعنی حقوق کی برابری کا نعرہ دے کر بعض مغربی فکر سے سوچنے والے، اور اس کی نظر سے دیکھنے والے نام نہاد مجتہدین کہیں عورتوں کی امامت اور اس کی خطابت کو جائز قرار دے رہے ہیں، تو کہیں جمعہ کی نماز بجائے جمعہ کے دن ادا کرنے کے اتوار کے دن پڑھنے کی ترغیب وتلقین کررہے ہیں کہ وہ چھٹی کا دن ہوتا ہے، اسی طرح وہ صرف عورتوں کی شہادت سے نکاح کے جائز ہونے کی بات کو بھی عام کررہے ہیں، جب کہ اسلام نے مرد وعورت دونوں کی خلقت وپیدائش کی

= ما فی " مرقاة المفاتیح " : أن من أصر علی أمر مندوب وجعله عزماً ولم یعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال ، فکیف من أصر علی بدعة ومنکر . (۲۶/۳)

ما فی " السعایة فی کشف ما فی شرح الوقایة " : الإصرار علی المندوب یبلغه إلی حد الکراهة ، فکیف إصرار البدعة التی لا أصل له فی الشرع . (ص/ ۲۶۵ ، باب صفة الصلاة)

(۱) ما فی " الأشباه والنظائر " : الأمور بمقاصدها ، قال ابن نجیم : الحارس إذا قال فی الحراسة: لا إله إلا الله ، یعنی لأجل الإعلام بأنه مستیقظ . (ص/ ۱۳/ ۱۱۶) (فتاوی محمودیہ: ۴۴۲/۱۷)

اغراض الگ الگ بیان کی ہے،(۱) اوراسی لحاظ سے انہیں حقوق عطا کئے، اور ذمہ داریاں بھی سونپی ہیں، مگر مغرب، اسلام دشمنی میں نئے نئے ہتھکنڈے اپنا کر، پرفریب الفاظ کا نعرہ دے کر، اسلامی تعلیمات اوراس کی خصائص میں خلل اندازی کی پوری کوشش کررہا ہے، اس لئے اگرکسی نکاح میں صرف عورتیں ہی شاہد ہوں، خواہ وہ چار عورتیں ہی کیوں نہ ہوں، نکاح صحیح نہیں ہوگا، جب تک کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں نہ ہوں۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " نور الأنوار لملا جيون " : والغرض من خلقة الرجل هو كونه نبياً وإماماً ، وشاهداً في الحدود والقصاص ، ومقيماً للجمعة والأعياد ونحوه ، والغرض من المرأة كونها مستفرشة آتية بالولد ، مدبرة لحوائج البيت وغير ذلك . (ص/۱۸ ، مبحث الخاص)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿واستشهِدوا شهيدين من رِّجالكم ، فإن لم يكونا رجلين فرجلٌ وامرأتان مِمَّن تَرضونَ من الشهداء﴾ . (سورة البقرة : ۲۸۲)

ما في " الهداية " : ولا ينعقد نكاح المسلمين إلا بحضور شاهدين حرين عاقلين بالغين مسلمين رجلين ، أو رجل وامرأتين . (۳۰۶/۲، كتاب النكاح)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : شرط عند الجمهور بأن يكون الشاهدان رجلين ، فلا يصح الزواج بشهادة النساء وحدهنّ . (۶۵۶۳/۹ ، كتاب النكاح)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولا ينعقد بشهادة المرأتين بغير رجل .

(۲۶۸/۲۶۷/۱ ، كتاب النكاح ، الباب الأول)

ما في " الدر المختار " : ونصابها لغيرها من الحقوق ، سواء كان الحق مالاً أو غيره كنكاح وطلاق ووكالة ووصية واستهلال صبي ، رجلان أو رجل أو امرأتان ، ولم يقبل شهادة أربع بلا رجل لئلا يكثر خروجهن . (۹۸/۹۷/۱۱ ، كتاب الشهادة)

ما في " البحر الرائق " : (ولغيرها رجلان أو رجل وامرأتان) للآية أطلقه فشمل المال وغيره كالنكاح والطلاق ...... وإنما لا تقبل شهادة الأربع من غير رجل لئلا يكثر خروجهن .

(۱۰۴/۷ ، كتاب الشهادة) (فتاوی محمودیہ:۱۶۶/۱۷)

غیرمحرم وکیل اور شاہدوں کا لڑکی سے اجازت لینا

مسئله (۸۱) : آج کل نکاح کے موقع پر، نکاح کی اجازت لینے کیلئے ایک وکیل اور دو شاہد لڑکی کے پاس جاتے ہیں، اور بسا اوقات یہ وکیل اور دونوں شاہد غیرمحرم ہوتے ہیں،[۱] جب کہ اجازت لینے کیلئے وکیل اور گواہ محرم ہونا چاہیے، بالخصوص جب لڑکی بالغہ ہواوراس کا ولی (سر پرست) موجود ہو، تو وہ خودلڑکی سے اجازت لے لے، یعنی اس سے کہدے کہ میں فلاں لڑکی سے اتنے مہر پرتمہارا نکاح کرتا ہوں، کیاتم کومنظور ہے؟ اس پر اگرلڑکی اجازت دیدے یا خاموش رہے، تو بس اتنا کافی ہے،[۲] اس کیلئے نہ گواہ کی ضرورت ہے نہ وکیل کی، اوراگر ولی موجود نہ ہوتو لڑکی اپنے کسی محرم (جس کے ساتھ اس کا نکاح حرام ہے) کو وکیل بنادے، اس کے لیے بھی گواہ ضروری نہیں ہے، اگرکوئی محرم موجود نہ ہوتو وہ غیر محرم کو بھی بذریعہ تحریر یا زبانی پردہ کے پیچھے سے وکیل بنادے، تب بھی کافی ہے، یا خودلڑکے کو

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : عن الحسن مرسلاً قال : بلغنی أن رسول الله ﷺ قال : " لعن الله الناظر والمنظور إليه " . رواه البيهقي في شعب الإيمان .

(مشكوة المصابيح :ص/۲۷۰، كتاب النكاح ، باب النظر إلى المخطوبة ، مكتبه رشيديه محله مبارک شاه ، سهارنفور)

(۲) ما فی " الدر المختار " : فإن استأذنها هو أی الولی فسكتت أو ضحكت أو تبسمت أو بكت بلا صوت فهو إذن . (۱۵۹/۴، كتاب النكاح ، باب الولی)

ما فی " مختصر القدوری " : وإذا استأذنها الولی فسكتت أو ضحكت أو بكت بغير صوت فذلک إذن منها . (ص/۱۵۹ ، كتاب النكاح)=

وکیل بنادے کہ آپ میرا نکاح اپنے سے کرلیں، خواہ یہ وکیل بنانا زبانی ہو یا تحریری، یہ سب صورتیں درست ہیں،(۱) قابلِ لحاظ بات یہ ہے کہ غیر محرم شخص وکیل یا گواہ بن کر لڑکی کے پاس بے پردہ نہ جائے۔

فون اور انٹرنیٹ پر نکاح

مسئلہ (۸۲) : لڑکی ہندوستان میں اور لڑکا کسی اور ملک میں ہو، اور دونوں اپنے اپنے ملک میں رہ کر نکاح کرنا چاہتے ہیں، تو اس کی صورت یہ ہے کہ لڑکا فون یا انٹرنیٹ کے ذریعہ ہندوستان میں کسی کو اپنا وکیل بنادے کہ وہ اس کی طرف سے فلاں لڑکی کا نکاح قبول کرلے، اب ہندوستان میں مجلس نکاح منعقد کی جائے، قاضی صاحب یا لڑکے کے والد وغیرہ جو بھی نکاح پڑھائیں، وہ دو گواہوں کی موجودگی میں کہیں کہ میں نے فلاں لڑکی کا نکاح فلاں لڑکے سے، جو فلاں ملک میں ہے کردیا، اور وکیل کہے کہ میں اس نے لڑکی کو فلاں کے نکاح میں قبول کیا، تو اس طرح نکاح منعقد ہوجائے گا۔(۲)

=(۱) ما فی " الفتاوی الهندية " : يصح التوكيل بالنكاح ..... امرأة وكلت رجلاً بأن يزوجها عن نفسه فقال : زوجت فلانة من نفسي يجوز ، وإن لم تقل قبلت ، كذا في الخلاصة .

(۱/۲۹۴، ۲۹۵، كتاب النكاح ، الباب السادس في الوكالة بالنكاح) (فتاوی محمودیہ: ۱۷/۱۸۱)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : امرأة وكلت رجلاً ليتزوجها من نفسه فقال الوكيل بحضرة الشهود : تزوجت فلانة ، ولم يعرف الشهود فلانة لا يجوز النكاح ما لم يذكر اسمها أو اسم أبيها .

(۱/۲٦۸، كتاب النكاح)=

نابالغ لڑکا لڑکی کا اپنی مرضی سے نکاح

مسئلہ (۸۳) : والدین کو راضی رکھنا اور ان کی خوشی کو اپنی خوشی پر مقدم رکھنا بچوں کیلئے سعادت کی بات ہے، لیکن اگر وہ ایسی جگہ شادی کرنا چاہیں، جہاں لڑکے یا لڑکی کی طبیعت بالکل آمادہ نہیں، اور وہ جانتے ہیں کہ نکاح کے بعد ایک دوسرے کے حقوقِ زوجیت ادا نہیں کر سکیں گے، نباہ نہیں ہوگا، جو والدین کیلئے بھی کوفت کا سبب بنے گا، اس مجبوری سے شادی سے انکار کر سکتے ہیں، ان شاء اللہ وہ نافرمانی کے گنہگار نہیں ہوں گے، مگر بچوں کو چاہیے کہ نرمی سے والدین کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے پوری بات ان کے سامنے پیش کردیں، پھر بتادیں کہ فلاں جگہ شادی کرنا مناسب ہے، اور انہیں اعتماد میں لے کر اس جگہ شادی کرلیں، البتہ اگر لڑکی والدین یا اولیاء کی رضامندی کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرلے گی، تو والدین اور دیگر اولیاء کو حق اعتراض حاصل ہوگا، اور وہ قاضی کی عدالت میں اس نکاح کے فسخ کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ (۱)

= ما في " الدر المختار مع الشامية " : لا ينعقد بقبول بالفعل كقبض مهر ، ولا بتعاط ، ولا بكتابة حاضر بل غائب يشترط إعلام الشهود بما في الكتاب ما لم يكن بلفظ الأمر فيتولى الطرفين . الدر المختار . قال الشامي : هذا إذا كان الكتاب بلفظ التزوج ، أما إذا كان بلفظ الأمر كقوله : زوّجي نفسک مني لا يشترط إعلامها الشهود بما في الكتاب ، لأنها تتولى طرفي العقد بحكم الوكالة . (۴/۷۳/۷۴، كتاب النكاح ، مطلب التزوج بإرسال كتاب)

ما في " مختصر القدوري " : كل عقد يضيفه الوكيل إلى مؤكله كالنكاح والخلع والصلح عن دم العمد ، فإن حقوقه تتعلق بالمؤكل دون الوكيل فلا يطالب وكيل الزوج بالمهر ، ولا يلزم وكيل المرأة تسليمها . (ص/ ۱۲۲ ، كتاب الوكالة) (فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۲۲۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وقضىٰ ربک أن لا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين احساناً﴾ .

(سورة بني اسرائيل : ۲۳)=

منہ بولی اولاد کو اپنی طرف منسوب کرنا

مسئلہ (۸۴) : بسا اوقات کسی شخص کو اولاد نہ ہونے کی وجہ سے، وہ دوسرے کی اولاد کو گود لیتا ہے، اور ولدیت میں بجائے اس کے والد کے نام کے، اپنا نام لکھتا ہے، اور اسی کو شہرت بھی دیتا ہے، شرعاً اس طرح ولدیت کو بدلنا درست نہیں ہے، [۱] اگر اس طرح لڑکے کا نکاح کسی لڑکی کے ساتھ کر دیا گیا اور نکاح کے رجسٹر میں بھی اس کے اصل والد کے نام کی جگہ گود لینے والے کا نام باقی رکھا گیا، اور وہ لڑکا مجلس نکاح میں حاضر تھا، تو نکاح ہو جائے گا، اس میں کوئی خرابی نہیں آئے گی، کیوں کہ والد کے نام کی ضرورت جہالت کو دور کرنے کیلئے ہوتی ہے، جب کہ لڑکے کے مجلس نکاح میں حاضر ہونے کی وجہ سے اس کی ضرورت باقی نہ رہی۔ [۲]

= ما فی " شرح الوقایة " : نفذ نکاح حرة مکلفة ولو من غیر کفو بلا ولی . (۱۹/۲، کتاب النکاح ، باب الولی والکفوء ، النهر الفائق : ۲۰۲/۲ ، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء)

ما فی " مختصر القدوری " : والکفاء ة فی النکاح معتبرة ، فإذا تزوجت المرأة بغیر الکفوء فللأولیاء أن یفرقوا بینهما . (ص/ ۱۶۰ ، کتاب النکاح)

ما فی " شرح الوقایة " : للولی الاعتراض فی غیر الکفو .

(۱۹/۲ ، کتاب النکاح ، باب الولي والکفوء) (فتاوی محمودیہ:۱۶/ ۲۴۵)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿أدعوهم لآبائهم هو أقسط عند الله﴾ . (سورة الأحزاب : ۵)

ما فی " عون المعبود " : عن سعد بن مالک قال : سمعته أذنای ووعاه قلبی من محمد أنه قال : " من ادّعی إلی غیر أبیه وهو یعلم أنه غیر أبیه ، فالجنة علیه حرام " .

(ص/ ۲۱۸۲ ، کتاب الأدب ، باب فی الرجل ینتمي إلی غیر موالیه ، رقم الحدیث : ۵۱۱۳)

(۲) ما فی " الشامیة " :الحاصل أن الغائبة لا بد من ذکر اسمها واسم أبیها وجدها وإن کانت =

مخطوبہ کو دیکھنا

مسئلہ (۸۵) : اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ وہ پہلے ایک نظر اس کو دیکھ لے، تو شریعت نے اس کی گنجائش دی ہے، کہ کہیں موقع مل جائے تو چھپ چھپا کر دیکھ لیں، حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو پیغام نکاح دینا چاہتا ہے، تو اگر ممکن ہو تو اسے دیکھ لیں''۔ (۱)

حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحبؒ فرماتے ہیں: ''صاف صاف مطالبہ کرنا کہ مجھے دکھاؤ میں خود دیکھ لوں گا، تو یہ مناسب نہیں ہے، کیوں کہ اگر ہر شخص صاف صاف دیکھنے کا

= معروفة عند الشهود على قول ابن الفضل ، وعلى قول غيره : يكفى ذكر اسمها إن كانت معروفة عندهم ، وإلا فلا ، وبه جزم صاحب الهداية فى التجنيس وقال : لأن المقصود من التسمية التعريف وقد حصل ، وأقره فى الفتح والبحر .

(۴/ ۹۰، كتاب النكاح ، مطلب الخَصَّافُ كبيرٌ في العلم يجوز الاقتداء به ، بيروت)

ما فى " الفتاوى التاتارخانية " : إذا ذكروا فى النكاح اسم رجل وكنية أبيه ولم يذكروا إسم أبيه إن كان الرجل حاضراً مشاراً إليه جاز .

(۲/ ۲٦۰، كتاب النكاح ، الفصل الخامس فى تعريف المرأة والزوج) (فتاوی محمودیہ:۱٦/ ۱۱۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فى " بذل المجهود " : عن جابر بن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا خطب أحدكم المرأة ، فإن استطاع أن ينظر إلى ما يدعوه إلى نكاحها فليفعل " .

(۱/ ۲۸۴، كتاب النكاح ، باب الرجل ينظر إلى المرأة وهو يريد تزويجها)=

مطالبہ کرے اور یہ دروازہ کھول دیا جائے، تو نہیں معلوم ایک ایک لڑکی کو شادی کرنے کیلئے کتنے کتنے لڑکوں کو دکھانے کی نوبت آئے گی، ایک ناپسند کرے اس کی بھی شہرت ہوگی، اس سے احباب ناپسندیدگی کی وجہ دریافت کریں گے، وہ اسی کا حلیہ پوری تفصیل سے بتائے گا، گھوڑی اور گائے کی سی کیفیت ہوجائے گی کہ گاہک آتے ہیں، دیکھتے ہیں، ناپسند کرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ (۱)

منگیتر کے ساتھ خلوت وتنہائی

مسئلہ (۸۶) : نکاح سے پہلے منسوبہ کو چھپ چھپ کر دیکھنا جائز تو ہے (۲)، مگر بعض لوگوں نے اس امر جائز سے ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کردیا ہے، کہ تنہا کمرہ میں اپنی منسوبہ سے ملاقات کرکے ہاتھ میں ہاتھ ملاکر، دیر تک اس سے گفتگو اور خوش طبعی کرتے ہیں،

=(۱) ما فی " اعلاء السنن " : فدل علی أنه لا یجوز له أن یطلب من أولیاء ها أن یحضروها بین یدیه لما فی ذلک من الاستخفاف بهم ، ولا یجوز ارتکاب مثل ذلک لأمر مباح ، وقد یفضی ذلک إلی مفاسد عظیمة کما لا یخفیٰ ، وإنما یجوز له أن یتخبا لها وینظر إلیها خفیة .

(۱۷/۳۸۴، کتاب الحظر والإباحة ، باب جواز النظر إلی المخطوبة) (فتاوی محمودیہ:۱۶/۴۵)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " الحدیث النبوی " : عن جابر قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا خطب أحدکم المرأة، فإن استطاع أن ینظر إلی ما یدعوه إلی نکاحها فلیفعل " . رواه أبوداود .

(مشکوة المصابیح :ص/۲۶۸، کتاب النکاح ، باب النظر إلی المخطوبة وبیان العورات ، مکتبه رشیدیه سهارنفور)

ما فی " عون المعبود " : قوله : (فکنت أتخبّأ) أی اختفی . (ص/۹۲۸)=

اور بعض لوگ تو لڑکے اور لڑکی کو کسی جگہ ساتھ رہنے اور زندگی کا کچھ حصہ مل کر گذارنے کیلئے تجربہ کے طور پر بھیج دیتے ہیں، شرعاً یہ دونوں باتیں ناجائز وحرام ہیں [۱]، کیوں کہ نکاح سے پہلے دونوں اجنبی ہیں، اور اجنبیہ کے ساتھ خلوت وتنہائی کو فقہاء کرام نے حرام قرار دیا ہے۔

جہیز کا مطالبہ

مسئلہ (۸۷) : شادی کے موقع پر لڑکے یا اس کے گھر والوں کا لڑکی کے گھر والوں سے سامان، یا نقد رقم کا مطالبہ شرعاً رشوت اور حرام ہے، لڑکے والوں پر اس کی واپسی لازم ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''تم لوگوں کا مال باطل اور ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ''۔ [۲]

=(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن جابر قال : قال رسول الله ﷺ : " ألا لا يبيتَنَّ رجلٌ عند امرأة ثيِّب إلا أن يكون ناكحاً أو ذا محرمٍ " .

(مشكوة المصابيح : ص/ ۲٦۸ ، كتاب النكاح ، باب النظر إلى المخطوبة وبيان العورات)

ما فی " مرقاة المفاتيح " : والمراد من البيتوتة هنا التخلي ليلاً كان أو نهاراً .

(۲۵۲/٦ ، كتاب النكاح)

ما فی " الدر المختار " : الخلوة بالأجنبية حرام . (۵۳۹/۹ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل فی النظر)

ما فی " الفقه الإسلامی وأدلته " : وأما المعاشرة قبل الزواج والذهاب معاً إلى الأماكن العامة وغيرها كله ممنوع شرعاً . (۲۵/۷)

ما فی " البحر الرائق " : لا تسافر المرأة فوق ثلاثة أيام إلا بزواج أو محرم . (۱۹۴/۸)

(فتاوی محمودیہ: ۱٦/ ۴۷)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين اٰمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ .

(سورة النساء : ۲۹)=

اورآپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''کسی مسلمان کا مال اس کی رضامندی اورخوش دلی کے بغیر کھانا جائز نہیں ہے''۔[1]

لہٰذا شادی کے موقع پرلڑکے والوں کا،لڑکی والوں سے نقد یا سامان کا مطالبہ شرعاً ناجائز ہے،اوراگرلڑکی والے بلامطالبہ دیں تب بھی اس کا لینا جائز نہیں ہے، کیوں کہ فقہ کا مسلم اصول ہے: '' المعروف کالمشروط ''[2]، کہ جو چیز ماحول اورمعاشرت میں عام ہواس کوشرط لگا کرلیں، یا بلا شرط لگا کرلیں، دونوں کا حکم یکساں ہے۔البتہ لڑکی کے ماں باپ وغیرہ اپنی لڑکی کو،اپنی وسعت کے مطابق سامانِ جہیز دے سکتے ہیں[3]، اور یہ لڑکی کی ملک ہوگا، نہ کہ لڑکے کی۔

= (۱) مـا فـی '' الـحـدیـث النبوی '' : قال رسول الله ﷺ : '' لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه '' . (مشکوٰة المصابیح :ص/ ۲۵۵، السنن الکبریٰ للبیهقی : ۶/ ۱۶۶)

ما فی '' الشامیة '' : لا یجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعي .

(۶/ ۷۷، کتـاب الـحـدود ، بـاب الـتـعزیر ، مطلب فی التعزیر بأخذ المال ، البحر الرائق :۵/ ۶۸، کتاب الحدود ، فصل فی التعزیر)

(۲) ما فی '' درر الحکام شرح مجلة الأحکام '' : المعروف عرفاً کالمشروط شرطاً .

(۱/ ۵۱، رقم المادة : ۴۳، شرح القواعد الفقهیة لعلي أحمد الندوي :ص/ ۲۳۷)

(۳) مـا فـي '' الســنـن لـلنسائي '' : عن علي رضي الله عنه قال : '' جهز رسول الله ﷺ فاطمة في خمیل وقربة ووسادة حشوها اذخر ''. (۲/ ۷۷، باب جهاز الرجل ابنته)

مـا فـي'' الـنهـر الـفـائق'' : ولو جهز بنته وسلمه إلیها لیس له في الاستحسان استرداده منها ، وعلیه الفتوی . (۲/ ۲۶۵، کتاب النکاح ، باب المهر) (فتاویٰ محمودیہ:۱۷/ ۴۰۵)

میاں بیوی کا آپس میں دی گئیں اشیاء کا طلب کرنا

مسئلہ (۸۸) : بسا اوقات رشتۂ نکاح طے کرتے وقت لڑکا لڑکی کے خاندانوں کی معیشت ومعاشرت، خو، بو، طور، طریقہ میں یکسانیت کا لحاظ نہیں کیا جاتا ہے،[۱] جس کی وجہ سے مصالح نکاح کا نظم برقرار رہنا دشوار ہوتا ہے، اور میاں بیوی کے درمیان تفریق وجدائیگی کی نوبت آجاتی ہے، تو لڑکی اور لڑکے کے والدین عقد نکاح میں دیئے ہوئے کپڑے، زیورات اور دوسرے اخراجات ایک دوسرے سے مانگتے ہیں، اس سلسلے میں شرعی ہدایت یہ ہے کہ جو چیزیں فریقین نے ایک دوسرے کو بطور تملیک دی تھیں وہ واپس نہیں لی جاسکتیں،[۲] اور جو چیزیں عاریۃً دی گئی تھیں وہ واپس لی جاسکتی ہیں،[۳] رہا بوقت نکاح آنے والا خرچ تو وہ واپس نہیں لیا جاسکتا۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : أو تعتبر الكفاءة للزوم النكاح . الدرالمختار . وفي الشامي : أى على ظاهر الرواية ولصحة على رواية الحسن المختارة للفتوىٰ .

(۲۰۹/۴، کتاب النکاح ، باب الکفاءة)

ما فی " مختصر القدوری " : إن وهب هبة لذى رحم محرم منه فلا رجوع فيها ، وكذلك ما وهبه أحد الزوجين للآخر . (ص/۱۳۷، كتاب الهبة)

(۲) ما فی " مختصر القدوری " : وللمعير أن يرجع فى العارية متى شاء .

(ص/۱۴۵، كتاب العارية)

(۳) ما فی " الفتاوى الهندية " : وإذا وهب أحد الزوجين لصاحبه لا يرجع فى الهبة ، وإن انقطع النكاح بينهما . (۳۸۶/۴، كتاب الهبة ، الباب الخامس فى الرجوع فى الهبة)

شادی میں چھوہارے لٹانا

مسئلہ (۸۹) : بعض لوگ کہتے ہیں کہ شادی میں تقسیم کئے جانے والے چھوہارے لڑکی والوں کو لانا ضروری ہیں، جب کہ بعضوں کا یہ خیال ہے کہ یہ لڑکے والوں پر لازم ہے، صحیح بات یہ ہے کہ لازم وضروری کسی پر بھی نہیں ہے، جو اس فضیلت کو حاصل کرنا چاہے لے آئے۔(۱)

نکاح کے بعد دولہے کا حاضرین کو سلام

مسئلہ (۹۰) : بعض علاقوں میں یہ رواج عام ہے کہ نکاح کے فوراً بعد، دولہا حاضرینِ مجلس کو سلام کرتا ہے، اور بعض لوگوں سے مصافحہ بھی کرتا ہے، جب کہ شرع اسلامی میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، لہذا یہ بے اصل وبدعت ہے، اس سے بچنا ہی بہتر ہے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿فاستبقوا الخیرات﴾ . (سورة البقرة : ۱۴۸)

مـا فـی " أحـکام القرآن للجصاص " : یعنی المبادرة والمسارعة إلی الطاعات ، وھذا یحتج به فی أن تعجیل الطاعات أفضل من تأخیرھا ما لم تقم الدلالة علی فضیلة التاخیر . (۱/۱۱۱)

ما في "الحدیث": عن معاذ بن جبل رضي الله عنه ، أن النبي ﷺ حضر في أملاک (أي نکاح) فأتي بـطبـاق عـلیھـا جـوز ولـوز وثـمر فنثرت فقبضنا أیدینا ، فقال : ما بالکم لا تأخذون ؟ فقالوا : لأنک نھیت عن النھبیٰ ، فقال : " ما نھیتکم عن نھبی العساکر ، خذوا علی إسم الله فجازینا وجازیناه " .

(إعلاء السنن : ۱۱/۱۷ ، کتاب النکاح ، باب جواز الولیمة)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فی " الحدیث النبوی " : " من أحدث فی أمرنا ھذا ما لیس منه فھو رد " .

(صحیح البخاري : ۱/۳۷۱، کتاب الصلح ، باب إذا اصطلحوا الخ ، رقم الحدیث : ۲۶۹۷)=

رسومات والے نکاح میں شرکت

مسئلہ (۹۱) : جس شادی میں سہرا باندھنا، آتش بازی، فوٹو گرافی، ویڈیو سازی اور دیگر رسومات وخرافات ہوں، تو ایسی شادی میں شرکت کرنا، خاص کران حضرات علماء کیلئے جو مقتداء ہوں، اور پہلے سے انہیں اس کا علم بھی ہو درست نہیں ہے، اور اگر پہلے سے اس کا علم نہیں تھا اور حاضر ہوگیا تو ان خرافات سے روک دیں، اور اگر روکنے کی قدرت نہیں تو واپس چلے آئیں، اور شرکت نہ کریں۔ (۱)

= ما في " كتاب التعريفات للجرجاني ": البدعة هي الأمر المحدث الذي لم يكن عليه الصحابة والتابعون ، ولم يكن مما اقتضاه الدليل الشرعي . (ص/۴۷)

ما فی " الشامية " : اعلم أن المصافحة مستحبة عند كل لقاءٍ ، وأما ما اعتاده الناس من المصافحة بعد صلوٰة الصبح والعصر فلا أصل له فی الشرع .

(۹/۵۴۷، کتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء)

ما فی " السعاية " : إن السلام إنما هو سنة عند الملاقاة كما ثبت ذلک فی الأخبار لا فی أثناء المجالسة . (۲/۲۶۴، باب صفة الصلوٰة) (فتاوی محمودیہ:۱۷/۴۲۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿فلا تقعد بعد الذكرىٰ مع القوم الظٰلمين﴾ . (سورة الأنعام : ۶۸)

ما فی " صحيح البخاري " : ورأى ابن مسعود صورةً فی البيت فرجع ، ودعا ابن عمر أبا أيوب فرأى فی البيت ستراً على الجدار ، فقال ابن عمر : غَلَبَنَا عليه النساء ، فقال : من كنت أخشىٰ عليه فلم أكن أخشىٰ عليک ، والله لا أطعم لكم طعاماً فرجع . (ص/۹۵۳، كتاب النكاح ، باب هل يرجع إذا رأى منكراً فی الدعوة ، رقم الحديث : ۵۱۸۱ ، دار احياء التراث العربي بيروت)

ما فی " الدر المختار مع الشامی " : دعي إلى وليمة وثمة لعب أو غناء ..... فلو على المائدة لا ينبغی أن يقعد بل يخرج معرضاً لقوله تعالى : ﴿فلا تقعد بعد الذكرىٰ مع القوم الظلمين﴾ فإن قدر =

شادی کارڈ (Wedding Card) چھپوانا

مسئلہ (۹۲) : مجلسِ عقد میں شرکت کی دعوت آپ ﷺ سے ثابت ہے، آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کے نکاح کے وقت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کبارِ صحابہ، مثلاً حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرات انصار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ایک جماعت کے پاس بھیج کر، انہیں مجلس عقد میں دعوتِ شرکت دی تھی [1]، اس لیے مجلس عقد میں دعوت شرکت دینے کیلئے شادی کارڈ کا چھپوانا جائز ہے، بشرطیکہ

= علی المنع فعل وإلا صبر إن لم یکن ممن یقتدیٰ به ، فإن کان مقتدی ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد ، لأن فیه شین الدین ، وإن علم أولاً لا یحضر أصلاً .

(۹/ ۵۰۱، ۵۰۲، کتاب الحظر والإباحة ، قبیل فصل فی اللبس)

ما فی " الفتاوی الهندية " : من دعی إلی ولیمة فوجد ثمة لعبا أو غناء فلا بأس أن یقعد ویأکل ، فإن قدر علی المنع یمنعهم ، وإن لم یقدر یصبر ، هذا إذا لم یکن مقتدی به ، أما إذا کان ولم یقدر علی منعهم ، فإنه یخرج ولا یقعد ، ولو کان ذلک علی المائدة لا ینبغی أن یقعد ، وإن لم یکن مقتدی به ، وهذا کله بعد الحضور ، أما إذا علم قبل الحضور فلا یحضر ، لأنه لا یلزمه حق الدعوة .

(۵/ ۳۴۳، کتاب الکراهية ، الباب الثانی عشر فی الهدایا ، البحر الرائق : ۸/ ۱۸۸ ، کتاب الحظر والإباحة ، فصل فی الأکل والشرب)

ما في " الحديث النبوي " :عن أبي سعيد الخدري ، عن رسول الله ﷺ قال : " من رأی منکم منکراً فلیغیره بیده ، فإن لم یستطع فبلسانه ، فإن لم یستطع فبقلبه ، وذلک أضعف الإیمان " . رواه مسلم

(مشکوٰة المصابیح :ص/ ۴۳۶، باب الأمر بالمعروف ، الفصل الأول) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۷/ ۴۴۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " شرح الزرقاني مع المواهب اللدنية " : عن أنس رضی الله تعالی عنه ، خطبها علي بعد أن خطبها أبو بکر ثم عمر ، قال أنس : ثم دعاني علیه الصلوٰة والسلام بعد أیام فقال : أدع لي أبا بکر وعمر وعثمان وعبد الرحمن بن عوف ، وعدة من الأنصار جماعة بینهم له . (۲/ ۲، ۳)=

وہ اِسراف وفضول خرچی کی حد میں داخل نہ ہو[۱]، جیسا کہ آج کل اس میں بڑے اِسراف سے کام لیا جاتا ہے، کہ ایک ایک دعوت نامہ پچاس پچاس، یا سوسو روپئے، یا اس سے بھی زائد کا ہوتا ہے، جب کہ اس کا مقصد صرف نکاح کی دعوت دینا ہوتا ہے، اور جسے وہ دیا جاتا ہے، وہ بھی اسے اپنے سر آنکھوں پر نہیں رکھتا بلکہ لاپرواہی سے ڈال دیتا ہے، کہ وہ کسی کام میں آ بھی نہیں سکتا، اس اعتبار سے یہ اضاعتِ مال میں داخل ہے، حالانکہ شریعتِ اسلامیہ کے مقاصد میں سے ایک عظیم مقصد حفاظتِ مال بھی ہے[۲]، یہی وجہ ہے کہ اس نے مال کو ضائع کرنے اور بے جا خرچ کرنے سے منع فرمایا ہے، امید کہ اس سے پرہیز کیا جائے گا۔

=(۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿کلوا واشربوا ولا تسرفوا ، إنه لا یحب المسرفین﴾ .
(سورۃ الأعراف : ۳۱)

ما فی " أحکام القرآن لإبن العربی " : الإسراف تعدی الحد ، فنهاهم عن تعدی الحلال إلی الحرام ، وقیل ألا یزیدوا علی قدر الحاجة . (۲/۸۱۷)

ما فی " القرآن الکریم " : ﴿ولا تبذر تبذیراً ، إن المبذرین کانوا إخوان الشیٰطین﴾ .
(سورۃ الإسراء : ۲۶/۲۷)

ما فی " التفسیر الکبیر للرازی " : والتبذیر فی اللغة : إفساد المال وانفاقه فی السرف . (۷/۳۲۸)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن المغیرة بن شعبة قال : قال النبی ﷺ : " إن الله حرم علیکم عقوق الأمهات ، ووأد البنات ، ومنع وهات ، وکره لکم قیل وقال ، وکثرة السوال ، وإضاعة المال " . (صحیح البخاری : ۱/۳۲۴، رقم الحدیث : ۲۴۰۸، کتاب فی الاستقراض)

ما فی " فتح الباری " : قوله : (وإضاعة المال) وقد قال الجمهور : إن المراد به السرف فی إنفاقه. (۵/۸۶)

(۲) ما فی " الموافقات فی أصول الأحکام للإمام الشاطبی" : ومجموع الضروریات خمسة ، وهی حفظ الدین والنفس والنسل والمال والعقل . (۲/۴، کتاب المقاصد ، المسئلة الأولی)

(فتاوی محمودیہ: ۱۷/۳۸۹)

نکاح والوں سے مسجد کے لیے رقم لینا

مسئلہ (۹۳): بعض گاؤں اور علاقوں میں نکاح کے موقع پر نکاح خوانی کی اجرت کے علاوہ لڑکے اور لڑکی والوں کی طرف سے، مسجد کیلئے ایک مقرر رقم لی جاتی ہے، اور اس کا دینا لازم وضروری سمجھا جاتا ہے، شرعاً اس طرح اس رقم کا لینا جائز نہیں ہے، اور نہ ہی اس رقم کا استعمال مصارف مسجد میں درست ہے، ہاں لڑکے لڑکی والے بخوشی کچھ رقم دیدیں، تو اس کے لینے کی اجازت ہے، پابندیٔ رسم کی وجہ سے مجبوراً دیں تو درست نہیں ہے۔ (۱)

مہر میں کمی زیادتی

مسئلہ (۹۴): جواز نکاح کا مقصد محض عورتوں کا حلال ہونا نہیں، بلکہ اس کے عظیم مقاصد میں سلسلۂ توالد وتناسل کا قیامت تک جاری رہنا ہے، وہیں میاں بیوی کی عزت وعصمت اور بدنگاہی سے صیانت وحفاظت بھی ہے، نکاح کے یہ عظیم مقاصد اسی وقت حاصل

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوي " : قال رسول الله ﷺ : " ألا لا تظلموا ، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه " . (مشكوة المصابيح :ص/۲۵۵ ، باب الغصب والعارية ، الفصل الثاني)

ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بلا إذنه .... وفيه أيضاً : لا يجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي .

(۱/۱۹۶ . ۱۹۸ ، رقم المادة : ۹۶ . ۹۸)

ما في " الشامية " : قال الشامي : قال تاج الشريعة : أما لو أنفق في ذلك مالاً خبيثاً ، ومالاً سببه الخبيث والطيب فيكره ، لأن الله تعالى لا يقبل إلا الطيب ، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله .

(۲/۳۷۳، كتاب الصلوٰة، مطلب كلمة لا بأس) (فتاویٰ محمودیہ:۱۷/۴۶۵)

ہوں گے جب کہ نکاح میں دوام وقرار ہو، اور دوام وقرار اسی وقت حاصل ہوگا جب کہ عورت مرد کے نگاہ میں معزز ومکرم ہو، اور یہ اس وقت ہوگا جب کہ عورت کا حصول ایسے مال کے عوض ہو جس کی خاطر خواہ عظمت ہو، (۱) اسی لئے شریعت نے نکاح میں مہر کو واجب قرار دیا ہے، (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " بدائع الصنائع " : لأن ملک النکاح لم یشرع لعینه بل لمقاصد لا لحصول لها إلا بالدوام على النکاح والقرار علیه ، ولا یدوم إلا بوجوب .... المهر بنفیس العقد لما یجری بین الزوجین من الأسباب التی تحمل الزوج على الطلاق من الوحشة والخشونة ، فلو لم یجب المهر بنفس العقد لا یبالی الزوج عن إزالة هذا الملک بأدنی خشونة تحدث بینهما ، لأنه لا یشق علیه إزالته لما لم یخف لزوم المهر فلا تحصل المقاصد المطلوبة من النکاح ، ولأن مصالح النکاح ومقاصده لا تحصل إلا بالموافقة ، ولا تحصل الموافقة إلا إذا کانت المرأة عزیزة مکرمة عند الزوج ، ولا عزة إلا بانسداد طریق الوصول إلیها إلا بمال له خطر عنده .

(۴۸۵/۳، کتاب النکاح)

ما فی " حجة الله البالغة " : أقول : والیسر فیما سنن أنه ینبغی أن یکون المهر بما یتشاح به ، ویکون له بال ینبغی ألا یکون مما یتعذر أداء ہ عادة بحسب ما علیه قومه ، وهذا القدر نصاب صالح حسبما کان علیه الناس فی زمانه ﷺ ، وکذلک أکثر الناس بعده اللهم إلا ناس أغنیاؤهم بمنزلة الملوک على الأسرة ، وکان أهل الجاهلیة یظلمون النساء فی صدقاتهن بمطل أو نقص ، فأنزل الله تعالى : ﴿وآتوا النسآء صدقاتهنّ نحلة ، فإن طبن لکم﴾ . (۲۲۶/۲، صفة النکاح)

(۲) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿قد علمنا ما فرضنا علیهم فی أزواجهم﴾ .

(سورة الأحزاب : ۵۰)

ما فی " أحکام القرآن للجصاص " : قال قتادة : فرض أن لا ینکح امرأة إلا بولی وشاهدین وصداقٍ . (۴۸۰/۳)=

زیادہ سے زیادہ مہر کی مقدار شریعت نے مقرر نہیں کی، وہ میاں بیوی کی رائے پر موقوف ہے،[۱] جتنی مقدار بآسانی ادا کر سکے، اور لڑکی کے حالات کے مناسب بھی ہو، تجویز کرنا چاہیے، البتہ شریعت نے مہر کی کم سے کم مقدار کو متعین کیا ہے، اور وہ دس درہم، یعنی ہمارے موجودہ وزن کے اعتبار سے ساڑھے تین تولہ چاندی یا اس کی قیمت ہے،[۲] اس سے کم مہر رکھنا شرعاً درست نہیں ہے، آج ہمارا معاشرہ مہر کے سلسلے میں افراط وتفریط کا شکار ہے، کہیں مہر اس قدر زیادہ رکھا جاتا ہے کہ شوہر کیلئے اس کی ادائیگی بڑا مسئلہ بن جاتا ہے،[۳] آخرکار وہ یا تو مہر معاف کرواتا ہے، یا ادا کئے بغیر ہی مرجاتا ہے، اور کہیں مہر اس قدر کم رکھا جاتا ہے کہ وہ مہر کی کم سے کم مقدار شرعی کے برابر بھی نہیں ہوتا، اس لئے روپیوں میں مہر متعین کرتے وقت ساڑھے تین تولہ چاندی کی موجودہ قیمت معلوم کرکے ہی مہر مقرر کرنا چاہیے، امید کہ اس جانب خاص توجہ دی جائے گی۔

= (۱) ما فی " أصول الشاشی " : قد علمنا ما فرضنا علیهم فی أزواجهم ، خاص فی التقدیر الشرعی فلا یترک العمل به باعتبار أنه عقد مالی ، فیعتبر بالعقود المالیة ، فیکون تقدیر المال فیه موکولاً إلی رأی الزوجین . (ص/۵)

(۲) ما فی " سنن الدار قطنی " : عن جابر بن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : " لا تنکحوا النساء إلا الأکفاء ، ولا یزوجهن إلا الأولیاء ، ولا مهر دون عشرة دراهم " .

(۱۷۳/۳ ، کتاب النکاح ، رقم الحدیث : ۳۵۵۹)

(۳) ما فی " مشکوة المصابیح " : عن عمر بن الخطاب قال : " ألا تغالوا فی صدقة النساء ، فإنها لو کانت مکرمة فی الدنیا وتقوی عند الله لکان أولکم بها نبی الله ﷺ " .

(ص/۲۷۷ ، باب الصداق) (فتاوی محمودیہ: ۲۷۵/۱۷)

فصل في الطلاق والحضانة

(طلاق اور پرورش کے مسائل)

طلاق کے بعد بچوں کی پرورش کا حق

مسئلہ (۹۵) : اگر میاں بیوی کے درمیان طلاق وغیرہ کے ذریعہ جدائیگی ہوجائے اوران کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں، تو لڑکا سات سال کا ہونے تک اور لڑکی بالغہ ہونے تک ماں کی پرورش میں رہیں گے،[۱] اوران کا خرچ باپ کے ذمہ واجب ہوگا۔[۲]

رہی خرچ کی مقدار تو وہ شریعت نے متعین نہیں کی، اس کی مقدار زمانہ کے نرخ اجناس وغیرہ کے اعتبار سے، باہمی مصالحت یا جماعت کے مشورہ سے طے کی جائے گی، اور شوہر کو وہ مقدار تسلیم کرنی ہوگی۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : عن عبد الله بن عمرو أن امرأة قالت : يا رسول الله ﷺ ! إن ابني هذا كان بطني له وعاء ، ويديي له سقاء ، وحجری له حواء ، وإن أباه طلقنی ، وأراد أن ينزعه منی ، فقال لها رسول الله ﷺ : " أنت أحق به ما لم تنكحی " .

(السنن لأبی داود :ص/ ۳۱۰، كتاب الطلاق ، باب من أحق بالولد)

ما فی " الفتاوی الهندية " : والأم والجدة أحق بالغلام حتى يستغنی ، وقدر بسبع سنين ، وقال القدوری: حتى يأكل وحده ويشرب وحده ، ويستنجی وحده ، وقدره أبو بكر الرازی بتسع سنين ، والفتوی الأول ، والأم والجدة أحق بالجارية حتى تحيض . (۱/ ۵۴۲، الباب السادس عشر فی الحضانة)

(۲) ما فی " المبسوط للسرخسی " : إن النفقة بعد الفطام على الأب لا يشاركه أحد فی ذلک باعتبار أن الولد جزء منه ، والانفاق عليه كالإنفاق على نفسه .

(۶/ ۱۹۲، باب حكم الولد عند افتراق الزوجين)=

حلالہ کے بعد زوجِ اول کو نکاح پر مجبور کرنا

مسئلہ (۹۶) : جب شوہر اپنی بیوی کو تین طلاق دیدے، تو اس پر اس کی بیوی حرام ہوجاتی ہے، اب دوبارہ ایک ساتھ رہنے کی کوئی صورت نہیں، سوائے اس کے کہ عدت گذرجانے کے بعد یہ عورت کسی اور مرد سے نکاح کرلے، وہ اس کے ساتھ میاں بیوی کے تعلقات قائم کرلے، پھر یا تو وہ طلاق دیدے، یا مرجائے، اب عورت عدتِ طلاق یا وفات گذار کر زوجِ اول کے لیے حلال ہوگی۔ (۱)

= ما في " الهداية " : ونفقة الأولاد الصغار على الأب ، لا يشاركه فيها أحد كما لا يشاركه في نفقة الزوجة . (۲/۴۴۴، كتاب الطلاق ، باب النفقة ، كذا في الكافي في الفقه الحنفي : ۳/۱۰۴۶ ، نفقة الحضانة على من)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويقدر بقدر الغلاء والرخص ولا تقدر بدراهم ودنانير . الدر المختار . قال الشامي : أي يراعى كل وقت أو مكان بما يناسبه .... أي لا تقدر بشيء معين بحيث لا يزيد ولا تنقص في كل مكان وزمان ..... وإنما على القاضي في زماننا اعتبار الكفاية بالمعروف كما في الذخيرة . (۵/۲۳۶، باب النفقة ، مطلب في أخذ المرأة كفيلا بالنفقة، المبسوط للسرخسي : ۵/۷۳، باب النفقة) (فتاوی رحیمیہ: ۸/۴۵۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فإن طلّقها فلا تحل له من بعدُ حتى تنكحَ زوجاً غيره﴾ .

(سورة البقرة : ۲۲۹)

ما في " الموسوعة الفقهية الكويتية " : وإنما تنتهي الحرمة وتحل للزوج الأول بشروط : النكاح .... أول شروط التحليل : النكاح ، لقوله تعالى : ﴿حتى تنكح زوجاً غيره﴾ فقد نفى حل المرأة لمطلقها ثلاثاً .... صحة النكاح : يشترط في النكاح الثاني لكي تحل المرأة للأول : أن يكون صحيحاً ، ولا تحل للأول إذا كان النكاح فاسداً ، حتى لو دخل بها ... الوطء في الفرج :=

عموماً لوگ عدت گذر جانے سے پہلے ہی اس عورت کا کسی مرد سے نکاح کر دیتے ہیں، اور وہ چند ایام اس کے ساتھ گذار کر طلاق دیدیتا ہے، اورابھی اس کے طلاق کی عدت گذرنے بھی نہیں پاتی کہ زوجِ اول اس سے نکاح کر لیتا ہے، اس صورت میں یہ عورت نہ زوجِ ثانی کے لیے حلال ہے، کیوں کہ نکاح عدت میں ہوا[1]، اور نہ زوجِ ثانی کے نکاح کے بعد زوجِ اول کے لیے حلال ہے، کیوں کہ زوجِ ثانی کا نکاح، نکاحِ فاسد ہے، اور نکاحِ فاسد سے حلالہ نہیں ہوتا۔

=ذهب الجمهور إلى أنه يشترط مع صحة الزواج : أن يطأها الزوج الثاني في الفرج ، فلو وطئها دون الفرج ، أو في الدبر لم تحل للأول ، لأن النبي ﷺ علق الحل على ذوق العسيلة منهما ، فقال لامرأة رفاعة القرظي : " أتريدين أن ترجعي إلى رفاعة ؟ لا ، حتى تذوقي عُسيلته ويذوق عسيلتک " . (۱۰/۲۵۵ ، تحليل)=

= (۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعزموا عُقدةَ النكاح حتى يبلغَ الكتابُ أجله﴾ .

(سورة البقرة : ۲۳۵)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح﴾ والمعنى لا تعزموا عقد النكاح في زمان العدة .... قال النحاس : ويجوز أن يكون : ولا تعقدوا عقدة النكاح معنى تعزموا تعقدوا واحدا . (۱۹۲/۳)

ما في " الشامية " : أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير ، لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلا . (۲۰۳/۴ ، مطلب في النكاح الفاسد)

ما في " الموسوعة الفقهية " : اتفق العلماء على أنه لا يجوز للرجل نكاح المعتدة . (۳۴۶/۲۹)

ما في " الفتاوى الهندية " : لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره ، وكذا المعتدة .

(۲۸۰/۱ ، في بيان المحرمات)=

اسی طرح بسا اوقات لڑکی کے والدین وغیرہ حلالہ کے بعد زوجِ اول کو دوبارہ اس عورت سے شادی کرنے پر مختلف انداز سے مجبور کرتے ہیں، اور نکاح نہ کرنے کی صورت میں کورٹ میں اس کے خلاف مقدمہ دائر کرنے کی دھمکی دیتے ہیں، شرعاً ان کا یہ عمل بھی جائز نہیں ہے، کیوں کہ حلالہ کے بعد شریعت نے شوہر کو اختیار دیا ہے، چاہے تو وہ نکاح کرے اور چاہے تو نہ کرے، اس پر دوبارہ نکاح کرنا واجب ولازم نہیں ہے، کیوں کہ یہ مشروعیتِ طلاق کی حکمت کے خلاف ہے۔

حکمتِ طلاق یہ ہے کہ جب میاں بیوی ایک دوسرے پر واجب حقوق ادا کرنے سے عاجز ہوں، اور نباہ کی کوئی صورت باقی نہ رہے، تو وہ طلاق وغیرہ کے ذریعہ ایک دوسرے سے چھٹکارا پالے، اور مستقل کرب واضطراب، ٹینشن وڈپریشن کے ساتھ زندگی نہ گذاریں۔ (۱)

=(۱) ما في " الدر المختار الشامية " : ومن محاسنه التخلص به من المكاره . الدر المختار. قوله: (ومن محاسنه التخلص به من المكاره) أي الدينية والدنيوية . بحر. أي كأن عجز عن إقامة حقوق الزوج ، أو كان لا يشتهيها . (۴/ ۴۲۹، كتاب الطلاق)

ما في " الشامية " :وأما الطلاق فإن الأصل فيه الحظر ، بمعنى أنه محظور إلا لعارض يبيحه ، وهو معنى قولهم : " الأصل فيه الحظر " . والإباحة للحاجة إلى الخلاص .... ولهذا قالوا : إن سببه الحاجة إلى الخلاص عند تباين الأخلاق وعروض البغضاء الموجبة عدم إقامة حدود الله تعالى .... وعليه حديث : " أبغض الحلال إلى الله الطلاق " . قال في الفتح : ويحمل لفظ المباح على ما أبيح في بعض الأوقات : أعني أوقات تحقق الحاجة المبيحة اهـ. وإذا وجدت الحاجة المذكورة أبيح .... إن إباحته للحاجة إلى الخلاص ، فلم يبيحوه إلا عند الحاجة إليه لا عند مجرد إرادة الخلاص ، وإن أراد الخلاص عند الحاجة إليه فهو المطلوب .

(۴/ ۴۲۸، كتاب الطلاق ، دار الكتب العلمية بيروت)

باب العدة والنفقة

(عدت اور نفقہ کا بیان)

عدت، طلاق کے بعد معتبر ہوتی ہے

مسئلہ (۹۷): بسا اوقات نکاح کے بعد میاں بیوی کچھ دن یا مہینے ساتھ میں رہتے ہیں، پھر دونوں میں کسی بات پر اَن بَن ہونے کی وجہ سے عورت ناراض ہوکر اپنے والدین کے گھر بیٹھ جاتی ہے، اور اس طرح ایک لمبا عرصہ (مثلاً دو تین سال) گذر جاتا ہے، اور دونوں کے دوبارہ ایک ساتھ رہنے کی کوئی صورت نہیں بن پاتی ہے، تو شوہر اسے طلاق دیدیتا ہے، اب خود عورت یا اس کے والدین یہ خیال کرتے ہیں کہ چوں کہ ایک لمبے عرصے سے ازدواجی تعلقات کی نوبت نہیں آئی، اس لئے عورت پر عدت واجب نہیں ہوگی، اور طلاق کے فوراً بعد کسی اور سے اس کا نکاح کردیتے ہیں، جو شرعاً جائز نہیں ہے، (۱) کیوں کہ عدت کا اعتبار شوہر کی وفات یا طلاق کے بعد ہوتا ہے، (۲) اس سے پہلے نہیں، اس لئے صورتِ مذکورہ میں عورت پر طلاق کے بعد عدتِ طلاق کا گذارنا ضروری ہے، اس کے بعد ہی وہ کسی اور کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی الهندية " : لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره ، وكذلك المعتدة ، كذا فی السراج الوهاج ، سواء كانت العدة عن طلاق أو وفاة .

(۱/ ۲۸۰، كتاب النكاح ، القسم السادس المحرمات التی يتعلق بها حق الغير)

ما فی " بدائع الصنائع " : فی شرط الزوجة : منها أن لا تكون معتدة الغير لقوله تعالى :﴿ولا تَعزِموا عُقدةَ النكاح حتى يبلغ الكتابُ أجلَه﴾ أی ما كتب عليها من التربص ، ولأن بعض أحكام =

....

....

....

....

....

= النكاح حالة العدة قائم فكان النكاح قائماً من وجه ، والثابت من وجه كالثابت من كل وجه في باب الحرمات . (۳/ ۱۵۴، كتاب النكاح ، فصل في شرط الزوجة)

(۲) ما في " البحر الرائق " : (ومبدأ العدة بعد الطلاق والموت) يعني إبتداء عدة الطلاق من وقته وإبتداء عدة الوفاة من وقتها .... لأن سبب وجوبها الطلاق أو الوفاة فيعتبر إبتداء ها من وقت وجود السبب كذا في الهداية . (۴/۲۴۳، باب العدة)

ما في " الفتاوى الهندية " : وإبتداء العدة في الطلاق عقيب الطلاق وفي الوفاة عقيب الوفاة كذا في الهداية . (۱/ ۵۳۱، الباب الثالث عشر في العدة)

ما في " الدر المختار " : ومبدأ العدة بعد الطلاق وبعد الموت على الفور .

(۵/۲۰۲ ، باب العدة ، الهداية : ۲/۴۲۵ ، باب العدة ، شرح الوقاية : ۲/۱۵۰ ، باب العدة ، عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية : ۲/۱۵۰)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فإذا بلغن أجلهنّ فلا جناح عليكم فيما فعلن في أنفسهنّ بالمعروف ، والله بما تعملون خبير﴾ . (سورة البقرة : ۲۳۴)

ما في " أحكام القرآن لإبن العربي " : ﴿فإذا بلغن أجلهنّ﴾ يعني انقضت العدة فلا جناح عليكم فيما فعلن في أنفسهنّ ، هذا خطاب للأولياء ، وبيان أن الحق في التزويج لهن فيما فعلن في أنفسهن بالمعروف أي من جائز شرعاً يريد من اختيار أعيان الأزواج . (۱/۲۱۲)

(فتاوی رحیمیہ: ۸/ ۴۲۵، فتاوی حقانیہ: ۴/ ۵۳۸)

عدتِ وفات ختم ہونے پر عورت کو نیا جوڑا دینا

مسئلہ (۹۸) : جب کسی عورت کی عدتِ وفات ختم ہوجاتی ہے، تو اس کے عزیز ورشتہ دار اس کو نیا جوڑا یا انگوٹھی وغیرہ دینا ضروری خیال کرتے ہیں، جب کہ شرعاً اس کی کوئی اصل وبنیاد نہیں ہے،(۱) ہاں! اگر یہ چیزیں جذبۂ ہمدردی وخیرخواہی کے اظہار کیلئے دی جارہی ہیں، تو اس کیلئے عدت کا ختم ہونا ضروری نہیں ہے، زمانۂ عدت میں بھی یہ دی جاسکتی ہیں، البتہ عورت پر لازم ہوگا کہ وہ زینت کی چیزوں کو عدت میں استعمال نہ کریں۔(۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن عائشة أن رسول الله ﷺ قال : " من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد " . (السنن لإبن ماجة : ص/۱۳)

(۲) ما فی " البحر الرائق " : تحد معتدة البت والموت بترک الزینة والطیب والکحل والدهن والحناء ولبس المعصفر والمزعفر إن کانت مسلمة بالغة .

(۴/۲۵۲، کتاب الطلاق ، فصل فی الإحداد)

ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : (تحد مکلفة مسلمة ولو أمة منکوحة إذا کانت معتدة بت أو موت) وإن أمرها المطلق أو المیت بترکه لأنه حق الشرع إظهاراً للتأسف علی فوات النکاح (بترک الزینة) بحلی والحناء ولبس المعصفر والمزعفر .الدر المختار . قال الشامی تحت قوله: (لأنه حق الشرع) أی فلا یملک العبد اسقاطه ، ولأن هذه ا لأشیاء دواعی الرغبة ، وهی ممنوعة عن النکاح فتجتنبها لئلا تصیر ذریعة إلی الزوج فی المحرم .

(۵/۱۷۴، کتاب الطلاق ، فصل فی الحداد)

ما فی " مجمع الأنهر " : تحد معتدة البائن والموت إن کانت مکلفة بترک الزینة ولبس المزعفر والمعصفر والطیب والدهن والکحل والحناء .

(۲/۱۵۲/۱۵۳، کتاب الطلاق ، فصل الإحداد) (فتاوی محمودیہ:۲۰/۵۴)

معتدہ کا تنخواہ لینے کے لیے نکلنا

مسئلہ (۹۹) : عورت اپنے شوہر کے انتقال کے بعد زمانہ عدت میں اس کی باقی تنخواہ یا فنڈ کی رقم لینے کیلئے دفتر جاسکتی ہے، بشرطیکہ اس کے گئے بغیر یہ تنخواہ یا فنڈ کی رقم ملنا دشوار ہو، اور کام ہو جانے پر جلد واپس آجائے۔ [1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " البحر الرائق " : (ومعتدة الموت تخرج يوماً وبعض الليل) لتكتسب لأجل قيام المعيشة لأنه لا نفقة لها .... والحاصل أن مدار الحل كون خروجها بسبب قيام شغل المعيشة فيتقدر بقدره . (۴/۲۵۸ ، ۲۵۹، كتاب الطلاق ، فصل فی الإحداد)

ما فی " الدر المختار مع الشامية " : ومعتدة موت تخرج فی الجديدين ، وتبيت أكثر الليل فی منزلها لأن نفقتها عليها فتحتاج للخروج ...... وجوز فی " القنية " خروجها لإصلاح ما لا بد لها منه كزراعة ولا وكيل لها. الدر المختار . قال الشامی : الحاصل أن مدار حل خروجها بسبب قيام شغل المعيشة فيتقدر بقدره . (۵/۱۸۰ ، كتاب الطلاق ، فصل فی الحداد)

ما فی " الدر المنتقی فی شرح الملتقی " : (ومعتدة الموت تخرج نهاراً وبعض الليل) قدر ما تستكمل به حوائجها إذ لا نفقة لها (ولا تبيت فی غير منزلها) وكذا لو خرجت لإصلاح ما لا بد لها منه كزراعة وطلب نفقة ولا وكيل لها كما فی البحر عن القنية .

(۲/۱۵۴ ، ۱۵۵ ، كتاب الطلاق ، باب العدة)

ما فی " قواعد الفقه " : الضرورات تبيح المحظورات . الضرورات تتقدر بقدرها .

(ص/۸۹، رقم القاعدة : ۱۷۰-۱۷۱) (فتاویٰ محمودیہ:۲۰/۴۹)

معتدہ کا ووٹنگ کے لیے نکلنا

مسئلہ (۱۰۰): جو عورت طلاق یا وفات کی عدت گذار رہی ہے، اس کیلئے ووٹ ڈالنے کیلئے گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں ہے، کیوں کہ الیکشن میں ووٹ ڈالنا ایسی ضرورت نہیں ہے، جس کی وجہ سے عدت میں عورت کو نکلنے کی اجازت دی جائے۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿لا تخرجوهنّ من بیوتهنّ ، ولا یخرجن إلا أن یأتین بفاحشة مبینة﴾ . (سورة الطلاق : ۱)

ما فی " أحکام القرآن للجصاص " : فیه نهی للزوج عن إخراجها ونهی لها عن الخروج ، وفیه دلیل علی وجوب السکنیٰ لها ما دامت فی العدة ، لأن بیوتهن التی نهی الله عن إخراجها منها هی البیوت التی کانت تسکنها قبل الطلاق ، فأمر بتبقیتها فی بیتها ونسبها إلیها بالسکنیٰ کما قال : ﴿وقرن فی بیوتکنّ﴾ . (۳/۶۰۷ ، سورة الطلاق)

ما فی " البحر الرائق " : لا تخرج معتدة الطلاق لقوله تعالی : ﴿لا تخرجوهنّ من بیوتهنّ ، ولا یخرجن إلا أن یأتین بفاحشة مبینة﴾ أی لا تخرجوا المعتدات من المساکن التی کنتم تسکنون فیها قبل الطلاق ...... وعلی الزوجات أیضاً أن لا یخرجن حقا لله تعالی إلا لضرورة ظاهرة ..... (ومعتدة الموت تخرج یوماً وبعض اللیل) لتکسب لأجل قیام المعیشة لأنه لا نفقة لها حتی لو کان عندها کفایتها صارت کالمطلقة فلا یحل لها أن تخرج لزیارة ولا لغیرها لیلاً ولا نهاراً .... وأقول : لو صح هذا عمم أصحابنا الحکم فقالوا : لا تخرج المعتدة عن طلاق أو موت إلا لضرورة ، لأن المطلقة تخرج للضرورة بحسبها لیلاً کان أو نهاراً ، والمعتدة عن موت کذلک فأین الفرق . (۴/۲۵۶/۲۵۸/۲۵۹ ، فصل فی الإحداد)

ما فی " الشامیة " : قال العلامة ابن عابدین : لا تخرج المعتدة عن طلاق أو موتٍ إلا لضرورة .
(۵/۱۸۰ ، کتاب الطلاق ، فصل فی الاحداد ، مطلب الحق أن المفتی أن ینظر فی خصوص الوقائع ، مجمع الأنهر : ۲/۱۵۳/۱۵۴ ، کتاب الطلاق ، باب العدة) (فتاویٰ محمودیہ:۲۰/۴۸)

معتدہ کا دواخانہ جانا

مسئلہ (۱۰۱) : اگر کوئی عورت طلاق یا وفات کی عدت گذار رہی تھی، اور دورانِ عدت وہ بیمار ہوگئی، تو دوا وعلاج کیلئے ڈاکٹر کو گھر ہی پر بلا لیا جائے، البتہ اگر طبیعت زیادہ خراب ہو اور کوئی مسلمان دیندار تجربہ کار ڈاکٹر یا حکیم ہسپتال میں داخل کر کے دوا وعلاج کا مشورہ دے، اور اس کی شدید ضرورت بھی ہو، تو بقدرِ ضرورت گھر سے باہر نکلنے اور ہسپتال میں داخل ہوکر دوا وعلاج کرانے کی گنجائش ہے، کیوں کہ دورانِ عدت اگرچہ عورت کیلئے شرعاً شوہر کے گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے، مگر فقہاء نے اس میں ضروریات کو مستثنیٰ کیا ہے، اور انہی ضروریات میں بدرجۂ مجبوری دوا وعلاج کیلئے عورت کو دواخانہ لیجانا بھی داخل ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الشامية " : لا تخرج المعتدة عن طلاق أو موت إلا لضرورة .

(۱۸۰/۵ ، كتاب الطلاق ، فصل في الإحداد)

ما في " البحر الرائق " : لا تخرج معتدة الطلاق ، لقوله تعالى : ﴿لا تخرجوهنّ من بيوتهنّ ، ولا يخرجن إلا أن يأتين بفاحشة مبينة﴾ أي لا تخرجوا المعتدات من المساكن التي كنتم تسكنون فيها قبل الطلاق .... وعلى الزوجات أيضاً أن لا يخرجن حقا لله تعالى إلا لضرورة ظاهرة ...... قال ابن نجيم : أقول : لو صح هذا عمم أصحابنا الحكم فقالوا : لا تخرج المعتدة عن طلاق أو موت إلا لضرورة .... لأن المطلقة تخرج للضرورة بحسبها ليلاً كان أو نهاراً ، والمعتدة عن موت كذلك فأين الفرق .

(۲۵۶/۴/۲۵۷/۲۵۸ ، كتاب الطلاق ، فصل في الاحداد)

ما في " قواعد الفقه " : الضرورات تبيح المحظورات . الضرورة تتقدر بقدرها .

(ص/۸۹، رقم القاعدة : ۱۷۰/۱۷۱) (فتاوی رحیمیہ: ۴۲۳/۸)

معتدہ کا دوسرے مکان یا صحن میں نکلنا

مسئلہ (۱۰۲) : معتدہ عورت کا دوسرے مکان میں یا ایسے صحن میں جو ملک کے اعتبار سے مشترک ہو، جانا جائز نہیں ہے، البتہ اگر اس عورت کے شوہر کی ملک میں ایسا مکان ہو، جو چند کمروں اور صحن پر مشتمل ہو، تو معتدہ کیلئے جائز ہوگا، جس کمرے میں چاہے جاسکتی ہے۔ (۱)

عورت کو اطلاع کے بغیر اس کی عدت کا گذر جانا

مسئلہ (۱۰۳) : اگر کسی عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دیدی یا اس کا انتقال ہوگیا، اور عورت کو اس کا علم نہیں ہوا، اور طلاق یا وفات کی عدت گذر گئی تب بھی اس عورت کی عدت ختم ہوجائیگی، کیوں کہ عدت طلاق یا عدت وفات شوہر کے طلاق دینے یا وفات پانے کے وقت سے ہی شروع ہوجاتی ہے، خواہ عورت عدت میں بیٹھے یا نہ بیٹھے۔ (۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : ولا تخرج معتدة رجعی وبائن لو حرة مكلفة من بيتها أصلاً لا ليلاً ولا نهاراً ولا إلی صحن دار فيها منازل لغيره ولو بإذنه لأنه حق الله تعالی . الدر المختار . قال الشامی تحت قوله : (فيها منازل لغيره) أی غير الزوج ، بخلاف ما إذا كانت له ، فإن لها أن تخرج إليها وتبيت فی أی منزل شاء ت ، لأنها تضاف إليها بالسكنی . (۵/۲۲۳ ، ۲۲۴ ، كتاب الطلاق ، باب الحداد)

ما فی " الهندية " : للمعتدة أن تخرج من بيتها إلی صحن الدار وتبيت فی أی منزل شاء ت إلا أن يكون فی الدار منازل لغيره ، فلا تخرج من بيتها إلی تلك المنازل .

(۱/۵۳۵ ، الباب الرابع عشر فی الحداد) (احسن الفتاویٰ:۵/۴۴۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " الهداية " : وإبتداء العدة فی الطلاق عقيب الطلاق ، وفی الوفاة عقيب الوفاة ، فإن لم تعلم بالطلاق أو الوفاة حتی مضت مدة العدة فقد انقضت عدتها ، لأن سبب وجوب العدة الطلاق والوفاة ، فيعتبر ابتداء ها من وقت وجود السبب . (۲/۴۲۵ ، باب العدة)=

البتہ طلاق یا وفات کی خبر ہونے کے باوجود شوہر کے گھر میں عدت میں نہ بیٹھنا اور بلاضرورت گھر سے نکلنا سخت گناہ کی بات ہے۔[1]

= ما فی " شرح الوقاية " : ومبدأها عقيبهما أی عقيب الطلاق والموت . (۲/ ۱۵۰ ، باب العدة)

مـا فـی " عـمـدة الرعاية على هامش شرح الوقاية " : الحاصل أن انقضاء العدة لا يتوقف على علمها بـطـلاق الزوج أو موته ، بل تنقضی بانقضاء الأجل من وقت الطلاق أو الموت ، وإن لم تعلم الزوجة به ، لأن العدة أجل فلا يشترط العلم بمضيه .

(۲/ ۱۵۰ ، بـاب الـعدة ، الدر المختار : ۵/ ۲۰۲ ، كتاب الطلاق ، باب العدة ، الفتاوى الهندية : ۱/ ۵۳۱ ، الباب الثالث عشر فی العدة ، البحر الرائق : ۴/ ۲۴۳ ، باب العدة)

(۱) مـا فـی " الـقـرآن الـكـريـم " : ﴿لا تـخـرجـوهنّ من بيوتهنّ ، ولا يخرجن إلا أن يأتين بفاحشة مبينة﴾ . (سورة الطلاق : ۱)

مـا فـی " أحـكـام الـقـرآن للجصاص " : فيه نهی الزوج عن إخراجها ونهی لها عن الخروج ، وفيه دليـل على وجوب السكنىٰ لها ما دامت فی العدة ، لأن بيوتهن التی نهی الله عن إخراجها منها هی البيـوت التـی كـانت تسكنها قبل الطلاق ، فأمر بتبقيتها فی بيتها ونسبها إليها بالسكنىٰ كما قال : ﴿وقرن فی بيوتكنّ﴾ . (۳/ ۶۰۷ ، الطلاق)

ما فی " الشامية " : قال الشامی : لا تخرج المعتدة عن طلاق أو موت إلا لضرورة .

(۵/ ۱۸۰ ، كتاب الطلاق ، فصل فی الحداد)

مـا فـی " الـبـحـر الـرائـق " : لا تـخـرج معتدة الطلاق، لقوله تعالى : ﴿لا تخرجوهنّ من بيوتهنّ ، ولايخرجن إلا أن يأتين بفاحشة مبينة﴾ أی لا تخرجوا المعتدات من المساكن التی كنتم تسكنون فيهـا قبـل الـطـلاق .... وعـلـى الـزوجات أيضاً أن لا يخرجن حقا لله تعالى إلا لضرورة ظاهرة .... قال ابن نجيم : أقول : لو صح هذا عمم أصحابنا الحكم فقالوا : لا تخرج المعتدة عن طلاق أو موت إلا لضرورة .... لأن المطلقة تخرج للضرورة بحسبها ليلاً كان أو نهاراً ، والمعتدة عن موت كذلک فأين الفرق . (۴/ ۲۵۶/ ۲۵۷/ ۲۵۸ ، كتاب الطلاق ، فصل فی الاحداد)

عدت طلاق کا عدتِ وفات میں بدل جانا

مسئلہ (۱۰۴) : اگر کسی عورت کے شوہر نے اس کو ایک یا دو طلاقِ رجعی دی، اور عدتِ طلاق کے دوران ہی اس کے شوہر کا انتقال ہوگیا، تو اس مطلقہ عورت کی عدت، عدتِ طلاق سے عدتِ وفات میں تبدیل ہوجائے گی، یعنی اب وہ عدتِ طلاق کی بجائے ازسرِ نو چار ماہ دس دن عدتِ وفات گذارے گی، کیوں کہ مطلقہ بہ طلاقِ رجعی کی زوجیت دورانِ عدت باقی رہتی ہے، تو یہ گویا ایسا ہی ہوا کہ کسی عورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کے شوہر کا انتقال ہوجائے، تو اس پر عدتِ وفات لازم ہوتی ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " بدائع الصنائع " : قال العلامة الكاساني : إذا طلق امرأته ثم مات فإن كان الطلاق رجعياً انتقلت عدتها إلى عدة الوفاة ، سواء طلقها فی حالة المرض أو الصحة ، وانهدمت عدة الطلاق ، وعليها أن تستأنف عدة الوفاة فی قولهم جميعاً ، لأنها زوجته بعد الطلاق ، إذ الطلاق الرجعی لا يوجب زوال الزوجية ، وموت الزوج يوجب على زوجته عدة الوفاة ، لقوله تعالى : ﴿والذين يُتوفَّونَ منكم ويَذرونَ أزواجاً يَتربَّصنَ بأنفسهنّ أربعة أشهر وعشراً﴾ كذا لو مات قبل الطلاق .
(۴۳۸/۴، كتاب الطلاق ، فصل فی إنتقال العدة)

ما فی " عمدة الرعاية على هامش شرح الوقاية " : قوله : (وللرجعی ما للموت) يعنی إذا طلقها المريض بمرض الموت طلاقاً رجعياً ولم تنقض عدة الطلاق أی ثلاثة قروء حتى مات زوجها فتجب عليه عدة الوفاة ، وهذا باتفاق أئمتنا ، لأن النكاح لا ينقطع بالكلية بالرجعی فتصدق الزوجية عند وفاته . (۱۴۸/۲، باب العدة)

ما فی " الفقه الإسلامی وأدلته " : قال الشيخ وهبة الزحيلی : إذا مات الرجل فی إثناء عدة زوجته التی طلقها طلاقً رجعياً ، انتقلت بالإجماع من عدتها بالأقراء أو الأشهر إلى عدة وفاة ، وهی أربعة أشهر وعشرة أيام رجعياً تعد زوجة ما دامت فی العدة ، وموت الزوج يوجب على زوجته عدة الو فاة . (۷۱۸۹/۹، الفصل الرابع فی العدة والاستبراء)=

عدتِ وفات میں زیب وزینت

مسئلہ (۱۰۵): جس عورت کے شوہر کا انتقال ہوگیا ہو، اس کیلئے چوڑیاں پہننا جائز نہیں ہے، اگر پہلے سے ہاتھوں میں ہوں تو ان کا اتارنا لازم ہے، کیوں کہ جس عورت کا شوہر فوت ہوجائے، اس کیلئے چار ماہ دس دن، زیب وزینت اور بناؤ سنگھار کرنا حرام ہے۔ (۱)

= ما فی " الفتاوی الهندية " : إذا طلق امرأته ثم مات فإن كان الطلاق رجعياً انتقلت عدتها إلى الوفاة ، سواء طلقها فی حالة المرض أو الصحة ، وانهدمت عدة الطلاق .

(۱/ ۵۳۰، كتاب الطلاق ، باب العدة) (فتاوی حقانیہ:۴/ ۵۴۳،فتاوی محمودیہ:۱۳/ ۴۱۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : إذا كانت معتدة بيت أو موت وإن أمرها المطلق أو الميت بتركه لأنه حق الشرع ، إظهاراً للتأسف على ما فوات النكاح بترك الزينة بحلی أو حرير . " الدر المختار ". قال الشامی تحت قوله : (بحلی) أی بجميع أنواعه من فضة وذهب وجواهر ، قال القهستانی : والزينة ما تتزين به المرأة من حلی أو كحلی كما فی الكشاف .

(۵/ ۲۱۷، كتاب الطلاق ، باب العدة ، فصل فی الحداد)

ما فی " البحر الرائق " : وجب فی الموت إظهاراً للتأسف على فوات نعمة النكاح فوجب على المبتوتة إلحاقاً لها بالمتوفی عنها زوجها بالأولی ، لأن الموت أقطع من الإبانة ..... دخل فی ترک الزينة الامتشاط بمشط أسنانه ضيقة لا الواسعة كما فی المبسوط ، وشمل لبس الحرير بجميع أنواعه وألوانه ولو أسود ، وجميع أنواع الحلی من ذهب وفضة وجواهر ، زاد فی التاتارخانية القصب . (۴/ ۲۵۳، كتاب الطلاق ، فصل فی الإحداد)

ما فی " تعليق بدائع الصنائع " : الإحداد فی الشرع ترک الزينة ونحوها لمعتدة موت أو طلاق بائن ...... وذلک تجتنب المعتدة كل ما يحصل به الزينة فلا تلبس الحلی بأنواعه من ذهب وفضة وجواهر وقصب وزمرد وياقوت ومرجان .

(۴/ ۴۵۷، كتاب الطلاق ، فصل فی أحكام العدة) (فتاوی حقانیہ:۴/ ۵۵۰)

عدت میں شیمپو کا استعمال

مسئلہ (۱۰۶) : بعض عورتیں اپنے شوہر کی عدتِ وفات میں یا تین طلاقوں کی عدت میں سر سے جوؤں کو ختم کرنے کیلئے خوشبودار شیمپو وغیرہ استعمال کرتی ہیں، ان کا یہ عمل شرعاً درست نہیں ہے، کیوں کہ معتدہ کیلئے زیب وزینت کا اختیار کرنا اور بدن یا کپڑوں میں خوشبودار چیزوں کا استعمال منع ہے، تاہم اگر ایسا شیمپو وغیرہ ہو، جس میں خوشبو نہ ہو، تو ان کے استعمال کی اجازت ہوگی۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : أما الطيب ، فلما روت أم سلمة أن النبي ﷺ نهى المعتدة أن تختضب بالحناء ، وقال النبي ﷺ : " الحناء طيب " . فيدل على وجوب إجتناب الطيب ، ولأن الطيب فوق الحناء ، فالنهي عن الحناء يكون نهياً عن الطيب دلالةً ، كالنهي عن التأفيف نهي عن الضرب والقتل دلالة ، وكذا لبس الثوب المطيب والمصبوغ بالمعصفر والزعفران له رائحة طيبة فكان كالطيب . (۴/ ۴۶۱، كتاب الطلاق ، فصل في أحكام العدة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : تحد ...... بترك الزينة والطيب . الدر المختار . قال الشامي تحت قوله : (والطيب) أي استعماله في البدن أو الثوب .

(۵/ ۲۱۸، كتاب الطلاق ، باب العدة ، فصل في الاحداد)

ما في " البحر الرائق " : تحد معتدة البت والموت بترك الزينة والطيب ..... وأطلق في ترك الطيب فلا تحضر عمله ولا تتجر فيه ، وإن لم يكن لها كسب إلا فيه .

(۴/ ۲۵۲/ ۲۵۳، فصل في الإحداد)

ما في " شرح الوقاية " : تحد معتدة البائن والموت كبيرة مسلمة .... بترك الزينة ولبس المزعفر والمعصفر والحناء والطيب . (۲/ ۱۵۲/ ۱۵۳، باب العدة)

ما في " موسوعة مصطلحات أصول الفقه عند المسلمين " : متى لم تكن العلة لم يكن الحكم . انتفاء العلة لانتفاء الحكم . (۱/ ۹۵۸. ۹۶۷، باب العلة) (فتاوی حقانیہ: ۴/ ۵۴۹)

دورانِ عدت عورت کی خوراک پوشاک اور رہائش

مسئلہ (۱۰۷) : اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی، خواہ یہ طلاق رجعی ہو یا بائن، بہر دوصورت عدتِ طلاق کے دوران عورت کی خوراک، پوشاک اور رہائش کے جملہ اخراجات خاوند کے ذمہ لازم ہوں گے، (۱) شوہر پر مطلقہ کے اخراجات کے لازم ہونے کی تین وجوہات ہیں:

(۱) عدت کے دوران مطلقہ کا نکاح دوسری جگہ جائز نہیں ہے (۲)، اس لئے شریعت نے اس کے اخراجات کا متبادل انتظام نہ ہونے تک خاوند کو عورت کے اخراجات کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔

(۲) مطلقہ اگر حاملہ ہے تو بچہ کی ولادت تک عورت خاوند کے حق میں محبوس رہے گی، اور جو شخص حقِ غیر کی وجہ سے محبوس ہوتا ہے، اس کا نفقہ اسی غیر پر واجب ہوتا ہے۔ (۳)

(۳) طلاقِ رجعی کی صورت میں ممکن ہے کہ مطلقہ رجعی کا خاوند کے گھر میں رہنا دوبارہ تعلقات کی بحالی کا ذریعہ ثابت ہوجائے۔

ان وجوہات کے پیشِ نظر شریعت نے شوہر پر عورت کیلئے زمانۂ عدت کے جملہ اخراجات کو لازم کردیا ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿أسكنوهنّ من حيث سكنتم من وُّجدِكم ولا تضآرّوهنّ لتُضيّقُوا عليهنّ ، وإن كُنَّ أولاتِ حملٍ فأنفِقوا عليهنّ حتى يضعنَ حملهنَّ﴾ . (سورة الطلاق : ٦)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : (أسكنوهنّ) وقد تضمنت هذه الآية الدلالة على وجوب نفقة المبتوتة من ثلاثة أوجه ؛ أحدها : أن السكنى لما كانت حقا في مال ، وقد أوجبها الله لها =

= بنص الكتاب ، إذ كانت الآية قد تناولت المبتوتة والرجعية ، فقد اقتضى ذلك وجوب النفقة ، إذ كانت السكنىٰ حقا في مال وهي بعض النفقة ، والثاني : (ولا تضاروهنّ) والمضارة والتضييق قد يكون في النفقة أيضاً ، فعليه أن ينفق عليها ولا يضيق عليها فيها . (۲۱۴/۳)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (وتجب المطلقة الرجعي والبائن) . الدر المختار . قال الشامي : كان عليه إبدال المطلقة بالمعتدة ، لأن النفقة تابعة للعدة .... وفي الذخيرة : وأطلق فشمل الحامل وغيرهما والبائن بثلاث أو أقل كما في الخانية .

(۳۳۳/۵، كتاب الطلاق ، باب النفقة ، مطلب في نفقة المطلقة)

ما في " البحر الرائق " : (ولمعتدة الطلاق) أي تجب النفقة والكسوة والسكنىٰ .... فإن كانت بلا خلاف ، لأن ملك النكاح قائم فكان الحال بعد الطلاق كالحال قبله ، وإن كان الطلاق ثلاثاً أو بائناً فلها النفقة والسكنى إن كانت حاملاً بالإجماع لقوله تعالى :﴿وإن كنّ أولاتِ حملٍ فأنفِقوا عليهنّ حتى يضعنَ حملهنّ﴾ وإن كانت حائلا فلها النفقة والسكنى عند أصحابنا ، ولنا قوله تعالى :﴿أسكنوهنّ من حيث سكنتم من وُّجدِكم﴾ وفي قراء ة ابن مسعود : (أسكنوهن من حيث سكنتم ، وأنفقوا عليهنّ من وجدكم) ، ولا اختلاف بين القراء تين ، لكن إحداهما تفسير الأخرىٰ .... لأن الأمر بالإسكان أمر بالانفاق ، لأنها إذا كانت محبوسة ممنوعة عن الخروج لا تقدر على اكتساب النفقة ، فلو لم تكن نفقتها على الزوج ولا مال لها لهلكت أو ضاق الأمر عليها وعسر ، وهذا لا يجوز .... ﴿وإن كنّ أولات حمل﴾ ففيها أمر بالإنفاق على الحامل وأنه لا ينفي وجوب الإنفاق على غير الحامل .

(۴۶۳/۴-۴۶۴-۴۶۷-۴۷۶-۴۷۷، كتاب الطلاق ، فصل في أحكام العدة)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره ، وكذلك المعتدة ، كذا في السراج الوهاج ، سواء كانت العدة عن طلاق أو وفاة .

(۲۸۰/۱، كتاب النكاح ، القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير)

ما في " بدائع الصنائع " : في شرط الزوجة : منها أن لا تكون معتدة الغير ، لقوله تعالى :﴿ولا تعزموا عُقدة النكاح حتى يبلغَ الكتابُ أجله﴾ أي ما كتب عليها من التربص ، ولأن بعض أحكام النكاح حالة العدة قائم فكان النكاح قائماً من وجه ، والثابت من وجه كالثابت من كل وجه في باب المحرمات . (۴۵۱/۳، كتاب النكاح ، فصل في شرط الزوجة)

(۳) ما في " الهداية " : لأن النفقة جزاء الاحتباس ، وكل من كان محبوسا بحق مقصود لغيره كانت نفقته عليه . (۴۳۷/۲، كتاب الطلاق ، باب النفقة) (فتاوی رحیمیہ:۸/۳۹۹)

عدتِ وفات میں عورت کا نفقہ

مسئلہ (۱۰۸): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جس طرح عدتِ طلاق میں عورت نفقہ کی مستحق ہوتی ہے، ایسے ہی عدتِ وفات میں بھی شوہر کے چھوڑے ہوئے مال میں نفقہ کی مستحق ہوگی، جب کہ ان کا یہ خیال غلط ہے، کیوں کہ نفقہ حقِ مہر کی طرح محض عقد سے یکبارگی لازم نہیں ہوتا، بلکہ علی حسب الضرورت گاہے بہ گاہے لازم ہوتا ہے، اور جب تک شوہر زندہ تھا ضرورت کے مطابق نفقہ ادا کرتا رہا، اور جب اس کا انتقال ہوگیا تو اس کی تمام جائداد کے مالک اس کے ورثاء ہوگئے، اور ورثاء کے مال میں نفقہ کو لازم کرنا جائز نہیں ہے، نیز عورت کا عدتِ وفات گذارنا بھی حقِ زوج کیلئے نہیں ہے، کہ شوہر پر نفقہ کو لازم کیا جائے، بلکہ حقِ شرع کیلئے ہے، لہذا عدتِ وفات میں عورت، خواہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ نفقہ کی مستحق نہیں ہوگی۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : إن كانت معتدة عن وفاة فلا سكنىٰ لها ولا نفقة في مال الزوج ، سواء كانت حائلاً أو حاملاً ، فإن النفقة في باب النكاح لا تجب بعقد النكاح دفعة واحدة كالمهر ، وإنما تجب شيئاً فشيئاً على حسب مرور الزمان ، فإذا مات الزوج انتقل ملك أمواله إلى الورثة ، فلا يجوز أن تجب النفقة والسكنىٰ في مال الورثة . (۴/ ۴۷۹، كتاب الطلاق ، فصل في أحكام العدة)

ما في " الهداية " : ولا نفقة للمتوفى عنها زوجها ، لأن احتباسها ليس لحق الزوج بل لحق الشرع فإن التربص عبارة منها ، ألا ترى أن معنى عن براءة الرحم ليس بمراعى فيه حتى لا يشترط فيه الحيض فلا تجب نفقتها عليه ، ولأن النفقة تجب شيئاً فشيئاً ولا ملك له بعد الموت ، فلا يمكن إيجابها في ملك الورثة . (۲/ ۴۴۳/ ۴۴۴، كتاب الطلاق ، باب النفقة)=

شوہر کی اجازت کے بغیر میکے چلی جانے پر نفقہ

مسئلہ (۱۰۹) : اگر مطلقہ عورت زمانۂ عدت میں اپنے شوہر کے گھر نہیں رہی ، اوراس کی اجازت ومرضی کے بغیر اپنے والدین کے گھر پر چلی گئی ،تو شوہر کے ذمہ نفقۂ عدت لازم نہیں ہے، (۱) اور اگر شوہر کی اجازت ومرضی سے چلی گئی تو شوہر کے ذمہ نفقۂ

= ما فی " البحر الرائق " : قال ابن نجیم تحت قوله : (وبموت أحدهما تسقط المقضية) أی بموت أحد الزوجين تسقط النفقة المقضی بها ، لأن النفقة صلة ، والصلات تسقط بالموت كالهبة والدية والجزية وضمان العتق . (۴/۳۲۰، كتاب الطلاق ، باب النفقة)

ما فی " الدر المختار " : لا نفقة لأحد عشر .... ومعتدة موت .

(۵/۲۸۶، كتاب الطلاق ، باب النفقة) (فتاوی دار العلوم :۱۱/۱۱۵)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : لا نفقة لأحد عشر .... خارجة من بيته بغير حق ، وهی الناشزة حتی تعود ولو بعد سفره ، وسقط به المفروضة . الدر المختار . قال الشامي تحت قوله : (تسقط به) أی بالنشوز النفقة المفروضة . (۵/۲۸۶،۲۸۷، كتاب الطلاق ، باب النفقة)

ما فی " البحر الرائق " : قال ابن نجيم تحت قوله : (لا ناشزة) لا تجب النفقة للناشزة ، وهی فی اللغة : العاصية علی الزوج المبغضة له ...... وفی الشرع كما قال الخصاف : الخارجة عن منزل زوجها ، المانعة نفسها منه ، والمراد بالخروج كونها فی غير منزله بغير إذنه .

(۴/۳۰۳، كتاب الطلاق ، باب النفقة)

ما فی " الهداية " : وإن نشزت فلا نفقة لها حتی تعود إلی منزله ، لأن فوت الاحتباس منها ، وإذا عادت جاء الإحتباس فتجب النفقة . (۲/۴۳۸، كتاب الطلاق ، باب النفقة)=

عدت لازم تو ہوگا، [۱]لیکن شوہر کے گھر میں عدت گذارنا اور بلاضرورت گھر سے نہ نکلنا حق شرع ہے، اس لئے عورت ان دونوں صورتوں میں گنہگار رہوگی۔ [۲]

نفقہ کی مقدار شرعاً مقرر نہیں

مسئلہ (۱۱۰) : جس مطلقہ کا نفقہ شریعت نے اس کے شوہر کے ذمہ لازم کیا ہے، اس کی مقدار شریعت نے مقرر نہیں کی، کیوں کہ زمان ومکان کے اختلاف سے اجناس (چیزوں) کی قیمتوں میں کافی تفاوت ہوتا ہے، لہذا نفقہ کی مقدار زمان ومکان کا لحاظ کرتے ہوئے باہمی مصالحت یا جماعت کے مشورہ سے بقدر کفایت طے کی جائیگی، اور شوہر اس کو تسلیم کرنے کا مکلّف وپابند ہوگا، اور وہی مقدار، مقدارِ نفقہ ہوگی۔ [۳]

=(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : فتجب للزوجة بنکاح صحیح .... ولو هی فی بیت أبیها . الدر المختار . قال الشامی تحت قوله : (ولو هی فی بیت أبیها) تعمیم لقوله : " فتجب للزوجة " وهذا ظاهر الروایة ، فتجب النفقة من حین العقد الصحیح ، وإن لم تنتقل إلی منزل الزوج إذا لم یطلبها . (۵/۲۸۴، کتاب الطلاق ، باب النفقة)

(۲) ما فی " أصول الشاشي " : جاز أن یؤثر فعله فیما هو حقه لا فیما هو حق الشرع ، وعلی اعتبار هذا المعنی قال مشایخنا : إذا شرطا فی الخلع أن لا نفقة لها ولا سکنیٰ سقطت النفقة دون السکنیٰ ، حتی لا یتمکن الزوج من إخراجها عن بیت العدة ، لأن السکنی فی بیت العدة حق الشرع ، فلا یتمکن العبد من إسقاطه بخلاف النفقة .

(ص/ ۳۹/ ۴۰، فصل : الأمر بالفعل لا یقتضی التکرار)

ما فی " أحکام القرآن للجصاص " : ﴿لا تخرجوهنّ من بیوتهنّ ولا یخرجن﴾ فیه نهی للزوج عن إخراجها ونهی لها عن الخروج . (۳/۶۰۷) (فتاوی دار العلوم:۱۱/۱۲۴۔۱۲۹)

الحجة علی ما قلنا :

(۳) ما فی " الدر المختار مع الشامیة ": ویقدرها بقدر الغلاء والرخص ولا تقدر بدراهم ودنانیر کما فی الاختیار . الدر المختار . قال الشامی تحت قوله : (بقدر الغلاء والرخص) أی یراعی کل=

....

....

....

....

....

= وقت أو مكان بما يناسبه ، وفي البزازية : إذا فرض القاضي النفقة ثم رخص تسقط الزيادة ولا يبطل القضاء ، وبالعكس لها طلب الزيادة ، وكذا لو صالحته على شيء معلوم ثم غلا السعر أو رخص . وقوله : (لا تقدر بدراهم ودنانير) أي لا تقدر بشيء معين بحيث لا تزيد ولا تنقص في كل مكان وزمان ، وما ذكره محمد من تقديرها على المعسر بأربعة دراهم في كل شهر فليس بلازم ، وإنما هو على ما شاهد في زمانه ، وإنما على القاضي في زماننا اعتبار الكفاية بالمعروف كما في الذخيرة . (۵/۲۹۶، كتاب الطلاق ، باب النفقة)

ما في " البحر الرائق " : قال العلامة ابن نجيم تحت قوله : (تجب النفقة للزوجة على زوجها والكسوة بقدر حالهما) ولم يذكر المصنف تقديراً للنفقة لما في الذخيرة وغيرها من أنه ليس في النفقة عندنا تقدير لازم ، لأن المقصود من النفقة الكفاية ، وذلک مما يختلف فيه طباع الناس وأحوالهم ، ويختلف باختلاف الأوقات أيضاً ، ففي التقدير بمقدار إضرار بأحدهما .... فالذي يحق على القاضي في زماننا اعتبار الكفاية بالمعروف ، وأصله حديث هند حيث اعتبر الكفاية .

(۴/۲۹۶، كتاب الطلاق ، باب النفقة)

ما في " الاختيار لتعليل المختار " : تعتبر بقدر حاله وهو مقدر بكفايتها بلا تقتير ولا إسراف لما تقدم من حديث هند ، وليس فيها تقدير لازم لاختلاف ذلک باختلاف الأوقات والطباع والرخص والغلاء . (۳/۲۷۴، باب النفقة ، فتح القدير : ۴/۳۴۳، باب النفقة ، مجمع البحرين : ص/ ۶۰۰، فصل في النفقة) (فتاوی دار العلوم: ۱۱/۱۴۰)

کتاب الأیمان والکفارۃ

(قسم اور کفارہ کا بیان)

غلط کام پر قرآن کی قسم

مسئلہ (۱۱۱) : غلط کام کر کے اس کا انکار کرنا اور اس پر قرآن شریف اٹھا کر قسم کھانا یمینِ غموس ہے، جو گناہِ کبیرہ ہے، اس کا وبال بہت سخت اور خطرناک ہے، جھوٹ ظاہر ہو کر بہت رسوائی اور ذلت ہوتی ہے، دنیا میں اس کا کوئی کفارہ نہیں، توبہ کرتا رہے، روتا رہے، کہ حق تعالیٰ معاف فرمائے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن عبد الله بن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " الکبائر الإشراک بالله ، وعقوق الوالدین ، وقتل النفس ، والیمین الغموس " .

(مشکوٰة المصابیح :ص/۱۷ ، الفصل الأول ، باب الکبائر وعلامات النفاق)

ما فی " الفتاوی الهندیة " : غموس وهو الحلف علی إثبات شيء أو نفیه فی الماضی أو الحال یتعمد الکذب فیه ، فهذه الیمین یأثم فیها صاحبها ، وعلیه فیها الاستغفار والتوبة دون الکفارة .

(۲/۵۲، کتاب الأیمان ، الباب الأول فی تفسیرها)

ما فی " البحر الرائق " : الغموس وهو أن یحلف علی أمر ماض یتعمد الکذب فیه سمیت غموساً ، لأنها تغمس صاحبها فی الذنب ثم فی النار .... أثم إثماً عظیماً کما فی حاوی القدسی فی الیمین الأولی ، وهی یمین الغموس ...... وإنما أثم فی الأولی لحدیث : " من حلف علی یمین مصبورة کاذباً فلیتبوأ مقعده من النار " . والمراد بالمصبورة الملزمة بالقضاء أی المحبوس علیها لأنها مصبور علیها .... (علی آت منعقدة وفیها کفارة فقط) أن معنی قوله : " فقط " أنه لا کفارة فی غیرها من الغموس بیاناً لذلک خلافاً للشافعي .(۴/۴۶۶/۴۷۰/۴۷۱، کتاب الأیمان)

ما فی " مجمع الأنهر " : غموس وهی حلفه علی أمر ماضٍ أو حال کذباً عمداً، وحکمها الإثم ولا کفارة فیها إلا التوبة . (۲/۲۵۹/۲۶۰، کتاب الأیمان) (فتاوی محمودیہ:۲۰/۱۸۴)

جھوٹی قسم

مسئلہ (۱۱۲) : بعض لوگ کسی بات میں جھوٹے ہونے کے باوجود اپنی سچائی ثابت کرنے کیلئے قرآن کریم کو ہاتھ میں لے کر اُس بات کو کہتے ہیں، اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ قسم ہے، جب کہ محض قرآن کریم کو ہاتھ میں لے کر کوئی بات کہی جائے، تو اس سے قسم نہیں ہوتی ہے، لیکن اس طرح کا عمل دوسروں کو دھوکہ دینا اور کذب بیانی پر مشتمل ہونے کی وجہ سے حرام ہے، [1] ہاں! ہاتھ میں قرآن کریم کو لے کر زبان سے اس کی قسم بھی کھائے کہ میں قرآن کریم کی قسم کھاتا ہوں، جب کہ وہ جھوٹا ہے، تو یہ یمین غموس ہے، جس کا اس دنیا میں کوئی کفارہ نہیں، توبہ کرتا رہے، روتا رہے، کہ حق تعالیٰ معاف فرمائیں۔ [2]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : " إن الصدق یهدی إلی البر ، وإن البر یهدی إلی الجنة....... وإن الکذب یهدی إلی الفجور ، وإن الفجور یهدی إلی النار ، وإن الرجل لیکذب حتی یکتب عند الله کذاباً " .

(الصحیح لمسلم : ۲/۳۲۵، باب قبح الکذب)

ما فی " الموسوعة الفقهیة " : اتفق الفقهاء علی أن الغش حرام ، سواء أ کان بالقول أم بالفعل ، وسواء أ کان بکتمان العیب فی المعقود علیه أو الثمن أم بالکذب والخدیعة ، وسواء أکان فی المعاملات أم فی غیرها من المشورة والنصیحة . (۳۱/۲۱۹، فتاوی حقانیه : ۶/۱۲۵)

(۲) ما فی " الفتاوی الهندیة " : لو حلف بالقرآن یکون یمیناً ، وبه أخذ جمهور مشائخنا رحمهم الله . (۲/۵۳، کتاب الأیمان ، الباب الثانی فیما یکون یمیناً وما لا یکون یمیناً)

ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : ولا یخفی أن الحلف بالقرآن الآن متعارف فیکون یمیناً .... وقال العینی : وعندی أن المصحف یمین لا سیما فی زماننا ، وعند الثلاثة المصحف والقرآن وکلام الله یمین . الدر المختار . قال الشامی : ونقل فی الهندیة عن المضمرات ، وقد=

غیر اللہ کے لیے نذر ماننا

مسئلہ (۱۱۳) : غیر اللہ کے لیے نذر ماننا بالاجماع باطل وحرام ہے، اور اس نذر کے مال کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کا مالک معلوم ہے تو یہ مال اسے لوٹا دیا جائے، ورنہ مصالح مسلمین اور فقراء پر صرف کیا جائے۔ (۱)

= قيل هذا في زمانهم ، أما في زماننا فيمين ، وبه نأخذ ونأمر ونعتقد ، وقال محمد بن مقاتل الرازي : إنه يمين ، وبه أخذ جمهور مشايخنا ، فهذا مؤيد لكونه صفة تعورف الحلف بها كغرة الله وجلاله .
(۳۸۶/۳۸۵/۵، كتاب الأيمان ، مطلب في القرآن)

ما في " البحر الرائق " : لا يخفى أن الحلف بالقرآن الآن متعارف فيكون يميناً كما هو قول الأئمة الثلاثة . (۴۸۲/۴، كتاب الأيمان ، بيروت ، فتاوى محموديه : ۱۷۷/۲۰)

ما في " الفتاوى الهندية " : غموس وهو الحلف على إثبات شيء أو نفيه في الماضي أو الحال يتعمد الكذب فيه ، فهذه اليمين يأثم فيها صاحبها وعليه فيها الاستغفار والتوبة دون الكفارة .
(۵۲/۲، كتاب الأيمان ، الباب الأول في تفسيرها)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : ما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت وغيرها ، وينقل إلى ضرائح الأوليا تقرباً إليهم فحرام بإجماع المسلمين . (۵۲۱/۲، قبيل باب الاعتكاف)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : واعلم أن النذر الذي يقع للأموات من أكثر العوام ، وما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها إلى ضرائح الأولياء الكرام تقرباً إليهم فهو بالإجماع باطل وحرام. الدر المختار . قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى: النذر للمخلوق لا يجوز ، لأنه عبادة، والعبادة لا تكون لمخلوق . (۳۷۹/۳، كتاب الصوم ، مطلب النذر الذي يقع للأموات)

ما في " مختصر فتاوى دارالإفتاء المصرية " : إذا كان النذر الذي لغير الله تعالى فهو حرام ، والمال المنذور يجب رده إلى صاحبه إن علم ، وإلا يكون من قبيل المال الضائع الذي لا يعلم مستحق فيتصرف على مصالح المسلمين أو على الفقراء . (ص/۴۵)

منت کی مٹھائی کا مستحق

مسئلہ (۱۱۴) : بسا اوقات کوئی شخص اسی طرح نذر ومنت مانتا ہے کہ اگر وہ، یا اس کا کوئی متعلق بیماری سے اچھا ہوجائے، یا اس کا بیٹا امتحان وغیرہ میں کامیاب ہوجائے، تو وہ مسجد یا مدرسہ میں مٹھائی تقسیم کرے گا، اس صورت میں شرط کے پوری ہوجانے پر منت کا پورا کرنا لازم ہوتا ہے،(۱) اور منت کی اس مٹھائی وغیرہ کے مستحق غریب وفقیر ہیں، مالدار نہیں۔(۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " مجمع الأنهر " : (ومن نذر نذراً مطلقاً) غیر معلق بشرط بقرینة التقابل، مثل أن یقول: لله عليّ حج أو عمرة أو اعتکاف ، أو لله عليّ نذر ، وأراد به شیئاً بعینه کالصدقة ، فإن هذه عبادات مقصودة ، ومن جنسه واجب (أو معلقاً بشرط یریده) کان قدم غائبی ووجد لزمه الوفاء .
(۲/۲۷۴/۲۷۵، کتاب الأیمان ، قبیل باب الیمین فی الدخول والخروج)

ما فی " الدر المختار " : إن علقه بشرط یریده کإن قدم غائبی أو شفی مریضی یوفی وجوباً إن وجد الشرط . (۵/۴۱۶ ، کتاب الأیمان ، مطلب فی أحکام النذر)

ما فی " البحر الرائق " : ومن نذر نذراً مطلقاً أو معلقاً بشرط ، ووجد وفّی به أی وفی بالمنذور لقوله علیه السلام : " من نذر وسمی فعلیه الوفاء بما سمی " . وهو باطلاقه یشمل المنجز والمعلق . (۴/۴۹۶، کتاب الأیمان)

(۲) ما فی " البحر الرائق " : مصرف النذر الفقراء .
(۲/۵۲۱، کتاب الصوم ، قبیل باب الاعتکاف ، حاشیة الطحطاوي علی المراقي : ص/۶۹۳، کتاب الصوم ، باب ما یلزم الوفاء به) (فتاوی محمودیہ:۲۰/۲۴۸)

کتاب البیوع

(خرید وفروخت کا بیان)

بیع میں خیارِ نقد

مسئلہ (۱۱۵) : اگر کسی چیز کے بیچتے وقت عقد میں یہ شرط لگائی جائے کہ اگر خریدنے والے نے مقررہ مدت تک کل رقم یا اس کا کچھ حصہ ادا نہیں کیا، تو یہ بیع ختم ہوجائے گی، تو یہ صورت ''خیارِ نقد'' کی ہے، اور بیع میں یہ شرط لگانا جائز ہے، اور یہ شرط اپنے وقت پر مؤثر بھی ہوگی، یعنی مقررہ مدت میں کل رقم یا اس کا کچھ حصہ ادا نہیں کیا گیا، تو بائع (بیچنے والا) یک طرفہ طور پر بیع کو ختم کرکے مبیع خریدنے والے سے واپس لے سکتا ہے، اور ثمن کا جتنا حصہ اس نے وصول کیا ہے، وہ خریدنے والے کو واپس لوٹا دے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' درر الحكام شرح مجلة الأحكام '' : إذا تبايعا على أن يؤدي المشتري الثمن في وقت كذا ، وإن لم يؤده فلا بيع بينهما صح البيع ، وهذا يقال له خيار النقد. (۳۰۹/۱، رقم المادة : ۳۱۳)

ما في '' بدائع الصنائع '' : وأما بيان ما يرفع حكم البيع فنقول وبالله التوفيق : حكم البيع نوعان : نوع يرتفع بالفسخ ، وهو الذي يقوم برفعه أحد المتعاقدين وهو حكم كل بيع غير لازم ، كالبيع الذي فيه أحد الخيارات الأربع والبيع الفاسد .

(۳۷۹/۷، كتاب البيوع ، فصل في بيان ما يرفع حكم البيع)

ما في '' شرح المجلة لسليم رستم باز '' : إذا لم يؤد المشتري الثمن في المدة المعينة كان البيع الذي فيه خيار النقد فاسداً ، ولكل من العاقدين فسخه إذا بقي المبيع على حاله .

(ص/۱٦۱ ، رقم المادة : ۳۱۴) (فتاویٰ عثمانی:۲٦۰/۳)

والد کی دکان سے دوستوں کو رعایت پر سامان دینا

مسئلہ (۱۱۶): اگر کسی شخص کے والد کی دکان ہو، اور شخص مذکور اس دکان پر بحیثیت ملازم کام کرتا ہو، تو وہ اپنے والد کی مرضی کے بغیر اپنے دوست واحباب اور متعلقین کو ایسی رعایت سے سامان فروخت نہیں کرسکتا، جو عام طور سے تاجر نہ کرتے ہوں،(۱) اور نہ اس سے رعایتی داموں پر خریدنا جائز ہوگا۔(۲)

اسی طرح اگر وہ دکان میں حصہ دار ہے تب بھی یہی حکم ہے،(۳) ہاں! اگر دکان کا مالک وہی ہے اور باپ اور بھائی اس میں بطور ملازم یا تبرعاً کام کرتے ہوں، تو اس صورت میں اس کیلئے رعایت کرنا اور اس سے رعایت پر سامان خریدنا دونوں عمل جائز ہیں، کیوں کہ وہ مالک ہے، اور مالک کو اپنے مال میں تصرف کی اجازت ہوتی ہے۔(۴)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) مـا فـی " الـحديث النبوی " : عن أبی حرة الرقاشی عن عمه قال : قال رسول الله ﷺ : " ألا لا تظلموا ، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه " .

(مشکوٰة المصابيح : ص/ ۲۵۵ ، باب الغصب والعارية)

ما فی " تنوير الأبصار وشرحه " : لا يجوز التصرف فی مال غيره بلا إذنه ولا ولايته .

(۹/ ۲۴۰ ، کتاب الغصب ، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير)

(۲) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : الحرمة تتعدد مع العلم بها . الدر المختار . قال الشامی : أما لـو رأی الـمکاس مثلاً يأخذ من أحد شيئاً من المکس ثم يعطيه آخر ، ثم يأخذ من ذلک الآخر آخر فهو حرام . (۷/ ۲۲۳ ، باب البيع الفاسد ، مطلب الحرمة تتعدد)

(۳) مـا فـی " تبيين الحقائق " : وکل أجنبی فی قسط صاحبه ، أی کل واحد منهما أجنبی فی نصيب صاحبه حتی لا يجوز له أن يتصرف فيه إلا بإذنه کما لغيره من الأجانب . (۴/ ۲۳۵ ، کتاب الشرکة)

(۴) ما فی " شرح المجلة لسليم رستم باز " : کل يتصرف فی ملکه کيف ما شاء .

(ص/ ۶۵۴ ، رقم المادة : ۱۱۹۲) (فتاوی عثمانی: ۳/ ۲۴۶)

ذبح سے پہلے جانور کی کلیجی اور بھیجہ کا سودا

مسئلہ (۱۱۷) : بعض لوگ قصاب کے نزدیک کسی اچھے جانور، مثلاً بکرا، گائے وغیرہ کو دیکھ کر اس کے ذبح کیے جانے سے پہلے ہی اس کے سر، پاؤں، کلیجی، بھیجہ، چاپ، دل اور گردے وغیرہ کا سودا کر لیتے ہیں، اور قصاب بھی اسے بیچ دیتے ہیں، شرعاً یہ عمل جائز نہیں ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : ولؤلؤ فی صدف للغرر ، وصوف علی ظهر غنم ...... كذا كل ما اتصاله خلقي كجلد حيوان ونوى تمر وبن وبطيخ ، لما مر أنه معدوم عرفاً . " الدر المختار ". قال الشامی : قلت : ويؤيده ما فی التجنيس : رجل اشتریٰ لؤلؤة فی صدف ، قال أبويوسف : البيع جائز ، وله الخيار إذا رآه ، وقال محمد : البيع باطل ، وعليه الفتوی .

(۷/۲۵۲، كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، مطلب : استثناء الحمل فی العقود علی ثلاث مراتب)

ما فی " تكملة الشامية " : قوله : (باطل) أی للجهل وعدم القدرة علی الإطلاع ، إذ لا يمكن الإطلاع إلا بكسر الصدف ، وفی ذلک ضرر علی صاحبه ، إذ يحتمل أن لا يوافق رغبة المشتری .

(۷/۲۵۲، دارالكتب العلمية بيروت ، فتاوی قاضی خان : ۲/۳۴۷، باب البيع الفاسد ، مكتبه حقانيه پاكستان ، البحر الرائق : ۶/۱۲۲، باب البيع الفاسد ، دارالكتب العلمية بيروت ، الفتاوی الهندية : ۳/۱۲۹، الفصل التاسع فی بيوع الأشياء المتصلة بغيرها)

ما فی " الفتاوی الهندية " : ولو باع الجلد والكرش قبل الذبح لا يجوز ، فإن ذبح بعد ذلک ونزع الجلد والكرش وسلم لا ينقلب العقد جائزاً ، كذا فی الذخيرة . (۳/۱۲۹)

ما فی " الهداية شرح البداية " : ولا بيع الحمل ولا النتاج....... ولا اللبن فی الضرع .... ولا الصوف علی ظهر الغنم ...... وجذع فی السقف . (۳/۳۴،۳۶، كتب خانه رشيديه جامع مسجد دهلی ، مجمع الأنهر : ۳/۸۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(امداد الفتاوی:۳/۶۱، امداد الاحکام:۳/۴۱۷،۴۱۸، فتاوی عثمانی:۳/۹۷، مکتبہ نعیمیہ دیوبند)

مختلف ملکوں کی کرنسی کا تبادلہ

مسئلہ (۱۱۸): مختلف ملکوں کی کرنسی کا کمی بیشی کے ساتھ تبادلہ جائز ہے، بشرطیکہ کم از کم ایک فریق اپنے روپے پر مجلس بیع میں ہی قبضہ کرے، لیکن اس صورت میں اتنی بات یاد رہے کہ یہ معاملہ ادھار کا ہو، تو مبادلہ کیلئے ثمن مثل کو ضروری قرار دیا جائے، یعنی معاملہ کے دن کرنسی کا جو نرخ مارکیٹ میں ہے، اسی کو معیار بنا کر معاملہ کیا جائے، تاکہ سود کا دروازہ بند ہو جائے۔[۱]

تعمیر سے پہلے فلیٹ کی خرید وفروخت

مسئلہ (۱۱۹): آج کل بلڈنگ کے تعمیر ہونے سے پہلے ہی، اس کے فلیٹوں (Flats) کی خرید وفروخت شروع ہو جاتی ہے، اور ضروری پیمینٹ کی ادائیگی کی وجہ سے وہ فلیٹ بکنگ کرنے والوں کو ملک کے بعد ہی دیا جاتا ہے، اس لئے جائز ودرست ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المستدرك للحاكم " : عن ابن عمر أن النبي ﷺ نهى عن بيع الكالي بالكالي ، وهو النسيئة بالنسيئة . (۲/۶۵/۶۶، رقم الحديث : ۲۳۴۳)

ما في " المقاصد الشرعية " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبةً إذا كان المقصد واجباً . (ص/۴٦) (فتاویٰ عثمانی:۳/۱۴۴)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " المبسوط للسرخسي " : وإذا استصنع الرجل عند الرجل خفين أو قلنسوة أو طستاً أو كوزاً من أواني النحاس فالقياس أن لا يجوز .... ولكنا نقول : نحن تركنا القياس لتعامل الناس في ذلك ، فإنهم تعاملون من لدن رسول الله ﷺ إلى يومنا هذا من غير نكير منكر ، وتعامل الناس من غير نكير أصل من الأصول كبير . (۱۲/۱٦۵ ، كتاب البيوع)=

واضح ہو کہ ایسی صورت حال میں کسی بلڈنگ کی مکمل تعمیر سے پہلے، اس میں تعمیر کئے جانے والے دفاتر یا مکانات وغیرہ کا خریدنا اور بک کروانا، اگر محض پہلی مرتبہ ہی ہو، تو بیع استصناع کے طور پر جائز ودرست ہے، پھر بیع استصناع میں جب تک شئ تیار کرکے مشتری کے سپرد اور حوالہ نہ کی جائے، تو اس وقت تک مشتری کی ملک نہ ہونے اور شئ کے معدوم ہونے کی بناء پر اس کا آگے کسی دوسرے کے نام فروخت کرنا شرعاً جائز نہیں، لہذا محض قانونی اجازت اور کاغذات کو بنیاد بنا کر اسے آگے بیچنا اور اس پر بروکری (دلالی) کرنا اور کمیشن لینا ہر دو امور شرعاً ناجائز اور ممنوع ہیں، جن سے اجتناب واحتراز لازم ہے۔[1]

= ما فی " الكافی فی فقه الحنفی " : الاستصناع شرعاً : أن يقول لصاحب خف أو صفار (نحاس) : اصنع لی طوله كذا ، وسعته كذا مما تعورف .... وقد تعارف الناس اليوم الاستصناع فی البيوع ، فيعرض المقاول مشروع ، عمارة فيها بيان سعة كل شقة وغرفها ، وطول الغرف وعرضها ونوع مواد البناء المختلفة ونوع البلاط والدهان ، ويطلب كذا ، وأن يسلمها بتاريخ كذا وكذا ، ويبين ثمن الشقة وأنه يطلب ثمنها على أقساط كذا وكذا إلى تمام البناء ، فهل يعد استصناعاً ، إذا تحقق انتفاء ما يجلب النزاع والحاجة إليه ما سة ، أرى أنه إذا انتفى التنازع والخلاف فلا بأس به للعادة . (۳/۱۱۴۴ ، كتاب البيوع ، الاستصناع)

ما فی " الهداية " : وإن استصنع شيئاً من ذلك (أی فی طشت أو قمقمة و خف وغيره) بغير أجل جاز استحساناً للإجماع الثابت بالتعامل ، وفی القياس لا يجوز ، لأنه بيع المعدوم ، والصحيح أنه يجوز بيعاً لا عدة ، والمعدوم قد يعتبر موجوداً حكماً . (۳/۸۴، كتاب البيوع ، باب السلم)

(۱) ما فی " الموسوعة الفقهية " : للمبيع شروط ؛ هی أن يكون المبيع موجوداً حين العقد ، فلايصح بيع المعدوم ، وذلک باتفاق العلماء . (۹/۱۴ ، البيع)

ما فی " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : المال هو يميل إليه طبع الإنسان ويمكن ادخاره إلى وقت الحاجة منقولاً أو غير منقولاً ..... وكما كان المعدوم لا يمكن احرازه ولا ادخاره فليس بمال ، والبيع بما ليس بمال باطل ، فبيع المعدوم باطل . (۱/۱۷۷ ، المادة : ۱۹۷)

دودھ میں پانی ملا کر بیچنا

مسئلہ (۱۲۰): اگر کوئی شخص دودھ میں پانی ملا کر بیچتا ہے، اور گاہک کو یہ نہیں بتلاتا کہ میں نے اس میں پانی ملایا ہے، تو اس کا یہ عمل دھوکہ دینا ہے، جو شرعاً ناجائز اور گناہ ہے،(۱) لیکن جب وہ پانی ملانا ظاہر کر دیتا ہے اور گاہک کو بتلا دیتا ہے کہ میں نے اس میں پانی

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبی هریرة رضی الله عنه أن رسول الله ﷺ قال : " من غشنا فلیس منا " . (الصحیح لمسلم : ۱/۷۰، باب قول النبی ﷺ من غشنا)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبی الجمراء قال : رأیت رسول الله ﷺ مر بخبات رجل ، عنده طعام فی وعاء ، فأدخل یده فیه ، فقال : " لعلک غششت ، من غشنا فلیس منا " . (السنن لإبن ماجة : ص/ ۱۶۱ ، أبواب التجارة ، باب النهي عن الغش)

ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : لا یحل کتمان العیب فی مبیع أو ثمن ، لأن الغش حرام . الدر المختار . قال الشامي تحت قوله : (لأن الغش حرام) إذا باع سلعة معیبة علیه البیان .

(۷/۱۶۷ ، کتاب البیوع ، باب خیار العیب)

ما فی " البحر الرائق " : کتمان عیب السلعة حرام ، وفی البزازیة وفی الفتاوی : إذا باع سلعة معیبة علیه البیان . (۶/۵۸، کتاب البیوع ، أول باب خیار العیب)

ما فی " تبیین الحقائق " : ولکون السلامة کالمشروط فی العقد لا یحل له أن یبیع المعیب حتی یبین عیبه لقوله علیه السلام : " لا یحل لمسلم باع من أخیه بیعاً وفیه عیب إلا بینه له " . رواه ابن ماجة وأحمد بمعناه ، ومر علیه السلام برجل یبیع طعاماً فأدخل یده فیه ، فإذا هو مبلول فقال : " من غشنا فلیس منا " . رواه مسلم . (۴/۳۳۵، کتاب البیوع)=

ملایا ہے، تو یہ دھوکہ دینا نہیں ہے، اب خریدنے والے کو اختیار ہے، خریدے یا نہ خریدے، (۱) لیکن بغیر پانی ملائے فروخت کرنے میں بڑی خیر وبرکت ہے، جس سے پانی ملانے والے محروم ہیں۔

سیونگ اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنا

مسئلہ (۱۲۱): بعض لوگ یونیورسٹی، کالج، سرکاری اور نیم سرکاری اور نجی اداروں میں ملازمت کرتے ہیں، اور یہ ادارے اپنے ملازمین کی تنخواہیں ان کے بینک اکاؤنٹ میں منتقل کرتے ہیں، اس صورت میں ملازمین پر لازم ہے کہ وہ بینکوں میں اپنے سیونگ اکاؤنٹ کی بجائے کرنٹ اکاؤنٹ کھلوائیں، تاکہ سود جیسی لعنت سے حفاظت ہوسکے، (۲) اوراس صورت میں تنخواہ کے بینک اکاؤنٹ میں منتقل ہوجانے میں بھی کوئی حرج نہیں، لیکن اگر تنخواہ ایسے اکاؤنٹ میں منتقل ہوئی جس میں سود لگتا ہے، تو سود کے نام پر جمع ہونے والی تمام رقم بلانیت ثواب صدقہ کرنا لازم ہے۔ (۳)

=(۱) ما فی " الهداية " : وإذا اطلع المشتری علی عیب فی المبیع فهو بالخیار ، إن شاء أخذه بجمیع الثمن وإن شاء رده ، لأن مطلق العقد یقتضی وصف السلامة ، فعند فواته یتخیر کیلا یتضرر بلزوم ما لا یرضی . (۳/۲۳، کتاب البیوع ، باب خیار العیب) (فتاوی محمودیہ: ۲۴/ ۱۸۷)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿أحل الله البیع وحرم الربوا﴾ . (سورة البقرة : ۲۷۵)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن عبد الله بن مسعود أن رسول الله ﷺ لعن آکل الربوا وموکله وشاهدیه وکاتبه . (السنن لإبن ماجة : ص/ ۱۶۵)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبی هریرة رضی الله تعالی عنه قال : قال رسول الله ﷺ: " الربوا سبعون جزءاً ، أیسرها أن ینکح الرجل أمه " . (ص/ ۲۷۶، باب الربوا)

(۳) ما فی " الموسوعة الفقهیة " : ما یکسبه المقامرة هو کسب خبیث ، وهو من المال الحرام مثل کسب المخادع والمقامر ، والواجب فی الکسب خبیث تفریغ الذمة منه برده إلی أربابه إن علموا ، وإلا إلی الفقراء . (۳۹/۴۰۷، المیسر)=

اناج، پیاز، لہسن کی ذخیرہ اندوزی

مسئلہ (۱۲۲) : بعض لوگ پیاز، لہسن، آلو، گیہوں وغیرہ کے موسم میں ان کو خرید کر جمع کر لیتے ہیں، اور جب یہ چیزیں مہنگی ہوجاتی ہیں، تب ان کو بیچتے ہیں، اگر ان کے اس عمل سے بازار میں ان اشیاء کی کمی واقع نہیں ہوتی اور عام لوگوں کو کوئی تنگی پیش نہیں آتی، تو یہ ممنوع ذخیرہ اندوزی میں داخل نہیں ہے، اور ان چیزوں کے موسم گذر جانے کے بعد ان کو اس قدر گراں بیچنا جو قابل برداشت ہو، اس میں بھی کوئی گناہ نہیں ہے، لیکن اگر اس ذخیرہ اندوزی سے بازار و مارکیٹ میں ان اشیاء کی کمی واقع ہوجاتی ہے، اور لوگوں کو تنگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، یا موسم گذر جانے پر ان کو اس قدر گراں بیچا جاتا ہے، جو نا قابل برداشت ہے، تو یہ سخت گناہ کی بات اور ان کا یہ عمل باعثِ لعنت ہے۔ (۱)

= ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده علیهم ، وإلا فإن علم عین الحرام لا یحل له ، ویتصدق به بنیة صاحبه . (۳۰۱/۷، کتاب البیوع)

ما فی " بذل المجهود " : صرح الفقهاء بأن من اکتسب مالاً بغیر حق ، فأما إذا کان عند رجل مال خبیث ، فأما إن ملکه بعقد فاسد أو حصل له بغیر عقد ولا یمکنه أن یرده إلی مالکه ، ویرید أن یدفع مظلمة عن نفسه ، فلیس له حیلة إلا أن یدفعه إلی الفقراء . (۳۵۹/۱، کتاب الطهارة)

(فتاوی بنوریہ، رقم الفتوی: ۱۰۱۸۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن عمر بن الخطاب قال: قال رسول الله ﷺ : " الجالب مرزوق، والمحتکر ملعون " . (السنن لإبن ماجة :ص/۱۵۶ ، أبواب التجارات ، باب الحکرة والجلب)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن معمر بن عبد الله ، عن رسول الله ﷺ : " لا یحتکر إلا خاطئ " .

(الصحیح لمسلم : ۳۱/۲، کتاب المساقاة والمزارعة ، باب تحریم الاحتکار فی الأقوات)=

....

....

....

....

....

= ما فی " شرح المسلم للنووی " : قال العلماء : والحکمة فی تحریم الاحتکار دفع الضرر عن عامة الناس . (۶/ ۱۲۱ ، رقم الحدیث : ۱۶۰۵ ، دار احیاء التراث العربي بیروت)

ما فی " تنویر الأبصار وشرحه مع الشامیة " : وکره احتکار قوت البشر کتین وعنب ولوز والبهائم کتبن وقت فی بلد یضر بأهل لحدیث : " الجالب مرزوق والمحتکر ملعون " . فإن لم یضر لم یکره . التنویر مع الدر . قال الشامی : والتقیید بقوت البشر قول أبی حنیفة ومحمد ، وعلیه الفتوی ، کذا فی الکافی ، وعن أبی یوسف : کل ما أضر بالعامة حبسه فهو احتکار .

(۹/ ۴۸۶/ ۴۸۷، کتاب الحظر والإباحة ، فصل فی البیع)

ما فی " الفتاوی الهندیة " : وإن اشتری فی ذلک المصر وحبسه ولا یضر بأهل المصر لا بأس به ، کذا فی التاتارخانیة ناقلاً عن التجنیس ، وإذا اشتری من مکان قریب من المصر فحمل طعاماً إلی المصر وحبسه ، وذلک یضر بأهله فهو مکروه .

(۳/ ۲۱۳، الباب العشرون فی البیاعات المکروهة ، فصل فی الاحتکار، البحر الرائق : ۸/ ۳۶۹/ ۳۷۰ ، کتاب الکراهیة ، فصل فی البیع ، تبیین الحقائق : ۷/ ۶۰، کتاب الکراهیة ، فصل فی البیع ، مجمع الأنهر : ۴/ ۲۱۳، کتاب الکراهیة ، فصل فی البیع ، المحیط البرهانی : ۸/ ۲۶۶، کتاب البیع ، فصل فی الاحتکار) (فتاوی محمودیہ: ۱۶/ ۲۳۴)

باب الرهن والغصب

(گروی اور غصب کا بیان)

گروی رکھی ہوئی چیز کا استعمال

مسئلہ (۱۲۳) : اگر کوئی شخص کسی سے قرض لے اور قرض خواہ کے پاس اپنی موٹر سائیکل گروی رکھے، تو قرض خواہ کیلئے اس کا استعمال جائز نہیں ہے[۱]، البتہ اگر استعمال کا کرایہ بازاری نرخ کے مطابق مقرر کرکے اسے قرض میں محسوب کیا جائے تو یہ جائز ہے، مگر اب عقد رہن ختم ہوکر عقد اجارہ ہو جائیگا، اور تجدید قبضہ ضروری ہوگا۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبو حنيفة وأبو يوسف ومحمد والحسن بن زياد وزفر: لا يجوز للمرتهن الإنتفاع بشيء من الرهن ، ولا للراهن أيضاً . (۱/۶۴۴)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : قال في " المنح " : عن عبد الله بن محمد بن أسلم السمرقندي ، وكان من كبار علماء سمرقند ، أنه لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه ، وإن أذن له الراهن ، لأنه أذن له في الربا ، لأنه يستوفي دينه كاملاً ، فتبقى له المنفعة فضلاً فيكون رباً ، وهذا أمر عظيم .

(۷۰/۱۰، كتاب الرهن)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وأما الإجارة فالمستاجر إن كان هو الراهن فهي باطلة ، وكانت بمنزلة ما إذا أعار منه أو أودعه ، وجدر القبض للإجارة أو أجنبياً بمباشرة أحدهما العقد بإذن الآخر بطل الرهن ، والأجرة للراهن . (۱۰۴/۱۰ ، كتاب الرهن ، باب التصرف في الرهن والخيانة عليه)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : فائدة : قال في " التاتارخانية " : ما نصه ولو استقرض دراهم وسلم حماره إلى المقرض يستعمله إلى شهرين حتى يوفيه دينه أو داره ليسكنها فهو بمنزلة الإجارة الفاسدة ، إن استعمله فعليه أجر مثله ، ولا يكون رهنا . (۷۱/۱۰، كتاب الرهن)

ما في " الفتاوى الهندية " : وكذلك لو استاجره المرتهن صحت الإجارة وبطل الرهن إذا جد ، والقبض للإجارة . (۴۶۵/۵، الباب الثامن في تصرف الراهن أو المرتهن في المرهون)

(فتاوی عثمانی:۳/۴۲۳، فتاوی حقانی:۶/۲۲۹، جدید معاملات کے شرعی احکام:۲/۱۰۰)

غصب کردہ چیز سے فائدہ اٹھانا

مسئلہ (۱۲٤) : اگر کسی شخص نے کسی کے ہزار روپئے غصب کر لئے، یا امانت میں خیانت کر کے رکھ لیا، اور اس ہزار روپئے سے تجارت و کاروبار کیا، جس سے بڑا نفع ہوا، تو شخص مذکور پر لازم ہے کہ وہ ایک ہزار روپئے اصل مالک کو واپس دیدے، (۱) اور اپنی اس غلطی اور خیانت کی وجہ سے اس سے معافی بھی مانگے، توبہ استغفار بھی کرے اور جو کچھ نفع کمایا اس کو غرباء پر صدقہ کر دے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهداية " : وعلى الغاصب رد العين المغصوبة معناه ما دام قائماً ، لقوله عليه السلام : " على اليد ما أخذت حتى ترد " . وقال عليه السلام : " لا يحل لأحد أن يأخذ متاع أخيه لاعباً ولا جاداً ، فإن أخذه فليرده عليه " . (۳/۳۵۷، كتاب الغصب)

ما في " مجمع الأنهر " : (ووجب رد عينه) أي عين المغصوب (في مكان غصبه .... إن كانت العين (باقية) لقوله عليه السلام : " على اليد ما أخذت حتى ترد " أي يجب على اليد الغاصب رد ما أخذت حتى ترد ، فإذا رد سقط وجوب الرد . (۴/۷۸، كتاب الغصب)

ما في " البحر الرائق " : (ويجب رد عينه في مكان غصبه) لقوله عليه السلام : " على اليد ما أخذت حتى ترد " أي على صاحب اليد ، وقوله عليه الصلاة والسلام : " لا يحل لأحد أن يأخذ مال أخيه لاعباً ولا جاداً ، وإن أخذه فليرده عليه " . (۸/۱۹۸ ، كتاب الغصب)

(۲) ما في " الهداية " : ومن غصب ألفاً فاشترى بها جاريةً فباعها بثلاثة آلاف درهم ، فإنه يتصدق بجميع الزرع . (۳/۳۵۹، كتاب الغصب)

ما في " مجمع الأنهر " : (ويتصدق بالفضل) عند الطرفين حتى إذا غصب أرضاً فزرعها كرين فأخرجت ثمانية أكرار، ولحقه من المؤنة قدر كر ونقصها قدر كر ، فإنه يأخذ منه أربعة أكرار ويتصدق بالباقي . (۴/۸۱، كتاب الغصب ، البحر الرائق : ۸/۲۰۵، كتاب الغصب) (فتاوی محمودیہ:۲۳/۳۶۹)

کتاب الوقف

(وقف کا بیان)

قبرستان کے درختوں کے پھل

مسئلہ (۱۲۵) : اگر وقف قبرستان کے اندر پھل کے درخت ہیں، مثلاً آم، امرود اور انار وغیرہ، تو ان کے پھلوں کو فروخت کر کے قبرستان کی ضروریات میں قیمت کو صرف کرنا لازم ہے، عام لوگوں کیلئے نہ ان پھلوں کا استعمال درست ہے اور نہ ان کی قیمت۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : شرط الواقف کنص الشارع .

(۶/۶۴۹، کتاب الوقف ، مطلب نقل کتب الوقف في محلها ، بيروت)

ما فی " الفتاوی الهندية " : فی فتاویٰ أهل سمرقند : مسجد فيه شجرة تفاح يباح للقوم أن يفطروا بهذا التفاح ، قال الصدر الشهيد : المختار أنه لا يباح ، كذا فی الذخيرة .

(۲/۴۷۷، کتاب الوقف ، مطلب الكلام على الأشجار فی المقبرة)

ما فی " المحیط البرهانی " : مسجد فيه شجرة تفاح يباح للقوم أن يفطروا بهذا التفاح ، قال الصدر الشهيد : والمختار أنه لا يباح ، لأنه صار للمسجد لا يصرف إلا إلى مصالح المسجد .

(۷/۱۴۹ ، کتاب الوقف ، الفصل الثالث والعشرون فی المسائل التی تعود إلى الأشجار التی فی المقابر ، دار احياء التراث العربي بيروت)

ما فی " فتاوی قاضی خان علی هامش الهندية " :مسجد فيه شجرة التفاح قال بعضهم : يباح للقوم أن يفطروا بهذا التفاح ، والصحيح أنه لا يباح ، لأن ذلک صار للمسجد يصرف إلى عمارة المسجد . (۳/۳۱۰، کتاب الوقف ، فصل فی الأشجار) (فتاوی محمودیہ:۲۲/۳۳۴،مکتبہ محمودیہ)

أحكام المسجد

(مسجد کے احکام)

مسجد میں داخلہ کی دعاء گیٹ یا دروازے پر؟

مسئلہ (۱۲۶): مسجد میں جو جگہ نماز کیلئے متعین اور وقف ہے، وہاں ناپاکی کی حالت میں جانا جائز نہیں ہے، خواہ وہ جگہ مسقّف ہو یا غیر مسقّف، وہاں پیر رکھتے وقت مسجد میں داخل ہونے کی دعا " **اللهم افتح لي أبواب رحمتک** " پڑھنی چاہیے،[1] اور جو جگہ مسجد کے مسقّف یا غیر مسقّف حصہ سے متصل ہے، اور وہ نماز کیلئے متعین اور وقف نہیں، وہاں ناپاکی کی حالت میں بھی جانا جائز ہے، کیوں کہ وہ شرعی مسجد نہیں ہے، گرچہ احاطہ میں داخل ہے،[2] اور وہاں داخل ہوتے وقت دعا بھی نہ پڑھے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : عن أبي أسيد قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا دخل أحدكم المسجد فليقل : " اللهم افتح لي أبواب رحمتک " .

(الصحيح لمسلم : ۱/۲۴۸، كتاب صلوٰة المسافرين ، باب ما يقول إذا دخل المسجد)

(۲) ما فی " حلبی كبير " : وفناء المسجد له حكم المسجد ، حتى لو اقتدى بالإمام منه يصح اقتداء ه ، وينبغي أن يختص بهذا الحكم دون حرمة مرور الجنب ونحوه ، وفناء ه هو المكان المتصل ليس بينه وبينه طريق . (ص/ ۶۱۴، فصل فی أحكام المسجد)

ما فی " الدر المختار مع الشامية " : (كفناء مسجد) هو المكان المتصل به ليس بينه وبينه طريق ، فهو كالمتخذ لصلوٰة جنازة أو عيد فيما ذكر من جواز الإقتداء وحل دخوله لجنب ونحوه .

(۲/۲۷، ۳، كتاب الصلوٰة ، قبيل مطلب : كلمة لا بأس دليل على المستحب وغيره)

(فتاوی محمودیہ: ۲۲/ ۳۱۹، مکتبہ محمودیہ میرٹھ)

مسجد میں سونا

مسئلہ (**۱۲۷**) : بعضے طلباء باوجود اس کے کہ انہیں دارالاقامہ میں رہنے کی جگہ دی گئی ہوتی ہے، پھر بھی روزانہ مسجد ہی میں سوتے ہیں، ان کا یہ عمل مکروہ اوراحترام مسجد کے خلاف ہے، (۱) ہاں! اگر کسی پر نیند کا غلبہ ہو، اوراس کی جماعت ترک ہوتی یا نماز قضاء ہوجاتی ہے، اور مسجد میں سونے سے نماز باجماعت کی پابندی نصیب ہوتی ہے، یا تہجد کی توفیق ہوتی ہے، یا مسجد کی حفاظت مقصود ہوتی ہے یا کوئی اور دینی ضرورت ہے، جو بغیر مسجد میں سوئے حاصل نہیں ہوتی ہے، تو اس کیلئے اجازت ہے، بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بھی دینی ضرورت کیلئے مسجد میں سوتے تھے۔ (۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی الهندية " : ويكره النوم والأكل فيه بغير المعتكف . (۵/ ۳۲۱، كتاب الكراهية، الباب الخامس فی آداب المسجد ، حلبي كبير :ص/ ۶۱۲، فصل فی أحكام المسجد)

(۲) ما فی " صحيح البخاري " : عن نافع قال : أخبرنی عبد الله بن عمر أنه كان ينام وهو شاب أعزب، لا أهل له فی مسجد النبی ﷺ . (۱/ ۶۳ ، كتاب الصلوٰة ، باب نوم الرجال فی المسجد)

ما فی " عمدة القاری " : ذكر ما يستنبط منه ، وهو جواز النوم فی المسجد لغير الغريب ، وقد اختلف العلماء فی ذلک ، فممن رخص فی النوم فيه ابن عمر ، وقال : كنا نبيت فيه ونقيل علی عهد رسول الله ﷺ ، وعن سعيد بن المسيب والحسن البصری إلی قوله .... فروی عنه أنه قال : " لا تتخذوا المسجد مرقداً " . وروی عنه أنه قال : " إن كنت تنام فيه لصلوٰة فلا بأس " .... وذكر الطبری عن الحسن قال : رأيت عثمان بن عفان نائماً فيه ، ليس حوله أحد ، وهو أمير المؤمنين . قال : وقد نام فی المسجد جماعة من السلف بغير محذور للانتفاع به .

(۴/ ۲۹۳، كتاب الصلوٰة ، باب نوم الرجال فی المسجد ، مكتبه رشيديه كوئٹه)

مسجد کے لائٹ اور پنکھوں کا استعمال

مسئلہ (۱۲۸) : مسجد کے پنکھے اور ٹیوب لائٹ چونکہ نماز کے وقت استعمال کرنے کیلئے لگائے گئے ہیں، ان کو دیگر اوقات میں استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے، (۱) البتہ اگر ان پنکھوں اور ٹیوب لائٹ دینے والوں کی طرف سے اس کی اجازت ہو، اور استعمال کی وجہ سے لائٹ کے جو مصارف بڑھ جاتے ہیں، وہ دیدیئے جائیں تو اس کی اجازت ہے۔ (۲)

مسجد کے نل سے اہلِ محلّہ کا پانی لینا

مسئلہ (۱۲۹) : مسجد کے اندر لگے ہوئے نل سے اہل محلّہ کو پانی لینا اسی صورت میں درست ہے، جب کہ ان لوگوں کی طرف سے اجازت ہو، جن کے چندہ سے وہ نل لگائے گئے ہیں، نیز ان پر لازم ہے کہ احتیاط سے استعمال کریں، اگر خراب ہوجائے تو اس کی اصلاح بھی کرادیا کریں، یہ بات نہ ہو کہ پانی تو اہل محلّہ بھریں اور مرمت مسجد کے ذمہ رہے۔ (۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی الهندیة " : لا بأس بالجلوس فی المسجد لغیر الصلوٰة لکن لو تلف به شيء یضمن . (۱/۱۱۰، قبیل الباب الثامن فی صلوٰة الوتر)

ما فی " الفتاوی الخانیة علی هامش الهندیة " : لا بأس بالجلوس فی المسجد لغیر الصلوٰة ، لکن لو تلف به شيء یضمن . (۱/۶۶، کتاب الطهارة ، باب التیمم ، فصل فی المسجد)

(۲) ما فی " الشامیة " : شرط الواقف کنص الشارع . (۶/۵۰۸، کتاب الوقف) (فتاوی محمودیہ:۲۲/۲۱۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۳) ما فی " الفتاوی الهندیة " : ولو وقف علی دهن السراج للمسجد لا یجوز وضعه جمیع اللیل، بل بقدر حاجة المصلین ، ویجوز إلی ثلث اللیل أو نصفه إذا احتیج إلیه للصلوٰة فیه =

ایک مسجد کی چٹائیاں دوسری مسجد میں

مسئلہ (**۱۳۰**) : اگر کسی مسجد میں زائد چٹائیاں موجود ہیں، اور حفاظت کی کوئی صورت نہیں، خراب اور ضائع ہورہی ہیں، تو متولی اور دیگر اہل الرائے حضرات کے مشورہ سے یہ زائد چٹائیاں، ضرورت مند مساجد میں بچھا دینا درست ہے۔[1]

=كذا في السراج الوهاج ، ولا يجوز أن يترك فيه كل الليل إلا في موضع جرت العادة فيه بذلك ، كمسجد بيت المقدس ومسجد النبي والمسجد الحرام ، أو شرط الواقف تركه فيه كل الليل .

(۲/ ۴۵۹، كتاب الوقف ، الباب الحادى عشر في المسجد)

ما في " البحر الرائق " : وفي الإسعاف : وليس لمتولي المسجد أن يحمل سراج المسجد إلى بيته ، ولا بأس بأن يترك سراج المسجد فيه من المغرب إلى وقت العشاء ، ولا يجوز أن يترك فيه كل الليل إلا في موضع جرت العادة فيه بذلك ، كمسجد بيت المقدس ومسجد النبي والمسجد الحرام ، أو شرط الواقف تركه فيه كل الليل كما جرت العادة به في زماننا .

(۵/ ۴۲۰ ، كتاب الوقف) (فتاویٰ محمودیہ:۲۲/ ۲۰۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار " : ومثله حشيش المسجد وحصره مع الاستغناء عنهما ، وكذا الرباط والبئر إذا لم ينتفع بهما ، فيصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض إلى أقرب مسجد أو رباط أو بئر أو حوض إليه . (۶/ ۴۲۹، كتاب الوقف ، مطلب فيما لو خرب المسجد)

ما في " فتاوى قاضي خان على هامش الهندية " : رباط في طريق بعيد استغنى عنه المارة وبجنسه رباط آخر ، قال السيد الإمام أبو شجاع : يصرف غلته إلى الرباط الثاني كالمسجد إذا خرب واستغنى عنه أهل القرية ، فرفع ذلك إلى القاضي فباع الخشب وصرف الثمن إلى مسجد آخر جاز . (۳/ ۳۱۵، الفتاوى البزازية على هامش الهندية : ۶/ ۲۷۰) (فتاویٰ محمودیہ:۲۱/ ۲۸۷)

روضۂ اقدس کے ڈیزائن کا گنبد بنوانا

مسئلہ (۱۳۱) : بعض ذمہ داران واہلیان مساجد اپنی مسجدوں میں روضۂ اقدس کے ڈیزائن کا گنبد بنواتے ہیں، اگر ان کا مقصد تلبیس وفریب ہے کہ اس مسجد کولوگ مسجد نبوی سمجھیں، اوراس کے ساتھ وہی عقیدت رکھیں، توان کا یہ عمل ناجائز ہے، (۱) ورنہ نہیں۔

اسی طرح بعض ذمہ داران مسجد وقبرستان، اپنی مسجد وقبرستان کا نام مسجد نبوی اور جنت البقیع رکھتے ہیں، اگر ان کا مقصد تلبیس وفریب نہیں بلکہ محض تبرک کے طور پر یا تشویق کیلئے ہے کہ اس کو دیکھ کر روضۂ اقدس کا شوق پیدا ہوتو درست ہے، (۲) ورنہ نہیں۔

مسجد کے مینار کی تحدید وتعیین

مسئلہ (۱۳۲) : مسجد کے مینار کے متعلق شریعت کی طرف سے کوئی تحدید وتعیین نہیں ہے، البتہ مسجد کی ہیئت ایسی ہونی چاہیے کہ دیکھنے والے پہچان لیں کہ یہ مسجد ہے، عامۃً دو مینار بنانے کا معمول ہے، کسی مسجد میں چار اور کسی میں اس سے زائد بھی ہیں، مگر یہ سب کسی شرعی امر کی وجہ سے نہیں، نہ ممانعت ہے، البتہ بلا وجہ پیسہ خرچ نہ کیا جائے، خاص کر وقف کا پیسہ کہ اس میں بہت احتیاط ضروری ہے۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوي " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : .... " من غشنا فليس منا " . (الصحيح لمسلم : ۱/۷۰، كتاب الإيمان ، باب قول النبي ﷺ من غشنا فليس منا)

(۲) ما في " الأشباه والنظائر " : الأمور بمقاصدها . (۱/۱۱۳) (فتاوی محمودیہ:۲۲/۳۱۶)

الحجة على ما قلنا :

(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولا بأس بنقشه خلا محرابه ..... بجص وماء ذهب لو =

ایصالِ ثواب کے لیے بنوائی گئی مسجد میں پتھر پر نام کندہ کروانا

مسئلہ (۱۳۳): ایصالِ ثواب کیلئے مسجد بنوا دینا اور اس نیت سے پتھر پر مرحوم کا نام کھدوا کر لگانا کہ دوسروں کو بھی اس قسم کے کاموں کی رغبت ہو، یا کوئی شخص اس پتھر کو دیکھ کر میت کیلئے خصوصیت سے ایصالِ ثواب کرے، درست ہے، (۱) اور اگر اس عمل سے شہرت ونا موری مقصود ہوتو درست نہیں ہے۔ (۲)

= بمالہ الحلال لا من مال الوقف ، فإنه حرام . الدر المختار . قال الشامی : وأما من مال الوقف فلا شک أنه لا یجوز للمتولی فعله مطلقاً لعدم الفائدة فیه .

(۲/۳۷۳/۳۷۴، کتاب الصلوٰۃ ، مطلب : کلمة لا بأس دلیل علی المستحب وغیره)

ما فی " حلبی کبیر " : ولا بأس بنقش المسجد بالجص والساج وماء الذهب ونحوه .... هذا إذا فعل من مال نفسه ، أما المتولی فلا یجوز أن یفعل من مال الوقف .

(ص/۵۱۵/۵۱۶، فصل فی أحکام المسجد)

ما فی " الفتاوی الهندیة " : لا یکره نقش المسجد بالجص وماء الذهب ، کذا فی التبیین ، وهذا إذا فعل من مال نفسه ، أما المتولی یفعل من مال الوقف ما یرجع إلی أحکام البناء ، دون ما یرجع إلی النقش ، حتی لو فعل یضمن ، کذا فی الهدایة .

(۱/۱۰۹ ، کتاب الصلاة ، الفصل الثانی فیما یکره فی الصلوٰۃ وما لا یکره) (فتاویٰ محمودیہ:۲۱/۳۸۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الأشباه والنظائر " : الأمور بمقاصدها . (۱/۱۱۳)

(۲) ما فی " عمدة القاری " : " من بنی لله مسجداً بنی الله مثله فی الجنة " إلی قوله : والمراد بوجه الله ذات الله ، وابتغاء وجه الله فی العمل هو الإخلاص ، وهو أن تکون نیته فی ذلک طلب مرضاة الله تعالی من دون ریاء وسمعة حتی قال ابن الجوزی : من کتب اسمه علی المسجد الذی یبنیه کان بعیداً من الإخلاص . (۴/۳۱۴، کتاب الصلاة ، باب من بنی مسجداً ، فتح الباری : ۱/۷۰۶، کتاب الصلوٰۃ ، باب من بنی مسجداً) (فتاویٰ محمودیہ:۲۱/۳۹۹)

کتاب الأضحیة

(قربانی کا بیان)

قربانی کی نیت سے قربانی کا وجوب

مسئلہ (۱۳۴) : بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ گھر میں پالے ہوئے جانور کے بارے میں اگر کسی شخص نے قربانی کی نیت کر لی، تو اس نیت سے اس جانور کی قربانی کرنا لازم ہو جاتا ہے، اور ایسے جانور کو بدلنا اور فروخت کرنا بھی جائز نہیں ہے، جب کہ یہ خیال صحیح نہیں ہے، جانور کے پہلے سے ملکیت میں ہوتے ہوئے اس میں قربانی کی نیت کر لینے سے اس کی قربانی لازم نہیں ہوتی ہے، اس جانور کے علاوہ دوسرے جانور کی بھی قربانی کر سکتا ہے۔[۱]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : (شراها لها) فلو کانت فی ملکه فنوی أن یضحی بها أو اشتراها ولم ینو الأضحیة وقت الشراء ، ثم نوی بعد ذلک لا یجب ، لأن النیة لم تقارن الشراء فلا تعتبر . (۹/۳۸۹، کتاب الأضحیة)

ما فی " بدائع الصنائع " : إذا اشتری شاة للأضحیة وهو موسر ثم إنها ماتت ..... فی أیام النحر أنه یجب علیه أن یضحی بشاة أخری، لأن الوجوب فی جملة الوقت ، والمشتریٰ لم یتعین للوجوب، والوقت باق . (۴/۱۹۹، کتاب الأضحیة)

ما فی " الفتاوی الهندیة " : لو ملک إنسان شاة فنوی أن یضحی بها أو اشتری شاة ولم ینو الأضحیة وقت الشراء ، ثم نوی بعد ذلک أن یضحی بها لا تجب علیه ، سواء کان غنیاً أو فقیراً .

(۵/۲۹۱، کتاب الأضحیة ، الباب الأول)

دس ذی الحجہ کو زوال کے بعد قربانی

مسئلہ (۱۳۵) : اگر کسی شہر میں دس ذی الحجہ کو نماز عید کسی وجہ سے نہیں پڑھی گئی، تو اس روز زوال کے بعد جانور ذبح کرنا جائز ہوگا۔(۱)

نماز عید پڑھے بغیر قربانی

مسئلہ (۱۳۶) : بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر قربانی کرنے والے نے عید کی نماز نہیں پڑھی اور مسجد یا عیدگاہ میں نماز عید ہوچکی ہے، تو اس صورت میں عید کی نماز پڑھے بغیر قربانی کرنا جائز نہیں ہوگا، جب کہ نماز عید پڑھے بغیر قربانی کرنا درست ہے،

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : إذا ترك الصلوٰة يوم النحر بعذر أو بغير عذر لا تجوز الأضحية ، حتى تزول الشمس . (۲۹۵/۵، الباب الثالث في وقت الأضحية)

ما في " البحر الرائق " : ولو لم يصل الإمام صلوٰة العيد في اليوم الأول ، أخروا الأضحية إلى الزوال ثم ذبحوا ، ولا تجزئهم التضحية إذا لم يصل الإمام إلا بعد الزوال .

(۳۲۲/۸، كتاب الأضحية)

ما في " تبيين الحقائق " : ولو لم يصل الإمام العيد في اليوم الأول ، أخروا التضحية إلى الزوال ثم ذبحوا ، ولاتجزئهم التضحية ما لم يصل الإمام العيد في اليوم الأول إلا بعد الزوال ، فحينئذ يجوز لخروج وقتها . (۴۷۷/٦، كتاب الأضحية)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وأول وقتها بعد الصلوٰة إن ذبح في مصر .... وبعد مضى وقتها لو لم يصلوا لعذر . الدر المختار . قال الشامي : ووقت الصلوٰة من الإرتفاع إلى الزوال .

(۳۸٦/۹، كتاب الأضحية) (فتاوی محمودیہ:۴۵۳/۱۷)

بشرطیکہ مسجد یا عیدگاہ میں نمازِ عید ہو چکی ہو، کیوں کہ خود قربانی کرنے والے کا عید کی نماز سے فارغ ہونا شرط نہیں ہے، بلکہ مسجد یا عیدگاہ میں عید کی نماز ہو جانا کافی ہے۔ (۱)

ایام قربانی گذر گئے اور قربانی نہ کر سکا

مسئلہ (۱۳۷) : کسی شخص پر قربانی واجب تھی، لیکن قربانی کے تین دن گذر گئے، اور اس نے قربانی نہیں کی، تو ایک بکری یا بھیڑ کی قیمت خیرات کر دے، اور اگر قربانی کا جانور خرید لیا، اور کسی وجہ سے قربانی نہ کر سکا، تو زندہ جانور صدقہ کر دے، اور اس کا گوشت خود نہ کھائے، کیوں کہ اب واجب، قربانی سے تصدق کی طرف منتقل ہو چکا ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الشامية " : ولو ضحى بعد ما صلى أهل المسجد ولم يصل أهل الجبانة أجزأه استحساناً ، لأنها صلوٰة معتبرة ، حتى لو اكتفوا بها أجزأتهم .

(۹/۳۸۵، كتاب التضحية ، تبيين الحقائق : ۶/۴۷۷ ، البحر الرائق : ۸/۳۲۲)

ما فی " فتاوى قاضی خان على هامش الهندية " : ولو خرج الإمام بطائفة إلى الجبانة وأمر رجلاً ليصلي بالضعفة في المصر ، وضحى بعد ما صلى أحد الفريقين جاز استحساناً .

(۳/۳۴۴، فصل فی صفة الأضحية ووقت وجوبها)

ما فی " بدائع الصنائع " : إذا صلى أهل أحد المسجدين أيهما كان جاز ذبح الأضاحي ، وذكر في الأصل : إذا صلى أهل المسجد فالقياس أن لا يجوز ذبح الأضحية ، وفي الاستحسان يجوز .....

...... ووجه الاستحسان أن الشرط صلوٰة العيد ، والصلوٰة في المسجد الجامع تجزى عن صلوٰة العيد بدليل أنهم لو اقتصروا عليها جاز ، ويقع الاكتفاء بذلک فقد وجد الشرط فجاز .

(۴/۲۱۲/۱۱۱، كتاب التضحية) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۷/۴۵۵)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فی " الشامية " : إذا أوجب شاة بعينها أو اشتراها ليضحي بها ، فمضت أيام النحر قبل أن يذبحها تصدق بها حية ، ولا يأكل من لحمها ، لأنه انتقل الواجب من إراقة الدم إلى التصدق ، =

اجتماعی قربانی

مسئلہ (۱۳۸) : موجودہ دور میں اجتماعی قربانی کا رواج عام ہورہا ہے، اور بہت سارے ادارے یہ خدمت انجام دے رہے ہیں، شرعاً یہ جائز ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، (۱) لیکن اجتماعی قربانی میں مشترکہ جانور کو ذبح کرنے سے پہلے جن سات شریکوں کی طرف سے یہ قربانی ہے، ان کی تعیین اور ذبح کرتے وقت ان کی طرف سے قربانی کی نیت کرنا ضروری ہے، ورنہ تعیین نہ ہونے کی وجہ سے قربانی صحیح نہیں ہوگی۔ (۲)

= وإن لم يوجب ولم يشتر وهو موسر وقد مضت أيامها تصدق بقيمة شاة تجزی للأضحية .

(۳۸۹/۹، كتاب الأضحية)

ما فی " الفتاوی الهندية " : وقد اشتری شاة بنية الأضحية فلم يفعل حتى مضت أيام النحر تصدق بها حيةً ، وإن كان من لم يضح غنياً ولم يوجب على نفسه شاة بعينها تصدق بقيمة شاة اشتری أو لم يشتر ، كذا فی العتابية . (۲۹٦/۵، كتاب الأضحية ، الباب الرابع ، بدائع الصنائع : ۲۰۲/۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی الهندية " : والبقر والبعير يجزی عن سبعة إذا كانوا يريدون وجه الله ، والتقدير بالسبع يمنع الزيادة ، ولا يمنع النقصان ، كذا فی الخلاصة . (۳۰۴/۵)

ما فی " الهداية " : تذبح بقرة أو بدنة عن سبعة ، والقياس أن لا تجوز إلا عن واحد ، لأن الإراقة واحدة وهی القربة إلا إنا تركناه بالأثر ، وهو ما روی عن جابر رضی الله تعالى عنه أنه قال : نحرنا مع رسول الله ﷺ البقرة عن سبعة والبدنة عن سبعة .

(۴۴۴/۴، كتاب الأضحية ، مجمع الأنهر : ۱٦۸/۴)

(۲) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : ذبح حيوان مخصوص بنية القربة فی وقت مخصوص .

قال فی " البدائع " : فلا تجزی التضحية بدونها لأن الذبح قد يكون للحم ، وقد يكون للقربة ، والفعل لا يقع قربة بدون النية . (۳۷۸/۹، كتاب الأضحية)=

بڑے جانور کی قربانی ایک فرد کی طرف سے

مسئلہ (**۱۳۹**) : بڑے جانور میں سات افراد کا شامل ہونا ضروری نہیں ہے، بلکہ اگر بڑے جانور میں سات افراد سے کم، مثلاً کسی بڑے جانور میں چھ یا پانچ یا اس سے بھی کم شریک ہوں تب بھی جائز ودرست ہے،(۱) یہاں تک کہ اگر تنہا ہی ایک آدمی پورے بڑے جانور کی قربانی اپنی طرف سے کرے تو بھی جائز ہے۔(۲)

= ما فی " الفقه الإسلامی وأدلته للزحیلي " : ویشترط لجواز إقامة التضحیة علی المکلف بها نیة الأضحیة ، فلا تجزی الأضحیة بدونها ، لأن الذبح قد یکون للحم وقد یکون للقربة ، والفعل لا یقع قربة بدون النیة . (۲۷۱۳/۴، کتاب الأضحیة)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " البحر الرائق " : وتجوز عن ستة أو خمسة أو أربعة أو ثلاثة ذکره فی الأصل ، لأنه لما جاز عن سبعة فما دونها أولیٰ . (۳۱۹/۸، کتاب الأضحیة)

ما فی " الهدایة " : وتجوز عن خمسة أو ستة أو ثلاثة ، ذکره محمد فی الأصل ، لأنه لما جاز عن سبعة فعن دونهم أولیٰ . (۴۴۴/۴، کتاب الأضحیة ، مجمع الأنهر : ۱۶۸/۴)

ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : وتجزی عما دون سبعة بالأولیٰ .

(۳۸۳/۹، کتاب الأضحیة ، بدائع الصنائع : ۲۰۵/۴)

(۲) ما فی " مجمع الأنهر " : (وهی) أی الأضحیة (شاة) تجوز من فرد فقط (أو بدنة) تجوز من واحد أیضاً . (۱۶۸/۴ ، کتاب الأضحیة) (کتاب الفتاوی:۱۴۴/۴)

مالدار صاحبِ نصاب بیوی پر قربانی

مسئلہ (**۱٤۰**) : اگر بیوی مالدار صاحب نصاب ہے، یا اس کی ملکیت میں ضرورت سے زائد اتنی چیزیں ہیں، کہ ان کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہے، تو اس پر قربانی واجب ہے، اور اس پر لازم ہے کہ اپنی طرف سے ایک حصہ قربانی کرے، رہا شوہر! تو اس پر بیوی کی طرف سے قربانی کرنا ضروری نہیں، لیکن اگر وہ بیوی کی اجازت سے اس کیلئے بھی ایک حصہ قربانی کرے گا، تو بیوی کی طرف سے قربانی ادا ہو جائے گی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : وشرائطها الإسلام والإقامة واليسار الذى يتعلق به وجوب صدقة الفطر لا الذكور فتجب على الأنثىٰ . الدر المختار . وفي الشامي : قوله : (اليسار) بأن ملك مأتي درهم أو عرضا يساويها غير مسكنة ...... يحتاجه إلى أن يذبح الأضحية .
(۹/۳۷۹، كتاب الأضحية)

ما فی " الفتاوی الهندية " : (وأما شرائط الوجوب) منها اليسار ، وهو ما يتعلق به وجوب صدقة الفطر . (۵/۲۹۲، كتاب الأضحية ، الباب الأول)

ما فی " مجمع الأنهر " : وشرائطها الإسلام واليسار الذى يتعلق به صدقة الفطر فتجب على الأنثىٰ .
(۴/۱٦٦ ، كتاب الأضحية ، البحر الرائق : ۸/۳۱۷)

ما فی " الفتاوی الهندية " : وليس على الرجل أن يضحى عن أولاده الكبار وامرأته إلا بإذنه .
(۵/۲۹۳، كتاب الأضحية ، الباب الأول)

سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی

مسئلہ (۱۴۱) : جس جانور کے پیدائش سے سینگ نہیں ، یا سینگ تو تھے مگر ٹوٹ گئے، تو اس کی قربانی درست ہے،[۱] البتہ اگر سینگ بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں، تو قربانی درست نہیں ہے۔[۲]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوی الهندية " : ويجوز بالجماء التی لا قرن لها ، وكذا مكسورة القرن ، كذا في الكافي . (۵/۲۹۷، كتاب الأضحية)

ما في " الشامية " : قال ابن عابدين تحت قوله : (ويضحی بالجماء) هی التی لا قرن لها خلقة ، وكذا العظماء التی ذهب بعض قرنها بالكسر أو غيره . (۹/۳۹۱، كتاب الأضحية)

ما في " الموسوعة الفقهية " : أما الأنعام تجزئ التضحية بها ، لأن عيبها ليس بفاحش ، فهی الجماء ، وتسمی الجلحاء ، وهی التی لا قرن لها خلقة ، ومثلها مكسورة القرن إن لم يظهر عظم دماغها ، لما صح عن علي أنه قال لمن سأله عن مكسورة القرن : لا بأس .

(۸۵/۵، البحر الرائق : ۳۲۳/۸، الفقه الإسلامی وأدلته : ۲۷۲/۴)

(۲) ما في " الفتاوی الهندية " : وإن بلغ الكسر المشاش لا يجزيه ، والمشاش رؤس العظام مثل الركبتين والمرفقين ، كذا في البدائع .

(۵/۲۹۷، كتاب الأضحية ، الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب)

ما في " الشامية " : إن بلغ الكسر إلی المخ لم يجز " قهستانی " . وفي " البدائع " : إن الكسر المشاش لا يجزی ، والمشاش رؤوس العظام مثل الركبتين والمرفقين .

(۹/۳۹۱، كتاب الأضحية) (فتاوی محمودیہ: ۳۸۴/۳۸۳/۱۷، فتاوی دارالعلوم دیوبند: ۵۳۲/۱۵)

ایک ہی تھن سے دودھ دینے والے جانور کی قربانی

مسئلہ (۱۴۲) : اگر بھیڑ، بکری، دنبی وغیرہ کے ایک تھن سے دودھ نہ اترتا ہو، تو اس کی قربانی درست نہیں ہے، کیوں کہ ایک تھن سے دودھ نہ اترنا بھیڑ، بکری، دنبی وغیرہ میں عیب ہے، اورعیب دار جانور کی قربانی کرنے سے قربانی درست نہیں ہوتی ہے۔ (۱)

خارش زدہ جانور کی قربانی

مسئلہ (۱۴۳) : جس جانور کو کھجلی کی بیماری ہے، اوراس کا اثر گوشت تک نہ پہنچا ہو، تو اس کی قربانی درست ہے، اوراگر بیماری اور زخم کا اثر گوشت تک پہنچا ہو، تو اس کی قربانی صحیح نہیں ہے۔ (۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الشامیة " : قال الشامی تحت قوله : (وهی التی عولجت) فاقطع اللبن عن إحدی ضرعیها . (۹/۳۹۳، کتاب الأضحیة)

ما فی " الفتاوی الهندیة " : والشطور لا تجزی ، وهی من الشاة ما قطع اللبن عن إحدی ضرعیها . (۵/۲۹۹، کتاب الأضحیة ، الباب الخامس ، الموسوعة الفقهیة : ۵/۸۳، الفقه الإسلامی وأدلته : ۴/۲۷۲، البحر الرائق : ۸/۳۲۳، کتاب الأضحیة) (فتاوی محمودیہ: ۱۷/۳۸۰)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : (ویضحی ...... بالجرب بالسمینة) فلو مهزولة لم یجز ، لأن الجرب فی اللحم نقص . الدر المختار . قال الشامی تحت قوله : (فلو مهزولة) قال فی الخانیة : وتجوز بالثولاء والجرباء السمینتین فلو مهزولة فیها بعض الشحم جاز .

(۹/۳۹۱، کتاب الأضحیة)=

جس جانور کی تھنوں سے دودھ نہ اترے اس کی قربانی

مسئلہ (۱٤٤) : اگر اونٹنی، گائے اور بھینس کی دو تھنوں سے دودھ نہ اترتا ہو، تو اس کی قربانی درست نہیں ہے، کیوں کہ یہ عیب ہے، اور عیب والے جانور کی قربانی درست نہیں ہوتی۔[1]

= ما في " بدائع الصنائع " : وتجوز الجرباء إذا كانت سمينة ، فإن كانت مهزولة لا تجوز .

(۲۱٦/۴، كتاب التضحية ، أما شرائط جواز إقامة الواجب)

ما في " الفتاوى الهندية " : وتجوز الجرباء إذا كانت سمينة ، فإن كانت مهزولة لا تجوز .

(۲۹۸/۵، الباب الخامس)

ما في " الموسوعة الفقهية " : تجزى التضحية ..... الجرباء السمينة بخلاف المهزولة ....

لا تجزى التضحية ..... بالعجفاء التي لا تنقى ، وهي المهزولة التي ذهب نقيها ، وهو المخ الذي في داخل العظام فإنها لا تجزى . (۸۵/۸۴/۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الشامية " : قال الشامي تحت قوله : (وهي التي عولجت) ومن الإبل والبقر ما قطع من ضرعيها ، لأن لكل واحد منهما أربع أضرع . (۳۹۳/۹)

ما في " الفتاوى الهندية " : ومن الإبل والبقر ما انقطع اللبن من ضرعيها ، لأن لكل منهما أربع أضرع ، كذا في التتارخانية .

(۲۹۹/۵، كتاب الأضحية ، الباب الخامس ، المحيط البرهاني : ۴۷۹/٦، الباب الخامس)

قربانی کی نیت سے خریدے گئے جانور کا دودھ

مسئلہ (۱۴۵) : اگر کسی شخص نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا، تو خریدنے کے بعد اس جانور سے دودھ نکالنا، خواہ خود اس کے استعمال کیلئے ہو یا فروخت کرنے کیلئے ہو، جائز نہیں ہے، اور اگر کسی شخص نے دودھ نکال لیا، تو دودھ یا اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : لو اشترى شاة للأضحية يكره أن يحلبها أو يجز صوفها فينتفع به ، لأنه عينها للقربة فلا يحل له الإنتفاع بجزء من أجزائها قبل إقامة القربة بها .... ولو حلب اللبن من الأضحية قبل الذبح أو جز صوفها يتصدق به ولا ينتفع به ، كذا في الظهيرية .

(۵/ ۳۰۰/ ۳۰۱، كتاب الأضحية ، الباب السادس)

ما في " البحر الرائق " : ويكره بيع لبنها ...... ولو اكتسب مالاً من لبنها يتصدق بمثل ذلك .

(۸/ ۳۲۷، كتاب الأضحية)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (ويكره الإنتفاع بلبنها) . الدر المختار . قال الشامي : فإن كانت التضحية قريبة تصنع ضرعها بالماء البارد وإلا حلبه وتصدق به ، كما في الكفاية .

(۹/ ۳۹۹، كتاب الأضحية)

ما في " بدائع الصنائع " : لو اشترى شاة للأضحية فيكره أن يحلبها أو يجز صوفها فينتفع به ، لأنه عينها للقربة فلا يحل له الإنتفاع بجزء من أجزائها قبل إقامة القربة فيها .

(۴/ ۲۱۹، كتاب التضحية ، ما يستحب قبل التضحية ، الفتاوى البزازية على هامش الهندية : ۶/ ۲۹۴ ، السادس في الإنتفاع) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۷/ ۴۷۹)

خریدے گئے جانور کے بدلہ دوسرے جانور کی قربانی

مسئلہ (۱۴۶) : اگر کسی شخص نے قربانی کی نیت سے ایک جانور خریدا، اور وہ اس کے بدلے کسی دوسرے جانور کی قربانی کرنا چاہے، تو دوسرا جانور پہلے جانور کی قیمت سے کم پر نہ خریدے، اور اگر اس نے دوسرا جانور پہلے جانور سے کم قیمت پر خرید لیا، تو پہلے اور دوسرے جانور کی قیمت میں جتنا فرق ہے اتنی قیمت صدقہ کردے۔ (۱)

خصی بکرے اور مینڈھے وغیرہ کی قربانی

مسئلہ (۱۴۷) : بعض لوگ خصی بکرے، مینڈھے اور بیل کی قربانی کو ناجائز سمجھتے ہیں، جب کہ خصی جانور کی قربانی بلاکراہت درست ہے، چاہے خصیتین کاٹ کر نکال دیئے جائیں یا دبا کر، دونوں صورتوں میں قربانی صحیح ہے، کیوں کہ یہ عیب گوشت کی عمدگی کیلئے قصداً کیا جاتا ہے، اس لئے اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ (۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوی الهندية " : رجل اشتری شاة للأضحية وأوجبها بلسانه ثم اشتری أخری جاز له بيع الأولیٰ في قول أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالی ، وإن كانت الثانية شرا من الأولی فذبح الثانية ، فإنه يتصدق بفضل ما بين القيمتين ، لأنه لما أوجب الأولیٰ بلسانه فقد جعل مقدار مالية الأولیٰ لله تعالی ، فلا يكون له أن يستفصل لنفسه شيئاً ، ولهذا يلزمه التصدق بالفضل .

(۲۹۴/۵، الباب الثاني في وجوب الأضحية بالنذر وما هو في معناه)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما في " الحديث النبوی " : عن جابر رضي الله تعالی عنه قال : " ذبح النبي ﷺ يوم الذبح كبشين أقرنين أملحين موجوئين " . (مشكوٰة المصابيح :ص/۱۲۸ ، باب الأضحية ، الفصل الثاني)=

باؤلے جانور کی قربانی

مسئلہ (۱۴۸): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ باؤلے جانور کی قربانی درست نہیں ہے، جب کہ اس کی قربانی جائز ہے، کیوں کہ باؤلا پن قربانی کیلئے عیب نہیں ہے، ہاں اگر باؤلے پن کی وجہ سے کھا پی نہ سکتا ہو، تو اس کی قربانی درست نہیں ہے۔[1]

= ما فی " بدائع الصنائع " : لما روی جابر رضی الله تعالی عنه ، أن رسول الله ﷺ ضحی بكبشين أملحين أقرنين موجوأين عظيمين سمينين ...... والموجوء قيل هو مدقوق الخصيتين ، وقيل هو الخصی ، كذا روی عن أبی حنيفة ، فإنه روي عنه أنه سئل عن التضحية بالخصی ، فقال : ما زاد فی لحمه أنفع مما هب من خصيته . (۲۲۳/۴، كتاب التضحية ، أما الذی يرجع إلی الأضحية)

ما فی " البحر الرائق " : (ويضحی بالجماء والخصی) وعن أبی حنيفة هو أولیٰ ، لأن لحمه أطيب، وقد صح أنه عليه الصلوٰة والسلام ضحی بكبشين أملحين موجوأين ، والموجوء المخصی من الوجء ، وهو أن يضرب عروق الخصيته بشيء . (۳۲۳/۸، كتاب الأضحية)

ما فی " الهداية " : ويجوز أن يضحی بالخصی ، لأن لحمها أطيب ، وقد صح أن النبی ﷺ ضحی بكبشين أملحين موجوأين . (۴۲۳/۴، كتاب الأضحية)

ما فی " الفتاوی الهندية " : والخصی أفضل من الفحل لأنه أطيب لحماً .

(۲۹۹/۵، الباب الخامس)

ما فی " مجمع الأنهر " : وعن الإمام أن الخصی أولیٰ لأن لحمه ألذّ وأطيب .

(۱۷۱/۴، كتاب الأضحية ، الدر المختار مع الشامية : ۳۹۱/۹، كتاب الأضحية)

(فتاویٰ محمودیہ: ۳۴۰/۱۷)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی الهندية " : وتجوز الثولاء وهی المجنونة إلا إذا كان ذلک يمنع الرعی والاعتلاف فلا يجوز . (۲۹۸/۵، الباب الخامس) =

جنابت کی حالت میں قربانی کا جانور ذبح کرنا

مسئلہ (۱۴۹) : بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ بحالت جنابت قربانی کے جانور کو ذبح کرنا صحیح نہیں ہے، جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کیلئے پاک ہونا شرط نہیں ہے، بحالت جنابت ذبح کرنے سے بھی قربانی درست ہوجائے گی، البتہ پاکی حالت میں ذبح کرنا اولیٰ وبہتر ہے۔(۱)

= ما فی " الدر المختار " : ویضحی بالجماء والخصی والثولاء أی المجنونة إذا لم یمنعها من السوم والرعی ، وإن منعها لا تجوز التضحیة بها . (۹/۳۹۱، کتاب الأضحیة)

ما فی " البحر الرائق " : (ویضحی بالجماء والخصی والثولاء) وهی المجنونة لأنه لا یخل بالمقصود إذا کانت تعتلف . (۸/۳۲۳، کتاب الأضحیة)

ما فی " الموسوعة الفقهیة " : الثولاء وهی المجنونة ، ویشترط فی أجزائها لا یمنعها الثول عن الاعتلاف ، فإن منعها منه لم تجزی ، لأن ذلک یفضی إلی هلاکها . (۵/۸۶)

ما فی " الفقه الإسلامی وأدلته " : ویجوز أن یضحی بالجماء والثولاء (المجنونة) إذا کان ترعی ، فإن امتنعت من الرعی لم تجز . (۴/۲۸، کتاب الأضحیة)

ما فی " الهدایة " : ویجوز أن یضحی بالجماء والثولاء وهی المجنونة ، وقیل : هذا إذا کانت تعتلف ، لأنه لا یخل بالمقصود ، وأما إذا کانت لا تعتلف لا تجزیه .

(۴/۴۴۸، کتاب الأضحیة ، بدائع الصنائع : ۴/۲۱۶، کتاب الأضحیة)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المنتقی فی شرح الملتقی " : وتحل ذبیحة مسلم ولو امرأة حائضاً أو نفساء أو جنبیاً . (۴/۱۵۴، کتاب الذبائح)

ما فی " الفقه الإسلامی وأدلته " : شروط الذابح ، وهی أن یکون ممیزاً عاقلاً مسلماً أو کتابیاً .... قاصداً التذکیة ولو کان مکرهاً ذکراً أو أنثیٰ طاهراً أو حائضاً أو جنبیاً .

(۴/۲۷۶۳، کتاب الذبائح)=

عورت کا اپنی قربانی کا جانور خود ذبح کرنا

مسئله (۱۵۰): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ عورت کا اپنی قربانی کا جانور خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا درست نہیں ہے، جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ عورت اگر ذبح کرنے پر قادر ہو، تو وہ اپنے قربانی کے جانور کو خود ذبح کرسکتی ہے، اور ذبیحہ بھی درست ہے۔ (۱)

= ما فی " النتف فی الفتاوی " : فإن ذبح کل مسلم و کل کتابی (حلال) رجلاً کان أو أنثیٰ ، حراً کان أو عبداً ، جنباً کان أو طاهراً . (ص/ ۱۴۷ ، کتاب الذبائح و الصید) (فتاوی محمودیہ: ۱۷/ ۲۳۰)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " صحیح البخاري " : عن ابن لکعب بن مالک عن أبیه أن امرأة ذبحت شاة بحجر ، فسئل النبی عن ذلک ، فأمر بأکلها . (۲/ ۸۲۷ ، کتاب الذبائح و الصید ، باب ذبیحة الأمة و المرأة)

ما فی " فتح الباری " : عن إبراهیم النخعي أنه قال فی ذبیحة المرأة و الصبی : لا بأس إذا أطاق الذبیحة و حفظ التسمیة ، وهو قول الجمهور .

(۹/ ۸۲۷ کتاب الذبائح و الصید، باب ذبیحة الأمة و المرأة ، دار السلام الریاض)

ما فی " الدر المختار " : فتحل ذبیحتهما أی الکتابی الذمی و الحربی ولو الذابح مجنوناً أو امرأة أو صبیاً یعقل التسمیة و الذبح ویقدر .

(۹/ ۳۵۹، کتاب الذبائح ، البحر الرائق : ۸/ ۳۰۵، ۳۰۶، کتاب الذبائح)

ما فی " مجمع الأنهر " : (وتحل ذبیحة مسلم و کتابی وذمی أو حربی ولو کان الذابح امرأة أو صبیاً أو مجنوناً یعقلان) حل الذبیحة بالتسمیة ، ویضبطان شرائط الذبح ، ویقدران علی الذبح .

(۴/ ۱۵۳، ۱۵۴ ، کتاب الذبائح ، الفتاوی البزازیة علی هامش الهندیة : ۶/ ۳۰۴، کتاب الذبائح، اعلاء السنن : ۱۷/ ۱۰۳ ، کتاب الذبائح ، باب جواز ذبح المرأة و الصبی ، الفقه الإسلامی و أدلته : ۴/ ۲۷۶۳، النتف فی الفتاوی : ص/ ۱۴۷ ، کتاب الذبائح و الصید ، الموسوعة الفقهیة : ۲۱/ ۱۸۴) (فتاوی محمودیہ: ۱۷/ ۲۲۸)

بوقتِ ذبح عربی زبان میں ''بسم اللہ''

مسئلہ (١٥١): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ بوقت ذبح ''بسم اللہ'' کا بزبان عربی کہنا ضروری ہے، جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ تسمیہ کسی بھی زبان میں ہو، خواہ ذابح (ذبح کرنے والا) عربی جانتا ہو یا نہ جانتا ہو ط دونوں صورتوں میں قربانی ہوجائے گی۔[1]

چھری چلانے والے کے ساتھ شریک شخص کا ''بسم اللہ'' کہنا

مسئلہ (١٥٢): جو لوگ چھری چلانے والے کے ساتھ، چھری چلانے میں شریک ہوں ان پر ''بسم اللہ'' کہنا واجب ہے، ورنہ جانور حرام ہوجائے گا، اس کا گوشت کھانا جائز نہیں ہوگا، البتہ ہاتھ پیر اور منہ پکڑنے والا شریک نہیں محض معاون ہے، لہذا اس پر ''بسم اللہ'' کہنا واجب نہیں ہے۔[2]

الحجة علی ما قلنا :

(١) ما فی " بدائع الصنائع " :سواء کانت التسمیة بالعربیة أو بالفارسیة أو أی لسان کان ، وهو لا یحسن العربیة أو یحسنها ، کذا روی بشر عن أبی یوسف : لو أن رجلاً سمی علی الذبیحة بالرومیة أو الفارسیة ، وهو یحسن العربیة أو لا یحسنها أجزاه ذلک عن التسمیة .

(١٦٩/٤ ، کتاب الذبائح والصید ، فصل فی شرط حل الأکل فی الحیوان المأکول ، الفتاوی الهندیة :٢٨٥/٥ ، کتاب الذبائح ، الباب الأول فی رکنه وشرائطه)

ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : والشرط فی التسمیة هو الذکر الخالص بأی إسم کان مقرونا بصفة کـألله أکبر أو أجل أو أعظم ..... جهل التسمیة أو لا بالعربیة أو لا ، ولو قادراً علیها .

(٣٦٤/٩، کتاب الذبائح)

الحجة علی ما قلنا :

(٢) ما فی " الدر المختار " : أراد التضحیة فوضع یده مع ید القصاب فی الذبح وأعانه علی الذبح سمی کل وجوباً ، فلو ترکها أحدهما أو ظن أن تسمیة أحدهما تکفی حرمت . (٤٠٥/٩، کتاب الأضحیة)=

قربانی کے گوشت کی تقسیم اندازے سے

مسئلہ (۱۵۳): اگر کسی بڑے جانور میں چند لوگ شریک ہوں، تو قربانی کا گوشت اندازہ سے تقسیم کرنا جائز نہیں ہے، وزن کر کے برابر تقسیم کرنا ضروری ہے، اگر کسی حصہ میں گوشت کی کمی بیشی ہوگی تو سود ہو جائے گا، اور سود لینا دینا، کھانا اور کھلانا سب حرام ہے،(۱) البتہ اگر کسی شریک نے سر اور پائیں لے لئے، تو پھر اس کے حصے میں کم گوشت دینا جائز ہوگا۔(۲)

= ما فی " الفتاوی الهندیة " : رجل أراد أن یضحی فوضع صاحب الشاة یده علی السکین مع ید القصاب، حتی تعاونا علی الذبح ، قال الشیخ الإمام : یجب علی کل واحد منهما التسمیة ، حتی لو ترک أحدهما التسمیة لا یجوز ، کذا فی الظهیریة . (۵/۳۰۴، کتاب الأضحیة ، الباب السابع) (فتاوی محمودیہ: ۱۷/۲۴۴)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " البحر الرائق " : وإذا جاز عن الشرکة یقسم اللحم بالوزن ، لأنه موزون ، وإذا أقسموا جزافاً لا یجوز ، لأن القسمة فیها معنی المبادلة . (۸/۳۱۹، کتاب الأضحیة)

ما فی " بدائع الصنائع " : قال هشام : سألت أبا یوسف عن البقرة إذا ذبحها سبعة فی الأضحیة أیقسمون لحمها جزافاً أو وزناً ؟ قال : بل وزناً .... أما عدم جواز القسمة مجازفة فلأن فیها معنی التملیک ، واللحم من الأموال الربویة ، فلا یجوز تملیکه مجازفة کسائر الأموال الربویة .

(۴/۲۰۱/۲۰۲، کتاب التضحیة ، کیفیة الوجوب)

ما فی " الفتاوی الهندیة " : لو اشتری عشرة عشر أغنام بینهما فضحی کل واحد واحدة ، ویقسم اللحم بینهما بالوزن . (۵/۳۰۶، کتاب الأضحیة ، الباب الثامن)

ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : ویقسم اللحم وزناً لا جزافاً . الدر المختار . قال العلامة ابن عابدین تحت قوله : (لا جزافاً) لأن القسمة فیها معنی المبادلة ، قال فی " البدائع " : أما عدم جواز القسمة مجازفة ، فلأن فیها معنی التملیک ، واللحم من أموال الربا ، فلا یجوز تملیکه مجازفة . (۹/۳۸۵)

(۲) ما فی " الفتاوی الهندیة " : وإن اقتسموا مجازفةً یجوز إذا کان أخذ کل واحد شیئاً من الأکارع أو الرأس أو الجلد . (۵/۳۰۶، کتاب الأضحیة ، الباب الثامن)=

قربانی کے شریکوں میں سے کسی فرد کا وفات پانا

مسئله (۱۵۴) : اگر سات افراد شریک ہوکر ایک بڑا جانور قربانی کیلئے خریدیں، اور قربانی کرنے سے پہلے ان میں سے ایک شخص مر گیا، مگر مردہ کے بالغ ورثاء نے ان شرکاء کو اجازت دیدی کہ آپ لوگ میت اور اپنی طرف سے قربانی کرلیں، تو ان کا قربانی کرنا جائز ہوگا، اور سب کی قربانی ادا ہوجائے گی، (۱) اور اگر میت کے وارثوں کی اجازت کے بغیر قربانی کریں تو درست نہیں ہوگی، اور کسی بھی شریک کی قربانی ادا نہیں ہوگی۔ (۲)

= ما فی " الدر المختار " : لا جزافاً إلا إذا ضح معه من الأرکاع أو الجلد ضرفاً للجنس لخلاف جنسه . (۹/۳۸۵، کتاب الأضحية)

ما فی " البحر الرائق " :وإذا اقتسموا جزافاً لا یجوز إلا إذا کان معه شيء آخر من الأرکاع والجلد . (۸/۳۱۹، کتاب الأضحية)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : وإن مات أحد السبعة المشترکین فی البدنة ، وقال الورثة : اذبحوا عنه وعنکم ، صح عن الکل استحسانا ، لقصد القربة من الکل .

(۹/۳۹۵، کتاب الأضحية ، دار الکتاب دیوبند)

ما فی " مجمع الأنهر " : وإن مات أحد سبعة الذین شارکوا فی البدنة ، وقال ورثته وهم کبار : اذبحوا عنکم وعنه ، صح ذبحها استحساناً عن الجمیع لوجود قصد القربة عن الکل .

(۴/۱۷۳، کتاب الأضحية ، البحر الرائق : ۸/۳۲۵، کتاب الأضحية ، الهداية : ۴/۴۴۹، کتاب الأضحية)

(۲) ما فی " الدر المختار " : لو ذبحوها بلا إذن الورثة لم یجزهم ، لأن بعضها لم یقع قربة . (۹/۳۹۵)

ما فی " الهداية " : ولو مات واحد منهم فذبحها الباقون بغیر إذن الورثة لا یجزیهم ، لأنه لم یقع بعضها قربة . (۴/۴۴۹، کتاب الأضحية)

ما فی " الدر المنتقی فی شرح الملتقی " : لو ذبحوها بلا إذن الورثة لم یجزهم . (۸/۳۲۶)

قربانی کے جانور کے گلے کی رسی یا زنجیر

مسئلہ (۱۵۵) : اگر کسی شخص نے قربانی کا جانور خریدا، تو جانور خریدتے وقت جانور کے گلے میں جو رسی یا زنجیر وغیرہ ہے، اس کا صدقہ کردینا مستحب ہے، [۱] اور اگر فروخت کردیا تو اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے، [۲] اور اگر رسی یا زنجیر خود استعمال کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " السنن الکبری للبیهقي " : عن علي قال : " أمرنی رسول الله ﷺ أن أقوم على بدنة ، وأن أقسم جلودها وجلالها " .... وفی روایة : أن أتصدق بلحمها وجلودها وأجلتها .

(۹/۴۹۵، کتاب الضحایا، باب لایبیع من أضحیة شیئاً، رقم الحدیث: ۱۹۲۳۲)

ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : (ویتصدق بجلدها) .الدر المختار . قال الشامی : وکذا بجلالها وقلائدها ، فإنه یستحب إذا أوجب بقرة یجللها ویقلدها . (۹/۳۹۸، کتاب الأضحیة)

ما فی " الفتاوی الهندیة " : وإذا ذبحها تصدق بجلالها وقلائدها .

(۵/۳۰۰، کتاب الأضحیة ، بدائع الصنائع :۴/۲۲۰)

(۲) ما فی " بدائع الصنائع " : روی أن النبی ﷺ قال لعلي : " تصدق بجلالها وخطامها ولا تعطی أجر الجزار منها " .... فإن باع شیئاً من ذلک نفذ عند أبی حنیفة ومحمد ، ویتصدق بثمنه ، لأن القربة ذهبت عنه فیتصدق به ، ولأنه استفاده بسبب محظور ، وهو البیع فلا یخلو عن خبث ، فکان سبیله التصدق . (۴/۲۲۵)

(۳) ما فی " البحر الرائق " : (أو یعمل منه نحو غربال أو جراب) لأنه جزء منها وکان له التصدق والإنتفاع به . (۸/۳۲۷، کتاب الأضحیة ، بدائع الصنائع :۴/۲۲۵) (فتاوی محمودیہ:۱۷/۴۸۸)

قربانی کا گوشت سکھا کر رکھنا

مسئلہ (۱۵۶) : بعض لوگ قربانی کے گوشت کو ہفتوں اور مہینوں تک سکھا کر کھانے کو غلط سمجھتے ہیں، جب کہ قربانی کے گوشت کو سکھا کر (خواہ کتنے ہی دن ہوں) کھانے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

ما فی " الحدیث النبوی " : عن سلیمان بن بریدة عن أبیه قال : قال رسول الله ﷺ : " کنت نهیتکم عن لحوم الأضاحی فوق ثلاث لیتسع ذو الطول علی من لا طول له ، فکلوا ما بدا لکم وأطعموا وادخروا " .

(السنن للترمذی : ۱/ ۲۷۷، أبواب الأضاحی، باب الرخصة فی أکلها بعد ثلاث)

ما فی " الصحیح لمسلم " : عن جابر عن النبی ﷺ أنه نهی عن أکل لحوم الضحایا بعد ثلاث ، ثم قال بعد : " کلوا وتزودوا وادخروا " .

(۲/ ۱۵۸ ، کتاب الأضاحی، ما کان عن النهی عن أکل لحوم الأضاحی)

ما فی " السنن لإبن ماجة " : عن نبیشة أن رسول الله ﷺ قال : " کنت نهیتکم عن لحوم الأضاحی فوق ثلاثة أیام فکلوا وادخروا " . (ص/ ۲۲۸، باب ادخار لحوم الأضاحی)

ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : (ویؤکل غنیاً ویدخر) لقوله علیه الصلوٰة والسلام بعد النهی عن الإدخار : " کلوا وأطعموا وادخروا " . (۹/ ۳۹۷، کتاب الأضحیة)

ما فی " الهدایة " : ویأکل من لحم الأضحیة ویطعم الأغنیاء والفقراء ویدخر لقوله علیه السلام : " کنت نهیتکم عن أکل لحوم الأضاحی ، فکلوا منها وادخروا " . ومتی جاز أکله وهو غنی جاز أن یؤکل غنیاً . (۴/ ۴۳۳/ ۴۳۴، کتاب الأضحیة)

كتاب الهبة

(ہبہ کا بیان)

زندگی میں جائداد کی تقسیم

مسئلہ (۱۵۷) : بعض لوگ اپنی حیات ہی میں بطورِ حفظ ما تقدم کہ آئندہ اہل وعیال میں جھگڑا وفساد نہ ہو، اپنی جائیداد تقسیم کر دیتے ہیں، ان کا یہ عمل شرعاً جائز ہے، کیوں کہ آدمی اپنی مملوکہ جائیداد میں تصرف کا مجاز ومختار ہے، جس کو جس قدر مناسب سمجھے دے سکتا ہے، اور کسی کو اعتراض کا کوئی حق حاصل نہیں ہے، البتہ اتنا ضرور ہے کہ کسی ہونے والے وارث کو طبعی رنجش کی وجہ سے اِرث سے محروم کر کے ضرر پہنچانا مقصود نہ ہو۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الموسوعة الفقهية " : قال الإمام الحرمين : القاعدة المعتبرة أن الملاک مختصمون بأملاکهم ، لا يزاحم أحد مالكاً في ملكه من غير حق مستحق ، ثم الضرورة تحوج ملاک الأموال إلى التبادل فيها .... فالأمر الذي لا شک فيه تحريم التسالب والتغالب ومدا لأيدي إلى أموال الناس من غير استحقاق ، وقال ابن تيمية : والرجل أحق بماله من ولده ووالده والناس أجمعين . (۳۹/ ۳۲/۳۳)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولو وهب رجل لأولاده في الصحة ، وأراد تفضيل البعض على البعض .... عن أبي حنيفة : لا بأس به ، إذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين .... وعن أبي يوسف : انه لا بأس به إذا لم يقصد به الإضرار ، وإن قصد به الإضرار سوى بينهم .

(۴/ ۳۹۱، كتاب الهبة ، الباب السادس في الهبة للصغير) (فتاوی محمودیہ: ۲۰/ ۱۴۷، ۱۴۸)

کتاب اللقطة

(لقطہ کا بیان)

امانت کو لقطہ کی طرح صدقہ کر دینا

مسئلہ (۱۵۸): بعض لوگ گھڑی ساز کے پاس اپنی گھڑیاں مرمت کیلئے دے کر واپس لینے نہیں آتے اور نہ اس کی امید ہوتی ہے کہ وہ آ کر لے جائیں، اس صورت میں گھڑی ساز کیلئے یہ حق نہیں ہے کہ وہ گھڑیوں کی قیمت خیرات کر کے ان گھڑیوں کو اپنی ملک بنا لے، بلکہ تمام عمر ممکن حد تک ان کی حفاظت کرنی چاہیے، تا وقتیکہ اصل مالک انہیں لے جائیں، یا ان کی طرف سے کوئی ہدایت وصول ہو، یا ان کی موت کا علم ہو جائے، تو ان کے ورثاء کے سپرد کر دی جائیں، کیوں کہ گھڑیاں گھڑی ساز کے پاس امانت ہیں، اور امانت کو لقطہ (گری پڑی چیز) کی طرح صدقہ نہیں کیا جا سکتا۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی الهندية " : غاب المودع ولا يدری حياته ولا مماته يحفظها أبداً حتی يعلم بموته وورثته ، كذا فی الوجيز للكردری ، ولا يتصدق بها بخلاف اللقطة ، كذا فی الفتاوی العتابية . (۳۵۴/۴، الباب السابع فی رد الوديعة)

ما فی " الشامية " : قال الشامي : غاب رب الوديعة ولا يدری أهو حي أم ميت ؟ يمسكها حتی يعلم موته ، ولا يتصدق بها بخلاف اللقطة . (۴۷۳/۸، كتاب الوديعة)

ما فی " المحيط البرهانی " : استودع رجلاً ألف درهم ثم غاب رب الوديعة ولا يدری أ حي أم ميت ؟ فعليه أن يمسكها حتی يعلم موته ، ولا يتصدق بها بخلاف اللقطة .

(۳۳۷/۶، كتاب الوديعة ، الباب العاشر فی المتفرقات) (فتاوی عثمانی:۴۷۲/۳)

مسافر کا گاڑی میں چھوٹا ہوا سامان

مسئلہ (۱۵۹) : بسا اوقات بس یا ٹرین کے ذریعہ سفر میں کوئی آدمی ہمارے ساتھ سفر میں ہوتا ہے، اس کی منزل آنے پر وہ اتر تا ہے، اور اس کا کوئی سامان وغیرہ ہمارے پاس رہ جاتا ہے، اور ہم اس کو نہ جانتے ہیں اور نہ ہمیں اس کا پتہ ہوتا ہے، تو اس سامان کا حکم یہ ہے کہ جب تک یہ خیال ہو کہ وہ شخص سامان کی تلاش میں ہوگا، اس وقت تک اسے تلاش کیا جائے، اور جب ملنے سے مایوسی ہوجائے تو اسے صدقہ کردیا جائے ، یا خود مستحق ہو تو اسے استعمال کرلے۔(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی الهندیة " : وإذا رفع اللقطة یعرفها فیقول : التقطت لقطة أو وجدت ضالة أو عندی شيء ..... وفی هذا الوجه له أن یأخذها ویحفظها ویعرفها حتی یوصلها إلی صاحبها .

(۲/۲۸۹، ۲۹۰، کتاب اللقطة)

ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : (عرف) أی نادی علیها حیث وجدها ، وفی المجامع (إلی أن علم أن صاحبها لا یطلبها) . الدر المختار . قال الشامی : لم یجعل للتعریف مدة إتباعاً للسرخسی ، فإنه بنی الحکم علی غالب الرأی ، فیعرف القلیل والکثیر إلی أن یغلب علی رأیه أن صاحبه لا یطلبه وصححه فی الهدایة وفی المضمرات والجوهرة ، وعلیه الفتویٰ . (۶/۴۳۶، کتاب اللقطة)

ما فی " بدائع الصنائع " : ثم إذا عرفها ولم یحضر صاحبها مدة التعریف فهو بالخیار إن شاء أمسکها إلی أن یحضر صاحبها ، وإن شاء تصدق بها علی الفقراء ، ولو أراد أن ینتفع بها فإن کان غنیاً لا یجوز أن ینتفع بها عندنا ، ولنا ما روی عن رسول الله ﷺ أنه قال : " لا تحل اللقطة ، فمن التقط شیئاً فلیعرفه سنة ، فإن جاء ه صاحبها فلیردها علیه ، وإن لم یأت فلیتصدق " . نفی الحل مطلقاً وحالة الفقر غیر مرادة بالإجماع فتعین حالة الغنی . (۵/۲۹۸، ۲۹۹، کتاب اللقطة)=

دوسرے کی مرغی کا انڈا

مسئلہ (۱۶۰): بسا اوقات اپنی مرغی کے ڈربہ میں کسی اور کی مرغی انڈا دے جاتی ہے، اور پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کس کی مرغی ہے، تو اس انڈے کو استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے، بلکہ لقطہ کی طرح اصل مالک کو تلاش کرکے اس کے حوالہ کیا جائے، (۱) لیکن پوری تلاش کرنے کے بعد بھی اگر اصل مالک کا پتہ نہ لگے، تو کسی غریب کو دیدے، اور خود غریب ہوتو خود بھی استعمال کرسکتا ہے، (۲) لیکن اگر مالک آئے اور مطالبہ کرے، تو اس کی قیمت اپنے پاس سے ادا کرنے کا حکم ہے۔ (۳)

= ما فی " الفتاوی الهندیة " : ثم بعد تعریف المدة المذکورة الملتقط مخیر بین أن یحفظها حسبة وبین أن یتصدق بها . (۲/۲۸۹، کتاب اللقطة)

ما فی " بدائع الصنائع " : إذا أخذ اللقطة فإنه یعرفها لما روی عن رسول الله ﷺ أنه قال : " عرفها سنة " حین سئل عن اللقطة . (۵/۲۹۸، کتاب اللقطة ، بیان ما یصنع بها)

ما فی " الشامیة " : قال العلامة ابن عابدین تحت قوله : (فینتفع الرافع) أی من رفعها من الأرض ، فدل علی أنه ینتفع بها بعد الاشهاد والتعریف إلی أن غلب علی ظنه أن صاحبها لا یطلبها ، والمراد جواز الإنتفاع والتصدق . (۶/۴۳۷، کتاب اللقطة) (فتاویٰ عثمانی:۳/۴۷۴)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی الهندیة " : ویعرف الملتقط اللقطة فی الأسواق والشوارع مدة یغلب علی ظنه أن صاحبها لا یطلب بعد ذلک ، هو الصحیح . (۲/۲۸۹، کتاب اللقطة)

ما فی " ملتقی الأبحر علی مجمع الأنهر " : ویعرفها فی مکان أخذها ، وفی المجامع : مدة یغلب علی ظنه عدم طلب صاحبها بعدها ، هو الصحیح ، وعلیه الفتوی . (۲/۵۲۵، کتاب اللقطة)=

....

....

....

....

....

=(۲) ما فی " البحر الرائق " : (وينتفع بها لو فقيراً وإلا تصدق عليه أجنبی ولأبويه وزوجته وولده لو فقيراً) أی ينتفع الملتقط باللقطة بأن يتملكها بشرط كونه فقيراً نظراً من الجانبين كما جاز الدفع إلى فقير آخر . (۵/۲۶۴، كتاب اللقطة)

ما فی " الفتاوى الهندية " : إن كان الملتقط محتاجاً فله أن يصرف اللقطة إلى نفسه بعد التعريف ، كذا فی المحيط . (۲/۲۹۱، كتاب اللقطة)

ما فی " الدر المختار " : ينتفع الرافع بها لو فقيراً وإلا تصدق بها على فقير ولو على أصله وفرعه. (۶/۴۳۷/۴۳۸، کتاب اللقطة)

(۳) ما فی " الاختيار لتعليل المختار " : فإن جاء وا وأمضى الصدقة فله ثوابه ، وإلا له أن يضمنه أو يضمن المسكين أو يأخذها إن كانت باقيةً ، أما تضمينه فلأنه سلم ماله إلى غيره بغير أمره ، وإذن الشرع فی ذلک لا يمنع الضمان كأكل مال الغير حال المخمصة ، وأما تضمين المسكين ، فلأنه قبض ماله بغير أمره ، وأما أخذها فلأنه وجد عين ماله .

(۳/۴۰، كتاب اللقطة ، النهر الفائق : ۲/۲۸۰، كتاب اللقطة) (فتاوی محمودیہ:۲۳/۳۷۲)

کتاب الحظر والإباحة

(ممنوعات ومباحات کا بیان)

ہاتھ کی لکیروں سے قسمت کی معرفت

مسئلہ (۱۶۱) : بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہاتھ میں جتنی لکیریں ہوتی ہیں، اتنی ہی پریشانیاں ہوں گی، اور اگر یہ لکیریں کم ہوں تو پریشانیاں بھی کم ہوتی ہیں، اسی طرح بعض لوگ ہاتھ کی لکیروں کو دیکھ کر قسمت کا حال بتاتے ہیں، شرعاً یہ غلط اور بے بنیاد ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی تقدیر لکھ کر اسے فرشتوں کے حوالے فرما دیا ہے، یہ قسمت انسان کے ہاتھ یا جسم پر نہیں جاتی، لہذا لکیروں سے قسمت کا حال معلوم کرنا اور اس پر اعتماد کرنا سخت گناہ اور ناپسندیدہ ہے، نیز ایسا کرنا شرعاً ناجائز ہے، اسی طرح طبی اور سائنسی اعتبار سے ان لکیروں کا انسانی احوال سے کوئی تعلق نہیں ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے چہرے مہرے، رنگ وروپ، آواز اور چال ڈھال کے اعتبار سے ہر شخص کو دوسرے سے ممتاز بنایا ہے، اسی طرح انگوٹھے اور انگلیوں پر پائی جانیوالی باریک لکیریں اور ہتھیلیوں میں موجود نمایاں لکیریں بھی ایک دوسرے سے ممتاز اور جداگانہ رکھی گئی ہیں، اس سے ہر شخص کی شناخت، اس کا تشخص متعلق ہے، نہ کہ اس کی تقدیر اور اس کے احوال و واقعاتِ زندگی۔ (۱)

مت یقیں کر اپنے ہاتھوں کی ان لکیروں پر
قسمت ان کی بھی ہوتی ہے جن کے ہاتھ نہیں ہوتے

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوي " : عن نافع عن صفية عن بعض أزواج النبي ﷺ عن النبي ﷺ قال: =

سلام کا جواب ''جیتے رہو، خوش رہو'' سے دینا

مسئلہ (۱۶۲) : بعض لوگ سلام کرنے پر جواب میں ''وعلیکم السلام'' کی بجائے ''جیتے رہو''، ''خوش رہو، آباد رہو، اور شاد رہو''، وغیرہ جملہ کہتے ہیں، شرعاً یہ خلافِ سنت ہے، کیوں کہ حضور اکرم ﷺ سے سلام کے جواب میں یہ کلمات منقول نہیں ہیں، بلکہ جواب دینے والے کیلئے افضل اور بہتر یہی ہے کہ وہ ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' کہے، اس لیے کہ یہی سنت ہے، اور اس میں بڑی معنویت اور جامعیت بھی ہے، یہ ایسی دعا ہے جو دنیا سے آخرت تک کی تمام نعمتوں کو شامل ہے۔(۱)

= " من أتى عرافاً فسأله عن شيء لم تقبل له صلاة أربعين ليلة ".

(الصحيح لمسلم : ۲۳۳/۲، كتاب السلام ، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهانة)

ما في " السنن الكبرى للبيهقي " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " من أتى عرافاً أو كاهناً فصدقه بما يقول ، فقد كفر بما أنزل على محمد ﷺ " .

(۲۳۳/۸، رقم الحديث : ۱۶۴۹۶، الجامع الصغير في أحاديث البشير النذير، رقم الحديث : ۸۲۸۵)

ما في " الحديث النبوى " : عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " كتب الله مقادير الخلائق قبل أن يخلق السماوات والأرض بخمسين ألف سنة " .

(الصحيح لمسلم : ۳۳۵/۲، كتاب القدر ، باب حجاج آدم وموسىٰ عليهما الصلوٰة والسلام)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وإذا حُيِّيتُم بتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بأحسن منها أو رُدُّوْهَا﴾ .

(سورة النساء : ۸٦)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبى " : الثالثة : رد الأحسن أن يزيد فيقول : عليك السلام ورحمة الله ، لمن قال : سلام عليك ، فإن قال : سلام عليك ورحمة الله ، زدت في ردك وبركاته ، وهذا هو النهاية فلا مزيد . (۲۹۹/۵)=

ٹریفک کے قواعد کی خلاف ورزی

مسئلہ (۱۶۳) : بہت سے اچھے بھلے دیندار لوگ جو نماز روزہ کے پابند ہیں اور مجموعی اعتبار سے حلال وحرام، جائز وناجائز کی بھی فکر رکھتے ہیں، ٹریفک کے قواعد کی بلا جھجک خلاف ورزی کرتے ہیں، اوران کے ضمیر پر نہ اس کا بوجھ ہوتا ہے، نہ اس طرزِ عمل کو غلط یا گناہ سمجھتے ہیں، چنانچہ غلط سمت میں سفر کرنا، رکنے کے سرخ اشارات پر نہ رکنا، پورے راستہ کو گھیر کر چلنا، راستہ پر چلتے ہوئے ہنسی مذاق کرنا، راستہ پر پان، گٹکھا یا تمبا کو کھا کر تھوکنا وغیرہ کو گناہ سمجھا ہی نہیں جاتا، جب کہ شرعاً یہ تمام چیزیں سخت گناہ ہیں۔ (۱)

وکیل کا ناحق مقدمہ لڑنا

مسئلہ (۱٦٤) : اگر کسی کو کسی مقدمہ میں جھوٹ بولنا، یا ناحق کو حق ثابت کرنا پڑے، تو اس کیلئے اس طرح کا مقدمہ لڑنا جائز نہیں ہے، اورایسی وکالت کی آمدنی بھی حرام

= ما في " حاشية النووي على الصحيح المسلم " : وأما صفة الرد فالأفضل والأكمل أن يقول : وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته ، فيأتي بالواو فلو حذفها جاز ، وكان تاركاً للأفضل .

(۲/۲۱۲، كتاب السلام ، باب يسلم الراكب على الماشي)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم﴾ . (سورة النساء : ۵۹) ﴿ويسعون في الأرض فساداً ، والله لا يحب المفسدين﴾ . (سورة المائدة : ٦۴) ﴿أوفوا بالعهد ، إن العهد كان مسؤلا﴾ . (سورة الإسراء : ۳۴)

ما في " الشامية " : قال في المعراج : لأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية واجبة . (۲/۱۷۲)

ہے، لیکن جس مقدمہ میں یہ کام نہ کرنے پڑیں، اس میں وکالت جائز ہے، اور آمدنی بھی حلال ہوگی۔ [۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ۲)

ما فی " روح المعاني " : فيعم النهی كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصی ، ويندرج فيه النهی عن التعاون على الاعتداء والانتقام . (۸۵/۴، الجزء السادس)

ما فی " مجمع الأنهر فی شرح ملتقى الأبحر ": لا يجوز أخذ الأجرة على المعاصی كالغناء والنوح والملاهی ، لأن المعصية لا يتصور استحقاها بالعقد ، فلا يجب عليه الأجر ، وإن أعطاه الأجر وقبضه لا يحل له ، ويجب عليه رده على صاحبه . (۵۳۳/۳، باب الإجارة الفاسدة ، الدر المختار مع الشامية : ۶۴/۹، الإجارة الفاسدة ، مطلب فی الاستيجار على المعاصی ، الفتاوى البزازية على هامش الهندية :۴۱/۵، كتاب الإجارة ، نوع من المتفرقات)

ما فی " الفقه الإسلامی وأدلته " : تصح الوكالة بأجر وبغير أجر ، لأن النبی ﷺ كان يبعث عماله لقبض الصدقات .... فنؤدی إليک ما يؤدی الناس ، ونصيب ما يصيبه الناس ، أی العمولة، ولأن الوكالة عقد جائز لا يجب على الوكيل القيام بها ، فيجوز أخذ الأجرة فيها .

(۴۰۵۸/۵، الفصل التاسع الوكالة ، المبحث الوكالة بأجر الأول)

ما فی " الفقه الإسلامی وأدلته " : الأصل فی الوكالة الإباحة ، وقد تصح مندوبة إن كانت إعانة على مندوب ، وقد تصير مكروهة إن أعانت على مكروه ، وقد تكون حراماً إن أعانت على حرام، وقد تكون واجبة إن ضررت عن المؤكل . (۴۰۶۱/۵، الفصل التاسع الوكالة ، المبحث الأول)

ما فی " اعلام المؤقعين " : وسيلة المقصود تابعة للمقصود ، وكلاهما مقصود . (۱۷۵/۳)

(فتاوی عثمانی:۴۱۰/۳، فتاوی محمودیہ:۴۵۰/۱۶)

غیر مسلم ممالک کا رخ کرنا

مسئلہ (۱٦٥): اگر کسی شخص کو اپنے ملک میں اس قدر معاشی وسائل حاصل ہیں، جس کے ذریعہ وہ اپنے شہر کے لوگوں کے معیار کے مطابق زندگی گذار سکتا ہے، لیکن محض معیارِ زندگی بلند کرنے اور خوشحالی اور عیش وعشرت کی زندگی گذارنے کی غرض سے، کسی غیر مسلم ملک کی طرف ہجرت کرتا ہے، تو ایسی ہجرت کراہت سے خالی نہیں ہے، اس لئے کہ اس صورت میں اپنے آپ کو اور اپنی دینی واخلاقی حالت کو خطرہ میں ڈالنا لازم آتا ہے، کیوں کہ جو لوگ محض عیش وعشرت اور خوشحالی کی زندگی بسر کرنے کیلئے وہاں رہائش اختیار کرتے ہیں، مشاہدہ یہ ہے کہ ان میں دینی حمیت کمزور پڑ جاتی ہے، اور یہ لوگ کافرانہ محرکات کے سامنے بڑی تیزی سے پگھل جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف میں شدید ضرورت وتقاضے کے بغیر مشرکین کے ساتھ رہائش اختیار کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لا يتخذ المؤمنون الكافرين أولیآء من دون المؤمنين ، ومن يفعل ذلك فليس من الله في شيء إلا أن تتقوا منهم تُقٰة﴾ . (سورة آل عمران : ۲۸)

ما في " روح المعاني " : (من دون المؤمنين) أي متجاوزين المؤمنين إلى الكافرين استقلالاً أو اشتراكاً . (۱۹۴/۳)

ما في " السنن لأبي داود " : عن سمرة بن جندب : أما بعد ! قال رسول الله ﷺ : " من جامع المشرك وسكن معه فإنه مثله ". (ص/۳۸۵، كتاب الجهاد ، باب في الإقامة لأرض الشرك)

ما في " السنن لأبي داود " : عن جرير بن عبد الله قال : بعث رسول الله ﷺ سرية إلى خثعم ، فاعتصم ناس منهم بالسجود ، فأسرع فيهم القتل ، قال : فبلغ ذلك النبي ﷺ فأمر لهم =

امتحان ہال کا پیڈ (Pad) کمرہ میں لانا

مسئلہ (۱٦٦) : طلباء کرام کا داخلہ فارم پر کرتے وقت مدرسے کے جملہ اصول وضوابط کی پاسداری کا عہد کر لینے کے بعد، اس کا پورا کرنا ان پر واجب ہوجاتا ہے۔ (۱)
امتحان ہال میں طلباء عزیز کو جوابی کاپی رکھ کر لکھنے کیلئے جو پیڈ (Pad) یعنی پُٹھا دیا جاتا ہے، اس سلسلے میں جامعہ کا اصول یہ ہے کہ ان پر اپنا نام وپتہ، اسی طرح رَف (Rough) یعنی غیر مرتب وتخمینی جواب نہ لکھے جائیں، اور امتحان سے فارغ ہونے کے بعد اسے ذمہ داران

= بنصف العقل ، وقال : " أنا برئ من كل مسلم يقيم بين أظهر المشركين " . قالوا : يا رسول الله لم ؟ قال : " لا تراءى ناراهما " .

(ص/۳۵۵، كتاب الجهاد ، باب النهي عن قتل من اعتصم بالسجود، السنن للترمذی : ۱/۲۸۹، أبواب السير ، باب ما جاء في كراهية المقام بين أظهر المشركين)

ما فی " عون المعبود شرح السنن لأبی داود " : قال فی " النهاية " : أی يلزم المسلم ، ويجب عليه أن يتباعد منزله عن منزل المشرک . (ص/۱۱۲۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿وأوفوا بالعهد ، إن العهد كان مسؤلا﴾ . (سورة الإسراء : ۳۴)

﴿وأوفوا بعهد الله إذا عاهدتم﴾ . (سورة النحل : ۹۱)

ما فی " الحديث النبوی " : عن عبد الله بن عمر ، عن النبی ﷺ قال : " السمع والطاعة على المرء المسلم فيما أحب وكره ما لم يؤمر بمعصية ، فإذا أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة " .

(صحيح البخاری : ۲/۱۰۵۷ ، كتاب الأحكام ، باب السمع والطاعة)=

امتحان کے پاس جمع کردیں، لہذا اس اصول کی پاسداری بھی ان پر لازم ہے [۱]، بلا اجازت انہیں اپنے درسگاہوں یا ہاسٹلوں (Hostel,s) میں لے جانا، یا ان پر نام و پتہ اور رَف جواب لکھنا وغیرہ گناہ کی بات ہے، اس لئے اس سے احتراز لازم ہے، امید کہ طلباء عزیز اس پر توجہ دیں گے۔

کسی کا فوٹو دوسرے کے پاسپورٹ پر لگانا

مسئلہ (۱۶۷): بعض حضرات پاسپورٹ اور ویزے کا کاروبار کرتے ہیں، بسا اوقات وہ کسی خاص شخص کے ویزے یا پاسپورٹ پر دوسرے کا فوٹو چسپاں کرکے اسے بیرون ملک بھیجتے ہیں اور اس سے خطیر رقم وصول کرتے ہیں، ان کا یہ عمل شرعاً جھوٹ اور دھوکہ دہی پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز وحرام ہے، اور انہیں اس سے بچنا ضروری ہے۔ [۲]

=(۱) ما فی " القرآن الکریم ": ﴿یآیہا الذین آمنوا أطیعوا اللہ وأطیعوا الرسول وأولي الأمر منکم﴾ . (سورۃ النساء : ۵۹)

ما فی " أحکام القرآن للعلامۃ ظفر أحمد التہانوي " : یشتمل ہذہ الآیۃ الفقہاء والعلماء والمشائخ ، بل أولی ، لأنہم ورثۃ الأنبیاء ، وخازنوا أحکام اللہ وأحکام رسولہ . مسئلۃ : وہذا الحکم أی وجوب طاعۃ الأمیر مختص بما لم یخالف الشرع یدل علیہ سیاق الآیۃ ، فإن اللہ أمر الناس بطاعۃ أولی الأمر بعد ما أمرہم بالعدل فی الحکم تنبیہاً علی أن طاعتہم واجبۃ ما داموا علی العدل . (۲/۲۹۲ ، طاعۃ الأمیر فیما لا یخالف الشرع ، إدارۃ القرآن والعلوم الإسلامیۃ)

الحجۃ علی ما قلنا :

(۲) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿یا أیہا الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل إلا أن تکون تجارۃ عن تراض منکم﴾ . (سورۃ النساء : ۲۹)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن عبد اللہ قال : قال رسول اللہ ﷺ : " إن الصدق یہدی إلی البر، وإن البر یہدی إلی الجنۃ ...... وإن الکذب یہدی إلی الفجور، وإن الفجور یہدی إلی النار ، وإن الرجل لیکذب حتی یکتب عند اللہ کذاباً . (الصحیح لمسلم : ۲/۳۲۵، باب قبح الکذب)=

اپریل فول (April Fool)

مسئلہ (۱۶۸) : مغرب کی بے سوچ سمجھے تقلید کے شوق میں ہمارے معاشرے میں جن رسموں کو رواج دیا گیا، ان میں سے ایک رسم ''اپریل فول'' منانے کی رسم بھی ہے، اس رسم کے تحت یکم اپریل کی تاریخ میں جھوٹ بول کر کسی کو دھوکہ دینا اور دھوکہ دے کر بیوقوف بنانا نہ صرف جائز سمجھا جاتا ہے، بلکہ اسے ایک کمال قرار دیا جاتا ہے، جو شخص جتنی صفائی اور چابک دستی سے دوسرے کو جتنا بڑا دھوکہ دے، اتنا ہی اسے قابل تعریف اور یکم اپریل کی تاریخ سے فائدہ اٹھانے والا سمجھا جاتا ہے۔

یہ مذاق جسے درحقیقت بد مذاقی کہنا چاہیے، نہ جانے کتنے افراد کو بلا وجہ جانی و مالی نقصان پہنچا چکا ہے، بلکہ اس کے نتیجے میں بعض اوقات لوگوں کی جانیں چلی گئی ہیں، کہ انہیں کسی ایسے صدمے کی جھوٹی خبر سنادی گئی، جسے سننے کی وہ تاب نہ لا سکے اور زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

اس رسم کی ابتداء کے سلسلے میں بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ فرانس میں سترہویں صدی سے پہلے، سال کا آغاز جنوری کی بجائے اپریل سے ہوا کرتا تھا، اس مہینے کو رومی اپنی دیوی وینس (Venus) کی طرف منسوب کر کے اسے مقدس سمجھا کرتے تھے۔

=ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبی هريرة أن رسول الله ﷺ مر علی صبرة من طعام فأدخل یده فیها، فنالت أصابعه بللاً، فقال : یا صاحب الطعام ! ما هذا ؟ قال : أصابته السماء یا رسول الله ! قال : أفلا جعلته فوق الطعام حتی یراه الناس ؟ ثم قال : " من غش فلیس منا " . (الجامع للترمذی : ۱/۲۴۵)

ما فی " الموسوعة الفقهیة " : اتفق الفقهاء علی أن الغش حرام ، سواء أ کان بالقول أم بالفعل ، وسواء أ کان بکتمان العیب فی المعقود علیه أو الثمن أم بالکذب والخدیعة ، وسواء أکان فی المعاملات أم فی غیرها من المشورة والنصیحة . (۳۱/۲۱۹) (فتاویٰ حقانیہ:۶/۱۲۵)

بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ ''۲۱/ مارچ'' سے موسم میں تبدیلیاں آنی شروع ہوتی ہیں، ان تبدیلیوں کو بعض لوگوں نے اس طرح تعبیر کیا کہ معاذ اللہ قدرت ہمارے ساتھ مذاق کر کے ہمیں بیوقوف بنا رہی ہے، لہذا لوگوں نے بھی اس زمانے میں ایک دوسرے کو بیوقوف بنانا شروع کیا، بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی بیان کردہ روایات کے مطابق یکم اپریل وہ تاریخ ہے، جس میں رومیوں اور یہودیوں کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تمسخر اور استہزا کا نشانہ بنایا گیا، موجودہ نام نہاد انجیلوں میں اس واقعہ کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں، اسلامی نقطۂ نظر سے یہ رسم چونکہ جھوٹ بولنا[1]، دھوکہ دینا، دوسرے کو اذیت دینا[2]، ایک ایسے واقعہ کی یاد منانا، جس کی اصل یا تو بت پرستی ہے، یا توہم پرستی، یا پھر ایک پیغمبر کے ساتھ گستاخانہ مذاق، جیسے بدترین گناہوں کا مجموعہ ہے، اس لئے شرعاً یہ رسم منانا ناجائز اور منع ہے۔ امید کہ مسلمان اس سے پرہیز کریں گے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' الحديث النبوی '': عن سفيان بن أسيد الحضرمي قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : '' كبرت خيانة أن تحدث أخاک حديثا هو لک به مصدق وأنت له به كاذب ''.

(السنن لأبی داود : ص ۶۷۹، كتاب الأدب، باب في المعاريض)

ما في '' الحديث النبوی '': عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال : '' آية المنافق ثلاث ؛ إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان ''. (صحيح البخاری : ۱/ ۱۰)

ما في '' الحديث النبوی '' : عن أنس عن النبي ﷺ في الكبائر قال : '' الشرک بالله، وعقوق الوالدين، وقتل النفس، وقول الزور ''. (السنن للترمذی : ۱/ ۲۲۹)

(۲) ما في '' الحديث النبوی '' : عن جابر رضی الله تعالى عنه قال : سمعت النبی ﷺ يقول : '' المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده ''.

(الصحيح لسملم : ۱/ ۴۸، كتاب الإيمان، باب بيان تفاضل الإسلام وأی أموره أفضل)

فصل فی اللعب

(کھیل کے بیان میں)

ستر کھول کر کھیلنا

مسئلہ (۱۶۹): عام حالات میں شریعت نے مرد وعورت کی ستر پوشی کیلئے جو اصول مقرر کئے ہیں، کھلاڑیوں کے لئے بھی ان کی پابندی ضروری ہے، لہذا کھلاڑیوں کا ایسا لباس پہننا جس میں مرد عورتوں، اور عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار کریں، [۱] یا جس سے حلیہ اور وضع قطع اس طرح بدل جائے کہ غیر مسلموں سے بظاہر کوئی امتیاز باقی نہ رہے، [۲] یا ایسا لباس پہننا جس میں ستر دکھائی دے، [۳] شرعاً جائز نہیں ہے۔

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن ابن عباس قال : " لعن رسول الله ﷺ المتشبهین من الرجال بالنساء ، والمتشبهات من النساء بالرجال " . (صحیح البخاری :ص/۱۰۲۶، کتاب اللباس ، باب المتشبهون بالنساء والمتشبهات بالرجال ، رقم الحدیث : ۵۸۸۵)

ما فی " فتح الباری " : قوله : (لعن رسول الله ﷺ المتشبهین) قال الطبری : المعنی لا یجوز للرجال التشبه بالنساء فی اللباس والزینة التی تختص بالنساء ، ولا بالعکس .

(۱۰/۴۰۹، شرح ابن بطال : ۹/ ۱۵۱، الرقم :۳۴۹۵، بیروت)

(۲) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿ولا ترکنوا إلی الذین ظلموا فتمَسَّکُم النار﴾ . (سورة هود:۱۱۳)

ما فی " حاشیة القونوی علی تفسیر البیضاوی " : قال ابن عباس : لا تمیلوا ، والرکون المحبة والمیل بالقلب ، وقال أبو العالیة : لا ترضوا بأعمالهم ، وقال عکرمة : لا تطیعوهم ، قال البیضاوی : لا تمیلوا إلیهم أدنی میل ، فإن الرکون هو المیل الیسیر کالتزیی بزیهم وتعظیم ذکرهم . (۱۰/۲۲۶، التفسیر المظهری :۴/۴۳۰)

....

....

ما فی " الحدیث النبوی " : قوله علیه السلام : " أبغض الناس إلی الله ثلثة : مُلحدٌ فی الحرم ، ومُبتغ فی الإسلام سنة الجاهلية ، ومطلب د م امرئ مسلم بغير حق ليهريق دمه " . رواه البخاری
(مشکوٰة المصا بیح :ص/٢٧ ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة ، الفصل الأول)
ما فی " الحدیث النبوی " : وقوله علیه السلام : " من تشبه بقوم فهو منهم " .
(السنن لأبي داود:ص/٥٥٩، كتا ب اللباس ، باب لبا س الشهرة)
ما فی " موسوعة تکملة فتح الملهم " : " إن اللباس الذي يتشبه به الإنسان بأقوام كفرة ، لا يجوز لبسه لمسلم إذا قصد بذلک التشبه بهم " .(تكملة فتح الملهم : ١٠/ ٧٧، كتاب اللباس والزينة)
(٣) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿يٰبني آدم قد أنزلنا عليكم لباساً يواری سوآتكم وريشاً ، ولباس التقویٰ ذلک خير﴾ . (سورة الأعراف : ٢٦)
ما في " التفسير الماجدي " : قال كثير من العلماء : هذه الآية دليل على وجوب ستر العورة (قرطبی) يدل على فرض ستر العورة لاخباره أنه أنزل علينا لباساً يواري سوآتنا (جصاص) وقد اتفقت الأمة على معنی ما دلت عليه الآية من لزوم فرض ستر العورة . (جصاص) . (ص٣٢٨)
ما في " الحدیث النبوی " : عن عقبة بن علقمة قال : سمعت علياً يقول : قال رسول الله ﷺ : " الركبة من العورة " . إسناده ضعيف .
(المسند للإمام أحمد بن حنبل : ٢/١٨٧ ، وابن الجوزي في التحقيق : ١/٣٢٢، سنن الدارقطني : ١/٢٣٧، باب الأمر بتعليم الصلوٰة والقرب عليها وحد العورة التي يجب سترها)
ما في " الاختيار لتعليل المختار" : (وسترالعورة) . وأما سترالعورة فلقو له تعالی : ﴿يٰبني آدم خذوا زينتكم عند كل مسجد﴾ . (سورة الأعراف : ٣١) ، (وعورة الرجل ما تحت سرته إلى تحت ركبته) لقوله علیه السلام : " عورة الرجل ما دون سرته حتى يجاوز ركبتيه " .
(١/٦٨/ ٦٩، باب ما يفعل قبل الصلاة)
ما في " منية المصلي " : وأما الشرط الثالث : " فهو ستر العورة " . (منية المصلي : ص٣٧)
ما في " الدر المختار مع الشامية " : "والرابع ستر عورته ....ووجوبه عام ، ولو في الخلوة على الصحيح . " الدرالمختار ". (٢/٧٥، كتاب الصلاة ، باب شروط الصلاة ، مطلب : فی سترالعورة)

کھیل میں سٹہ بازی

مسئلہ (۱۷۰) : جولوگ کھیل میں شریک نہیں ہیں، لیکن کسی فریق یا فرد کے جیتنے پر آپس میں پیسوں کی بازی لگائیں، تو یہ بھی قمار میں داخل ہے اور حرام ہے۔ (۱)

کھیل کود میں وقت ضائع کرنا

مسئلہ (۱۷۱) : وقت انسانی زندگی کا قیمتی سرمایہ ہے، لہذا ازروئے شرع کوئی بھی ایسا کھیل کراہت سے خالی نہیں ہوگا، جو اپنے طریقے اور لباس کے اعتبار سے تو محرمات پر مشتمل نہ ہو، لیکن اس میں کھیلنے یا دیکھنے والوں کا کافی وقت ضائع ہوتا ہے۔ (۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی الهندية " : أما إذا كان البدل من الجانبين فهو قمار حرام . (۲۲۴/۵)

ما فی " الدر المختار مع الشامية " : وحرم لو شرطا فيها من الجانبين ، لأنه يصير قماراً إلا إذا أدخلا محللاً بينهما بفرس كفء لفرسيهما . (۵۷۸/۵۷۷/۹)

ما فی " المحيط البرهانی " : لا بأس بالمسابقة بالإبل والرمی لحديث أبی هريرة رضی الله تعالی عنه أنه قال : لا سبق إلا فی خف أو نصل أو حافر ، والمراد بالحافر الفرس ، والمراد بالنصل الرمی ، والمراد من الخف الإبل ، فإن شرطوا لذلک جعلاً ، فإن شرطوا الجعل من الجانبين فهو حرام . (۵۴/۶، الفصل السابع فی المسابقة)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿أفحسبتم أنما خلقنكم عبثاً وأنكم إلينا لا ترجعون﴾ .

(سورة المؤمنون : ۱۱۵)

ما فی " الحديث النبوی " : " نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس ؛ الصحة والفراغ " .

(السنن للترمذی : ۵۶/۲، كتاب الزهد ، رقم الحديث : ۲۳۰۴)=

ایسا کھیل جو انسان کے وسیع تر مفاد میں ہو

مسئلہ (۱۷۲) : ایسے کھیل جو انسان کے وسیع تر مفاد میں ہوں، جن سے جسمانی قوت چستی ونشاط کی بحالی میں مدد ملتی ہو جائز ہیں، بشرطیکہ وہ منکرات سے خالی ہوں، دینی یا دنیوی حقوق وفرائض سے غفلت یا کسی بھی جاندار کی اذیت کا باعث نہ ہوں۔ (۱)

= ما فی " الحدیث النبوی " : " من حسن إسلام المرء ترکه ما لا یعنیه " .

(۲/۵۷، کتاب الزهد ، رقم الحدیث : ۲۳۱۸)

ما فی " الحدیث النبوی " : لاتزول قدما عبد حتی یسأل عن عمره فیما أفناه، وعن عمله فیما فعل، وعن ماله من أین اکتسبه ، وفیما أنفقه ، وعن جسمه فیما أبلاه " .

(السنن للترمذی : ۲/۶۷، أبواب صفة القیامة)

ما في " الألعاب الریاضیة لعلي حسین أمین یونس" : یقول الدکتور یوسف القرضاوي حفظه الله : والحق أن السفه في إنفاق الأوقات أشد خطراً من السفه في إنفاق الأموال .... لأن المال إذا ضاع قد یعود ، والوقت إذا ضاع لا عوض له . (ص/۳۲۰، دارالنفائس الأردن)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما في" تکملة فتح الملهم " : اعلم أن الشریعة المصطفویة السمحة البیضاء لا تمنع الارتفاقات والمصالح التي فطرت علیها الطبیعة البشریة ، ولا ترتضي الرهبانیة والتبتل بل تقتضي المدنیة والمعاشرة الصالحة .... ومن المعلوم أن من الحاجة المفطور علیها الإنسان تمرین البدن وترویح القلب وتفریحه ساعة فساعة ، ومن هنا قال علیه الصلاة والسلام : " روِّحُوا القلوبَ ساعة فساعة ". [أخرجه أبوداود في مراسیله] .... وحاصل الکلام أن ترویح القلب وتفریحه ، وکذا تمرین البدن من الارتفاقات المباحة والمصالح البشریة التي لا تمنعها الشریعة السمحة برأسها . نعم . تمنع الغلو والانهماک فیها بحیث یضر بالمعاش أو المعاد .... فالضابط في هذا الباب عند مشایخنا الحنفیة المستفاد من أصولهم وأقوالهم : أن اللهو المجرد الذي لا طائل تحته ، ولیس له غرض صحیح مفید في المعاش ، ولا لمعاد حرام أو=

....

....

= مكروه تحريماً . وهذا أمر مجمع عليه في الأمة متفق عليه بين الأئمة ..... وما كان فيه غرض ومصلحة دينية أو دنيوية ، فإن ورد النهي عنه من الكتاب أو السنة [كما في النرد شير] كان حراماً أو مكروهاً تحريماً.... وألغيت تلك المصلحة والغرض لمعارضتها للنهي الماثور حكماً بأن ضرره أعظم من نفعه . وهذا أيضاً متفق عليه بين الأئمة .... وأما ما لم يرد فيه النهي عن الشارع ، وفيه فائدة ومصلحة للناس فهو بالنظر الفقهي على نوعين : الأول : ما شهدت التجربة بأن ضرره أعظم من نفعه ، ومفاسده أغلب على منافعه ، وأنه من اشتغل به ألهاه عن ذكر الله وحده ، وعن الصلوات والمساجد التحق ذلك بالمنهي عنه لاشتراك العلة فكان حراماً أو مكروهاً . والثاني : ما ليس كذلك فهو أيضاً إن اشتغل به بنية التلهي والتلاعب فهو مكروه ، وإن اشتغل به لتحصيل تلك المنفعة وبنية استجلاب المصلحة فهو مباح ، بل قد يرتقي إلى درجة الاستحباب أو أعظم منه .

(۴/۴۳۴ ،كتاب الشعر ، باب تحريم اللعب بالنرد شير ، حكم الألعاب في الشريعة)

ما فی " الحديث النبوی " : عن أبی هريرة رضی الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " لا سبق إلا في نصل أو خف أو حافر " . (السنن لأبی داود :ص/۳۴۸، كتاب الجهاد)

ما فی " الحديث النبوی " : كل شيء يلهو به الرجل باطل إلا رمی الرجل بقوسه ، وتأديبه فرسه ، وملاعبته امرأته ، فإنهن من الحق ، ومن ترك الرمی بعد ما علمه فقد كفر الذی علمه .

(السنن الكبرىٰ للبيهقي : ۲/۳٦۹)

ما فی " الموسوعة الفقهية " : فمن اللعب المباح المسابقة المشروعية على الأقدام والسفن ونحو ذلك ..... ومن اللعب المستحب المناضلة على السهام والرماح والمزاريق وكل نافع فی الحرب . (۳۵/۲٦۸، لعب)

ما فی " الفتاوی الهندية " : قال القاضی : اللعب الذی يلعب الشبان أيام الصيف بالبطيخ بأن يضرب بعضهم بعضاً مباح غير مستنكر ، كذا فی جواهر الفتاوی .

(۵/۳۵۲، كتاب الكراهية ، الباب السابع عشر فی الغناء ، الشامية : ۹/۵۰۲، كتاب الحظر والإباحة ، بيروت ، الفتاوی الخانية على هامش الفتاوی الهندية : ۳/۴۲۸)

کھیل کی ہار جیت میں جانبین سے شرط

مسئلہ (۱۷۳) : بعض دفعہ کھیل کی ہار جیت میں پیسے کی شرط لگائی جاتی ہے، اگر یہ شرط یک طرفہ ہو، یا کسی تیسرے فریق کی جانب سے ہو، تو ایسی شرط لگانا جائز ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی الهندية " : وما يفعله الأمراء فهو جائز أيضاً بأن يقولوا لإثنين : أيكما سبق فله كذا . (۵/۳۲۴، کتاب الکراهية ، الباب السادس في المسابقة)

ما فی " تبيين الحقائق " : ولو قال واحد من الناس لجماعة من الفرسان أو للإثنين : فمن سبق فله كذا من مال نفسه ، أو قال للرعاة : من أصاب الهدف فله كذا جاز ، لأنه من باب التفعيل ، فإذا كان التنفيل من بيت المال كالسلب ونحوه يجوز . (۷/۴۶۲، مسائل شتى)

ما فی " الدر المختار مع الشامية " : حل الجعل إن شرط المال فی المسابقة من جانب واحد . الدر المختار . قال الشامي : أو من ثالث بأن يقول أحدهما لصاحبه إن سبقتنی أعطيتک كذا ، وإن سبقتک لا آخذ منک شيئاً ، أو يقول الأمير لفارسين أو رامين : من سبق منكما فله كذا ، وإن سبق فلا شيء له . (۹/۵۷۷)

ما فی " بدائع الصنائع " : وأما شرائط جوازه .... منها أن يكون الحظر فيه من أحد الجانبين .... ولو قال أحدهما لصاحبه : إن سبقتنی فلک عليّ كذا ، وإن سبقتک فلا شيء عليک ، فهو جائز ، لأن الخطر إذا كان من أحد الجانبين لا يحتمل القمار ، فيحمل على التحريض على استعداد أسباب الجهاد فی الجملة بمال نفسه ، وذلک مشروع كالتنفيل من الإمام ، بل أولى ، لأن هذا يتصرف فی مال نفسه بالبذل ، والإمام بالتنفيل يتصرف فيما لغيره فيه حق فی الجملة ، وهو الغنيمة ، فلما جاز ذلک فهذا بالجواز أولىٰ وكذلک إذا كان الحظر من الجانبين ، ولكن أدخلا فيه محللاً ، بأن كانوا ثلاثة لكن =

اور اگر یہ شرط جانبین سے ہو تو ناجائز ہے۔[1]

کھیل کود کے لیے وقف ہو جانا

مسئلہ (۱۷۴) : تعلیم وکسب معاش کی جائز سرگرمیوں کو چھوڑ کر، اپنے آپ کو کھیل کیلئے وقف کر دینا شرعاً جائز نہیں ہے۔[2]

= الحظر من الإثنين منهم ، ولا حظر من الثالث ، بل إن سبق أخذ الحظر ، وإن لم يسبق لا يغرم شيئاً ، فهذا مما لا بأس به أيضاً ، وكذلك ما يفعله السلاطين ، وهو أن يقول السلطان لرجلين : من سبق منكما فله كذا فهو جائز .

(۸/ ۳۴۹، كتاب السباق ، فصل في شروط جواز السباق ، بيروت)

(۱) ما فی " الفتاوی الهندية " : أما إذا كان البدل من الجانبين فهو قمار حرام .

(۵/ ۳۲۴ ، كتاب الكراهية ، الباب السادس في المسابقة)

ما فی " الدر المختار مع الشامية " : وحرم لو شرطا فيها من الجانبين ، لأنه يصير قماراً .

(۹/ ۵۷۷/ ۵۷۸)

ما فی " المحيط البرهانی " : لا بأس بالمسابقة بالإبل والرمی لحديث أبی هريرة رضی الله تعالى عنه ، عن النبی ﷺ أنه قال : " لا سبق إلا فی خف أو نصل أو حافر " . والمراد بالحافر الفرس ، والمراد بالنصل الرمی ، والمراد من الخف الإبل ، فإن شرطوا لذلك جعلاً ، فإن شرطوا الجعل من الجانبين فهو حرام . (۶/ ۵۴، الفصل السابع فی المسابقة)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فی " تكملة فتح الملهم " : وحاصل الكلام أن ترويح القلب وتفريحه ، وكذا تمرين البدن من الإرتفاقات المباحة ، والمصالح البشرية التی لا تمنعها الشريعة السمحة برأسها ، نعم تمنع الغلو والإنهماك فيها بحيث يضر بالمعاش أو المعاد .... فالضابط فی هذا الباب=

کھیل کو مقصدِ زندگی بنانا

مسئلہ (۱۷۵) : جائز کھیل کی ایک وقتی تفریح کی حد تک تو گنجائش ہے،(۱) مگر اس کو زندگی کا مقصد بنالینا جائز نہیں ہے۔(۲)

= عنـد عند مشايخنا الحنفية المستفاد من أصولهم وأقوالهم .... أن اللهو المجرد الذى لا طـائـل تحته ، وليس له غرض صحيح مفيد فى المعاش ، ولا لمعاد حرام أو مكروه تحريماً ، وهذا أمـر مـجـمـع عليه فى الأمة ، متفق عليه بين الأئمة . (۴/۴۳۴، كتاب الشعر ، باب تحريم اللعب بالنردشير ، أحكام القرآن للتهانوي :۳/۱۹۶) (تجاویز بیسواں فقہی سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا:۲۰۱۱ء)

الحجة على ما قلنا :

(۱) مـا فـى " أحكام القرآن للتهانوى " : وحاصل الكلام أن ترويح القلب وتفريحه ، وكذا تمرين البدن من الإرتفاقات المباحة والمصالح البشرية لا تمنعها الشريعة السمحة برأسها . (۳/۱۹۶)

مـا فـى " السـنن لأبى داود " : عن أبى هريرة رضى الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " لا سبق إلا فى خف أو حافر أو نصل " . (ص/۳۴۸، كتاب الجهاد ، باب فى السبق)

ما فى " جامع الصغير " : " أحب اللهو إلى الله تعالى إجراء الخيل والرمى ". (ص/۲۰، الرقم : ۲۱۶)

ما فى " الدر المختار مع الشامية " : (ولا بأس بالمسابقة فى الرمى والفرس والإبل وعلى الأقدام) لأنه من أسباب الجهاد فكان مندوباً .... وأما السباق بلا جعل فيجوز في كل شيء كما يأتى . التـنـوير مع الدر . قال الشامى : وأما المسابقة بالبقر والسفن والسباحة فظاهر كلامهم الجواز ، ورمـى البندي والحجر كالرمى بالسهم ، وأما إشالة الحجر باليد وما بعده ، فالظاهر أنه إن قصد به التمرين والتقوىٰ على الشجاعة لا بأس به .

(۹/۴۹۱. ۴۹۴، كتاب الحظر والإباحة ، فصل فى البيع ، دار الكتاب ديوبند ، الموسوعة الفقهية : ۳۵/۲۶۸ ، تكملة فتح الملهم :۴/۴۳۴، كتاب الشعر ، باب تحريم اللعب بالنردشير)

(۲) ما فى " القرآن الكريم " : ﴿أفحسبتم أنما خلقنكم عبثاً وأنكم إلينا لا ترجعون﴾ .

(سورة المؤمنون :۱۱۵)

ما فى " كنز العمال وجمع الجوامع " : قال النبى ﷺ : " من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه " .

(۳/۳۵۵، الرقم : ۸۲۸۱، جمع الجوامع : ۶/۳۹۳، الرقم : ۲۰۰۰۶)

(تجاویز بیسواں فقہی سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا:۲۰۱۱ء)

مزاح و مذاق

مسئله (١٧٦) : مزاح و مذاق جائز ہے، کیوں کہ مزاح و مذاق آپ ﷺ (١) اور حضرات صحابۂ کرامؓ (٢) سے ثابت ہے، لیکن اس بات کا خیال رہے کہ وہ جھوٹ (٣) فحش، نیز استہزاء اور ایذاء رسانی پر مشتمل نہ ہو۔ (٤)

الحجة علی ما قلنا :

(١) ما فی " الحدیث النبوی " : عن الحسن قال : أتت عجوز النبی ﷺ فقالت : یا رسول الله ! أدع الله أن یدخلنی الجنة ، فقال : " یا أم فلان ! إن الجنة لا تدخلها وهی عجوز " . إن الله تعالی یقول : ﴿إنا أنشأنٰهنّ إنشاءً فجعلنٰهنّ أبکاراً﴾ .

(الشمائل للترمذی : ص/١٦ ، باب ما جاء فی صفة مزاح رسول الله)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن أنس قال : .... وکان لی أخ یقال له أبو عمیر .... وکان إذا جاء قال : " یا أبا عمیر ما فعل النغیر ؟ ".

(الصحیح للبخاری :ص/١١٠٩ ، رقم الحدیث : ٦٢٠٣، کتاب الأدب ، باب الکنیسة قبل أن یولد للرجل)

(٢) ما فی " قضایا اللهو والترفیة " : عن نافع مولی عبد الله بن عمر قال : کان عبد الله بن عمر یمازح مولاة له فیقول لها : " خلقنی خالق الکرام ، وخلقک خالق اللئام ، فتغضب وتصیح وتبکی، ویضحک عبد الله بن عمر " . (ص/١٩٩ ، الفصل الثانی ، الملاهی النفسیة)

(٣) ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبی هریرة رضی الله تعالی عنه قال : قالوا : یا رسول الله ! إنک تداعبنا؟ (یعنی تمازحنا) قال : " إن لا أقول إلا حقاً " .

(الشمائل للترمذی : ص/١٦ ، باب ما جاء فی المزاح ، الأدب المفرد للبخاری : ص/٢٦٠ ، قضایا اللهو والترفیة :ص/١٩٦ ، الملاهی النفسیة)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن بهز بن حکیم قال : حدثنی أبی عن أبیه قال : سمعت رسول الله ﷺ یقول : " ویل للذی یحدث فیکذب لیضحک القوم ، ویل له ، ویل له " .

(باب فی التشدید فی الکذب ، الرقم : ٤٣٣٨)

(٤) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿یآیها الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسیٰ أن یکونوا خیراً =

مزاحیہ پروگرام یا مشاعرے

مسئلہ (۱۷۷) : کئی کئی گھنٹوں کے ایسے مزاحیہ پروگرام یا مزاحیہ مشاعرے جن سے دینی یا دنیوی مصالح متاثر ہوں، جائز نہیں ہیں۔(۱)

= منهم ، ولا نسآء من نسآء عسىٓ أن يكنّ خيراً منهنّ ، ولا تلمزوا أنفسكم ولا تنابزوا بالألقاب ، بئس الإسم الفسوق بعد الإيمان ، ومن لم يتب فأولٓئک هم الظّٰلمون﴾. (سورة الأحزاب : ۱۱)

ما فی " فتح الباری " : قوله : (لا يسخر) نهی عن السخرية وهو فعل الساخر ، وهو الذی يهزء منه ، والسخرية تسخير خاص ، والسخرية سياقه الشيء إلى الغرض المختص به قهراً ، فورد النهی عن استهزاء المرء بالآخر تنقيصاً له مع إحتمال أن يكون فی نفس الأمر خيراً منه ، وقد أخرج مسلم عن أبی هريرة رضی الله تعالى عنه رفعه فی إثناء حديث : " بحسب امرئ من الشر أن يحقر أخاه المسلم " . (۱۰/ ۵۶۹، باب قوله تعالىٰ : يآيها الذين آمنوا لا يسخر الخ)

ما فی " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن زمعة قال : " نهى النبی ﷺ أن يضحک الرجل مما يخرج من الأنفس " الحديث . (ص/ ۱۰۸۶ ، الرقم : ۲۰۴۲)

(تجاویز بیسواں فقہی سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا:۲۰۱۱ء)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿ويل للمطففين﴾ . (سورة التطفيف : ۱)

ما فی " أحكام القرآن لإبن العربی " : وفي الموطا : قال مالک : (يقال) : لكل شيء وفاء وتطفيف ، والتطفيف ضد التوفية . (۴/۱۹۰۷ ، سورة المطففين ، مكتبة الرياض الحديثة)

ما فی " قضايا اللهو والترفية " : لا ريب أن المزاح إذا وضع فی غير محله ومواضعه ورث الضغينة ، وإن داوم عليه الإنسان وأفرط فيه كان لذلک عواقب مضرة بالفرد والمجتمع معاً ، وانعكاسات تؤثر مسلباً على طبيعة التلاحم والتازر فی ما بين أفراد الأمة الواحدة .

قال الحافظ : والمنهی عنه ما فيه إفراط أو مداومة عليه ، لما فيه من الشغل عن ذكر الله والتفكر فی مهمات الدين ، ويؤول كثيراً إلى قسوة القلب والإيذاء والحقد وسقوط المهابة والوقار .

(ص/ ۲۰۰ ، باب الملاهی الذهنية والنفسية) (تجاویز بیسواں فقہی سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا:۲۰۱۱ء)

لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو ذریعۂ آمدنی بنانا

مسئلہ (۱۷۸) : لطیفہ گوئی یا مزاح نویسی کو پیشہ یا ذریعہ آمدنی بنا لینا مناسب نہیں ہے۔[۱]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿ومن الناس من یشتری لهو الحدیث لیُضلّ عن سبیل الله بغیر علم ویتخذها هزواً ، أولئک لهم عذاب مهین﴾ . (سورة لقمان : ٦)

ما فی " روح المعانی " : قال المفسر العلامة الآلوسی تحت هذه الآیة : وفی أسباب النزول للواحد عن الکلبی ، ومقاتل ، أنه کان یخرج تاجراً إلی فارس فیشتری أخبار الأعاجم ، وفی بعض الروایات کتب الأعاجم ، فیرویها ویحدث بها قریشاً ویقول لهم : إن محمداً علیه الصلوٰة والسلام یحدثکم بحدیث عاد وثمود ، وأنا أحدثکم بحدیث رستم وأسفندیار ، وأخبار الأکاسرة ، یستملحون حدیثه ، ویترکون استماع القرآن فنزلت . (۱۰۲/۱۲/۱۰۳)

ما فی " الدر المختار " : ومن السحت ما یؤخذ علی کل مباح کملح وکلأ وماء ومعادن ، وما یأخذه غاز لغزو، وشاعر لشعر ، ومسخرة وحکواتی ، قال تعالی : ﴿ومن الناس من یشتری لهو الحدیث﴾ . (۲۰۷/۹/۲۰۸، کتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغیره)

(تجاویز بیسواں فقہی سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا:۲۰۱۱ء)

ہنسنے ہنسانے والے پروگرام

مسئلہ (۱۷۹) : ایسے پروگرام جن کا مقصد صرف ہنسنا ہنسانا ہو، شریعت کے مزاج کے خلاف ہے، (۱) البتہ بغرضِ علاج اس کی گنجائش ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿فلیضحکوا قلیلاً ولیبکوا کثیراً﴾ . (سورة التوبة : ۸۲)

ما فی " تفسیر المظهري " : الدنیا قلیل فلیضحکوا فیها ما شؤوا ، فإذا انقطعت الدنیا وصاروا إلی الله فلیستأنفوا البکاء لا ینقطع أبداً . (۲۵۲/۴)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبی هریرة رضی الله تعالی عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " لا تکثر الضحک ، فإن کثرة الضحک تمیت القلب " .

(السنن لإبن ماجة : ص/ ۳۰۹، کتاب الزهد ، باب الحزن والبکاء)

ما فی " المسند للإمام أحمد " : عن سماک قال : قلتُ لجابر بن سمرة : أکنت تجالس رسول الله ﷺ ؟ قال : نعم ؛ فکان طویل الصمت ، قلیل الضحک ، وکان أصحابه یذکرون عنده الشعر ، وشیئاً من أمورهم فیضحکون ، وربما یتبسمون " . (رقم الحدیث : ۲۰۸۹۰)

ما فی " السنن للترمذي " : عن عبد الله بن الحارث بن جزء قال : " ما کان ضحک رسول الله ﷺ إلا تبسماً ". (۲۰۵/۲، ۲۰۶، کتاب المناقب ، باب فی بشاشة النبی ﷺ)

(۲) ما فی " قواعد الفقه " : الضرورات تبیح المحظورات . (ص/ ۸۹، رقم القاعدة : ۱۷۰)

(تجاویز بیسواں فقہی سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا: ۲۰۱۱)

تفریحی مقصد سے سفر کرنا

مسئلہ (**۱۸۰**) : اسراف سے بچتے ہوئے، تفریحی مقصد کیلئے ایک شہر سے دوسرے شہر، اور ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کرنا جائز ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿ولا تبذر تبذیراً ، إن المبذرین کانوا إخوان الشیٰطین﴾ .

(سورة الإسراء : ۲۶/۲۷)

ما فی " التفسیر الکبیر للرازی " : والتبذیر فی اللغة : إفساد المال وإنفاقه فی السرف .

(۳۲۸/۷)

ما فی " الحدیث النبوی " : وعن المغیرة بن شعبة قال : قال النبی ﷺ : " إن الله حرم علیکم عقوق الأمات ، ومنع وهات ، وکره لکم قیل وقال ، وکثرة السوال ، وإضاعة المال " .

(صحیح البخاری : ۱/۳۲۴، الرقم : ۲۴۰۸، کتاب فی الاستقراض)

ما فی " فتح الباری " : قوله : (إضاعة المال) تقدم فی الاستقراض أن الأکثر حملوه علی الإسراف فی الإنفاق ، وقیده بعضهم بالإنفاق فی الحرام ، والأقویٰ أنه ما أنفق فی غیر وجهه المأذون فیه شرعاً ، سواء کانت دینیة أو دنیویة ، فمنع منه ، لأن الله تعالیٰ جعل المال قیاماً لمصالح العباد ، وفی تبذیرها تفویت تلک المصالح .

(۱۰/۵۰۱/۵۰۲، الرقم : ۵۹۷۵، کتاب الأدب ، باب عقوق الوالدین من الکبائر)

(تجاویز بیسواں فقہی سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا:۲۰۱۱ء)

پُرخطر مقامات کی تفریح

مسئلہ (۱۸۱) : ایسے مقامات جہاں جان یا عزت وآبرو کا تحفظ خطرے میں ہو، وہاں نہ خود جانا درست ہے، اور نہ اہل وعیال کو ساتھ لے جانا درست ہے۔[۱]

غیر شرعی امور والی جگہوں کی تفریح

مسئلہ (۱۸۲) : تفریح کیلئے ایسی جگہوں میں جانا، جہاں غیر شرعی امور کا غلبہ ہو جائز نہیں ہے،[۲] اور ایسے مقامات پر جانے والوں کو سواری کرائے پر دینے، یا اشیاء خورد ونوش فروخت کرنے کیلئے دکان لگانے کی حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک گرچہ گنجائش ہے،[۳] مگر صاحبین کے قول کے مطابق مکروہ ہے، اس لئے اس سے بچنا بہتر واولیٰ ہے۔[۴]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿ولا تلقوا بأیدیکم إلی التهلکة﴾ . (سورة البقرة : ۱۹۵)

ما فی " فتح القدیر للشوکاني " : فکل ما صدق علیه أنه تهلکة فی الدین أو الدنیا فهو داخل فی هذا . (۱/۱۵۸ ، بیروت)

ما فی " القرآن الکریم " : ﴿ولا تقتلوا أنفسکم﴾ . (سورة النساء : ۲۹)

ما فی " الموافقات فی أصول الأحکام للشاطبی " : ومجموع الضروریات خمسة ؛ وهی حفظ الدین ، والنفس ، والنسل ، والمال ، والعقل . (۲/۴، کتاب المقاصد ، المسئلة الأولیٰ)

(تجاویز بیسواں فقہی سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا:۲۰۱۱ء)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿وقد نزّل علیکم فی الکتٰب أن إذا سمعتم آیات الله یُکفرُ بها ویُستهزءُ بها فلا تقعدوا معهم حتی یخوضوا فی حدیث غیره﴾ . (سورة النساء : ۱۴۰)=

....

....

....

= ما فی " أحكام القرآن للجصاص " : فيه نهی عن مجالسة من يظهر الكفر والاستهزاء بآيات الله فقال تعالى : ﴿فلا تقعدوا معهم حتى يخوضوا فی حديث غيره﴾ ...... انهم كانوا إذا رأوا هؤلاء أظهروا الكفر والاستهزاء بآيات الله فقال : ﴿لا تقعدوا معهم﴾ لئلا يظهروا ذلک ، ويزدادوا كفرا واستهزاء بمجالستكم لهم . (۲/۳٦۲)

ما فی " القرآن الكريم " : ﴿وإذا رأيت الذين يخوضون فی آياتنا فأعرض عنهم﴾ .

(سورة الأنعام :٦٨)

ما فی " أحكام القرآن للجصاص " : هذا يدل على أن علينا ترک مجالسة الملحدين وسائر الكفار عند إظهارهم الكفر والشرک ، وما لا يجوز على الله تعالى إذا لم يمكنّا إنكاره وكنا فی تقية من تغييره باليد أو اللسان ، لأن علينا اتباع النبی ﷺ فيما أمره الله به . (۳/۳)

(۳) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : وجاز بيع عصير عنب ممن يعلم أنه يتخذه خمراً ، لأن المعصية لا تقوم بعينه بل بعد تغييره . الدر المختار . قال الشامی تحت قوله : (لا تقوم بعينه) أن المراد لا تقوم المعصية بعينه ، وما يحدث له بعد البيع وصف آخر يكون فيه قيام المعصية ، وقيل يكره لإعانته على المعصية . (۹/ ۵٦۱ ، كتاب الحظر والإباحة)

ما فی " الدر المختار مع الشامية " : وجاز تعمير كنيسة وحمل خمر ذمی بنفسه أو دابته بأجر لا عصرها لقيام المعصية بعينه . الدر المختار . قال الشامی تحت قوله : (وحمل خمر ذمی) قال الزيلعی : وهذا عنده ، وقالا : هو مكروه لأنه عليه الصلاة والسلام لعن فی الخمر عشرة ، وعد منها حاملها ، وله أن الإجارة على الحمل ، وهو ليس بمعصية ولا سبب لها ، وإنما تحصل المعصية بفعل فاعل مختار ، وليس الشراب من ضرورات الحمل ، لأن حملها قد يكون للإراقة أو للتخليل ، فصار إذا استأجره لعصير العنب أو قطعه ، والحديث محمول على الحمل المقرون بقصد المعصية .

(۹/ ۵٦۲، كتاب الحظر والإباحة) (تجاویز بیسواں فقہی سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا:۲۰۱۱ء)

(۴) ما فی " قواعد الفقه " : الأصل أن الإحتياط فی حقوق الله تعالى جائز ، وفی حقوق العباد لا يجوز . (ص/ ۱۵ ، رقم الأصول : ۱۷)

فوٹوگرافی

مسئلہ (۱۸۳): ایسی عکس بندی جس میں کسی عورت کی تصویر، یا انبیاء وصحابہ کی تمثیل ہو، یا دیگر کوئی شرعی منکر ہو، بنانا اوران کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔(۱)

ذی روح کی فوٹوگرافی

مسئلہ (۱۸٤): تفریحی مقاصد کیلئے ذی روح کی عکس بندی یعنی فوٹوگرافی جائز نہیں۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : " إن أشد الناس عذاباً عند الله المصورون " .

(الصحيح لمسلم : ۲/۲۰۱، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان)

ما فی " الجامع لأحكام القرآن للقرطبی " : يدل على المنع من تصوير شيء أی شيء كان .

(۲۷۴/۱۲)

ما فی " الدر المختار مع الشامية " : لا تمثال إنسان أو طير . الدر المختار . قال الشامی تحت قوله : (أو طير) لحرمة تصوير ذی الروح . (۵۱۹/۹، كتاب الحظر والإباحة ، فصل فی اللبس)

ما فی " فقه النوازل " : لا يجوز شرعاً تخييل شخص النبي ﷺ بالصور المتحركة أو الثابتة ، كل ذلک حرام لا يحل لأی غرض من الأغراض ، وكذا سائر الرسل والأنبياء والصحابة الكرام .

(۳۲۰/۴، الباب السابع ، الفن الرياضة ، الفصل الثانی ، الأناشيد والتمثيل ، المبحث الثانی حكم تمثيل وتصوير الأنبياء والصحابة ، وثيقة رقم : ۲۹۹) (تجاويز بيسواں فقہی سمينار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا:۲۰۱۱ء)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فی " الحديث النبوی " : " إن أشد الناس عذاباً عند الله المصورون " .

(صحيح البخاری : ۸۸۰/۲، كتاب اللباس ، باب عذاب المصورين يوم القيامة ، الصحيح لمسلم : ۲۰۱/۲، كتاب اللباس والزينة ، باب تحريم تصوير صورة الحيوان)=

تاریخی مقامات اور قدرتی مناظر کی فوٹو گرافی

مسئلہ (۱۸۵) : غیر ذی روح اشیاء مثلاً تاریخی مقامات اور قدرتی مناظر کی عکس بندی یعنی فوٹو گرافی جائز ہے۔[۱]

= ما فی " الجامع لأحکام القرآن للقرطبی " : یدل علی المنع من تصویر شيء أی شيء کان .

(۲۷۴/۱۴)

ما فی " الشامیة " : لا تمثال إنسان أو طیر . الدر المختار . قال الشامی تحت قوله : (أو طیر) لحرمة تصویر ذی الروح . (۵۱۹/۹، کتاب الحظر والإباحة ، فصل فی اللبس)

ما فی " شرح النووی علی هامش المسلم " : قال أصحابنا وغیرهم من العلماء :" تصویر صورة الحیوان حرام شدید ، وهو من أکبر الکبائر ، لأنه متوعد علیه بهٰذا الوعید الشدید المذکور في الأحادیث ، وسواء صنعه بما یمتهن أو بغیره ، فصنعته حرام بکل حال ، لأن فیه مضاهاة لخلق الله تعالی ، وسواء کان في ثوب أوبساط أو درهم أو دینار أو فلس أو إناء أو حائط أو غیرها .

(۱۹۹/۲ ، کتاب اللباس والزینة ، باب تحریم صورة الحیوان)

(تجاویز بیسواں فقہی سمینار، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا:۲۰۱۱ء)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " حاشیة النووی علی الصحیح لمسلم " : وأما الشجر ونحوه مما لا روح فیه فلا یحرم صنعته ولا التکسب به ، سواء الشجر المثمر وغیره ، وهذا مذهب العلماء کافة إلا مجاهد ، فإنه جعل الشجر المثمر من المکروه ، وقال القاضی : لم یقله أحد غیر مجاهد .

(۱۹۹/۲ ، باب تحریم تصویر صورة الحیوان)

ما فی " الموسوعة الفقهیة " : لا بأس بتصویر الأشیاء التی یصنعها البشر کصورة المنزل والسیارة والسفینة وغیر ذلک إتفاقاً ، لأن الإنسان أن یصنعها فکانت له أن یصوره . (۹۱/۱۲)=

تعلیمی، اصلاحی اور دعوتی مقصد کے لیے فوٹو گرافی

مسئلہ (۱۸۶) : تعلیمی، اصلاحی اور دعوتی مقاصد کیلئے عکس بندی یعنی فوٹو گرافی اور اس سے استفادہ کی گنجائش ہے، خواہ اس میں ضمناً ذی روح کا عکس آ گیا ہو۔ (۱)

= ما فی " فتح القدیر " : والتمثال خاص بمثال ذی الروح ، لکن المراد ھنا ذو الروح ، فإن غیر ذی الروح لایکرہ کالشجر .

(۱/ ۴۲۷، کتاب الصلاۃ ، باب ما یفسد الصلاۃ ، فصل ویکرہ للمصلي الخ ، بیروت)

ما فی " مشکوٰۃ المصابیح " : عن سعید بن أبی الحسن قال : کنت عند ابن عباس ، إذ جاء رجل فقال : یا ابن عباس ! إنی رجل إنما معیشتی من صنعۃ یدی ، وإنی أصنع ھذہ التصاویر ، فقال ابن عباس : لا أحدثک إلا ما سمعت من رسول اللہ ﷺ سمعتہ یقول : " من صور صورۃً فإن اللہ معذبہ حتی ینفخ فیہ الروح، ولیس بنافخ فیھا أبداً " . فربا الرجل ربوۃ شدیدۃً واصفر وجھہ فقال: " ویحک إن أبیت إلا أن تصنع ، فعلیک بھذا الشجر ، وکل شيء لیس فیہ روح " .

(ص/ ۳۸۶، باب التصاویر ، الفصل الثانی) (تجاویز بیسواں فقہی سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا:۲۰۱۱ء)

الحجۃ علی ما قلنا :

(۱) ما فی " شرح المجلۃ لسلیم رستم باز " : الأمور بمقاصدھا ، یعنی أن الحکم الذی یترتب علی أمر یکون علی مقتضی ما ھو المقصود من ذلک الأمر .... ثم اعلم أن الکلام ھنا حذف المضاف ، والتقدیر حکم الأمور بمقاصد فاعلھا ، أی أن الأحکام الشرعیۃ التی تترتب علی أفعال المکلفین منوطۃ بمقاصدھم من تلک الأفعال ، فلو أن الفاعل المکلف قصد بالفعل الذی فعلہ أمراً مباحاً کان فعلہ مباحاً ، وإن قصد أمراً محرماً کان فعلہ محرماً .

(ص/ ۱۷/ ۱۸، المقالۃ الثانیۃ ، رقم المادۃ : ۲)

ما فی " المقاصد الشرعیۃ للخادمی " : إن الوسیلۃ أو الذریعۃ تکون محرمۃً إذا کان المقصد محرماً ، وتکون واجبۃً إذا کان المقصد واجباً . (ص/ ۴۶)=

مسافروں کے لیے گاڑی، ٹکٹ اور قیام کا نظم کرنا

مسئله (۱۸۷) : آج کل ٹور پر لے جانے کیلئے مختلف تجارتی کمپنیاں قائم ہیں، جو آمد ورفت کے لئے ٹکٹ اور قیام کیلئے سہولتوں کا نظم کرتی ہیں، سفر کرنے والوں کی چوں کہ مختلف قسمیں ہوتی ہیں، اس لئے جو لوگ جائز مقاصد کیلئے سفر کرتے ہیں، تو ان کیلئے ٹکٹ اور قیام کی سہولتیں فراہم کرنے کیلئے ٹراویلس کمپنیوں کو قائم کرنا شرعاً درست ہے، اوران کی آمدنی بھی جائز ہے۔ (۱)

= ما فی " اعلام الموقعین " : وسیلة المقصود تابعة للمقصود ، وکلاهما مقصود . (۱۵۷/۳)

ما فی " الأشباه والنظائر " : الضرورات تبیح المحظورات ، ومن ثم جاز أکل المیتة عند المخمصة وإساغة اللقمة بالخمر ، والتلفظ بکلمة الکفر للإکراه .

(۱/۳۰۷، ۳۰۸ ، الفن الأول ، القاعدة الخامسة) (تجاویز بیسواں فقہی سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا:۲۰۱۱ء)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " کتاب الکسب للإمام محمد بن حسن الشیبانی " : ثم المکاسیب أربعة : الإجارة ، والتجارة ، والزراعة ، والصناعة ، وکل ذلک فی الإباحة سواء عند جمهور الفقهاء . (ص/ ۲۸۱)

ما فی " حاشیة کتاب الکسب " : قال السرخسی : المکاسب أربعة : الإجارة والتجارة والزراعة والصناعة ، وکل ذلک فی الإباحة سواء .... قال النووی : قال النبی ﷺ : " ما أکل أحد طعاماً قط خیراً من أن یأکل من عمل یده ، وإن نبی الله داود علیه السلام کان یأکل من عمل یده " .

فهذا صریح فی ترجیح الزراعة والصنعة لکونهما من عمل یده . (ص/ ۲۱۸/ ۲۸۲)

ما فی " الأشباه والنظائر لإبن نجیم " : الأصل فی الأشیاء الإباحة حتی یدل الدلیل علی عدم الإباحة . (۱/ ۲۵۲/ ۲۵۳)

ما فی " هامش الأشباه " : قوله : (الأصل فی الأشیاء) ذکر العلامة قاسم بن قطلوبغا فی بعض تعالیقه أن المختار أن ا لأصل الإباحة عند جمهور أصحابنا ...... ودلیل هذا القول قوله تعالی : ﴿خلق لکم ما فی الأرض جمیعاً﴾ . (۱/ ۲۵۲/ ۲۵۳) (تجاویز بیسواں فقہی سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا:۱۰۲۲ء)

کارٹون سازی

مسئلہ (۱۸۸) : تربیتی مقصد سے بچوں کیلئے ایسے کارٹون بنانا، جس میں خدوخال واضح نہ ہوں، اور بچوں کیلئے نفسیاتی، اخلاقی اور لسانی نقطۂ نظر سے مفید ہوں، جائز ہے۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی الهندية " : ولو كانت صغيرة بحيث لا تبدو للناظر إلا بتأمل لا يكره. (۱/۱۰۷)

ما فی " الدر المختار مع الشامية " : أو مقطوعة الرأس أو الوجه أو ممحوة عضو لا تعيش بدونه . الدر المختار. قال الشامی : أی سواء كان من الأصل أو كان لها رأس ومحي ، وسواء كان القطع بخيط خِيطَ على جميع الرأس حتى لم يبق له أثر أو يطلبه بمغرة أو بنحته أو بغسله ، لأنها لا تعبد بدون الرأس عادة .

(۲/۴۱۸، كتاب الصلوٰة ، باب ما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها ، مطلب إذا تردد الحكم الخ ، بيروت)

ما فی " الهداية " : ولو كانت الصورة صغيرة بحيث لا تبدو للناظر لا يكره لأن الصغار جداً لا تعبد . (۱/۱۴۲ ، كتاب الصلوٰة ، باب مفسدات الصلوٰة)

ما فی " البحر الرائق " : (إلا أن تكون صغيرة) لأن الصغار جداً لا تعبد فليس لها حكم الوثن فلا تكره فی البيت ، والمراد بالصغيرة التی لا تبدو للناظر على بعد ، كذا فی فتح القدير ...... وفی الخلاصة : رجل صلى ومعه دراهم وفيها تماثيل ملك لا بأس به لصغرها .

(۲/۵۰، كتاب الصلوٰة ، ما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها)

(تجاویز بیسواں فقہی سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا:۲۰۱۱ء)

واضح خدوخال والے کارٹون

مسئلہ (۱۸۹): ایسے کارٹون بنانا جن میں خدوخال واضح ہوں، وہ تصویر میں شمار ہو کر ناجائز ہیں۔[۱]

اہانت کے مقصد سے کارٹون بنانا

مسئلہ (۱۹۰): ایسے کارٹون بنانا جس سے کسی کی اہانت مقصود ہو، جائز نہیں ہے، اگرچہ اس میں خدوخال واضح نہ ہوں۔[۲]

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : " إن أشد الناس عذاباً عند الله المصورون " .

(صحیح البخاری : ۲/۸۸۰، کتاب اللباس ، باب عذاب المصورین یوم القیامة ، الصحیح لمسلم : ۲/۲۰۱، کتاب اللباس ، باب تحریم صورة الحیوان)

ما فی " شرح النووی علی هامش المسلم " : قال أصحابنا وغیرهم من العلماء : تصویر صورة الحیوان حرام شدید وهو من أکبر الکبائر ، لأنه متوعد علیه بهذا الوعید الشدید المذکور فی الحدیث ، وسواء صنعه بما یمتهن أو بغیره ، فصنعته حرام بکل حال ، لأن فیه مضاهاة لخلق الله تعالی ، وسواء کان فی ثوب أو بساط أو درهم أو دینار أو فلس أو إناء أو حائط أو غیرها .

(۲/۱۹۹، کتاب اللباس)

ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : لا تمثال إنسان أو طیر . الدر المختار . قال الشامی تحت قوله : (أو طیر) لحرمة تصویر ذی الروح . (۹/۵۱۹، کتاب الحظر والإباحة ، فصل فی اللبس)

(تجاویز بیسواں فقہی سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا:۲۰۱۱ء)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿یآیها الذین آمنوا لا یسخر قوم من قوم عسیٰ أن یکونوا خیراً منهم ، ولانسآء من نسآء عسیٰ أن یکنّ خیراً منهنّ ، ولا تلمزوا أنفسکم ولا تنابزوا بالألقاب ، بئس الإسم الفسوق بعد الإیمان ، ومن لم یتب فأولٰئک هم الظّٰلمون﴾ . (سورة الحجرات : ۱۱)=

عریانیت پر مشتمل کارٹون

مسئلہ (۱۹۱) : ایسے کارٹون بنانا جو عریانیت پر مشتمل ہوں، یا برائی کی ترغیب دے رہے ہوں، وہ جائز نہیں ہیں۔(۱)

= ما فی " فتح الباری " : (لا یسخر) نهی عن السخرية وهو فعل الساخر ، وهو الذی یهزأ منه ، والسخرية تسخير خاص ، والسخرية سياقه الشيء إلى الغرض المختص به قهراً ، فورد النهی عن استهزاء المرء بالآخر تنقيصاً له مع احتمال أن یکون فی نفس الأمر خيراً منه ، وقد أخرج مسلم عن أبی هريرة رضی الله تعالى عنه رفعه فی إثناء حديث : " بحسب امرئ من الشر أن یحقر أخاه المسلم " . (۱۰/۵۲۹، باب قوله تعالى : يآيها الذين آمنوا لا یسخر إلخ)

ما فی " الحديث النبوی " : عن ابن عمر قال : قال النبی ﷺ بمنی ...... " فإن الله حرم عليكم دماء کم وأموالكم وأعراضكم كحرمة يومكم هذا ، فی شهركم هذا ، فی بلدكم هذا " .

(الصحیح للبخاری : ۲/۸۶، رقم الحديث : ۶۰۴۳)

ما فی " الدر المختار مع الشامية " : كل ما أدى إلى ما لا یجوز لا یجوز .

(۹/۵۱۹، کتاب الحظر والإباحة ، فصل فی اللبس) (تجاویز بیسواں فقہی سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا:۲۰۱۱ء)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿إن الله يأمر بالعدل والإحسان وإيتآء ذی القربىٰ وينهى عن الفحشاء والمنكر والبغي﴾ . (سورة النحل : ۹۰)

ما فی " أحكام القرآن للجصاص " : فإنه قد انتظم سائر القبائح والأفعال والأقوال والضمائر المنهی عنها ، والفحشاء قد تكون بما يفعله الإنسان فی نفسه مما لا يظهر أمره ، وهو مما يعظم قبحه ، وقد تكون مما يظهر من الفواحش ، وقد تكون لسوء العقيدة والبخل ، لأن العرب تسمی البخيل فاحشاً ، والمنكر ما يظهر للناس مما يجب إنكاره . (۳/۲۴۷)

ما فی " الحديث النبوی " : عن أنس بن مالک قال : " لم يكن النبی ﷺ سَبَّاباً ولا فَاحشاً ولا لَعَّاناً " . (صحيح البخاری : ۲/۸۹۱ ، كتاب الأدب ، لم يكن النبی ﷺ فاحشاً متفحشاً)

کارٹون سازی کو ذریعۂ آمدنی بنانا

مسئلہ (**۱۹۲**) : کارٹون سازی کی جو شکلیں جائز ہیں، ان کو ذریعۂ آمدنی بنانے اور اس مقصد کیلئے ملازمت کرنے کی گنجائش ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " كتاب الكسب للشيباني " : ثم المكاسيب أربعة : الإجارة ، والتجارة ، والزراعة ، والصناعة ، وكل ذلک فی الإباحة سواء عند جمهور الفقهاء . (ص/ ۱۴۰)

ما فی " الأشباه والنظائر " : الأصل فی الأشياء الإباحة حتى يدل الدليل على عدم الإباحة .

(۱/ ۲۵۲/ ۲۵۳)

ما فی " هامش الأشباه " : قوله : (الأصل فی الأشياء) ذكر العلامة قاسم بن قطلوبغا فی بعض تعاليقه : أن المختار أن الأصل الإباحة عند جمهور أصحابنا .... ودليل هذا القول قوله تعالى : ﴿وخلق لكم ما فی الأرض جميعاً﴾ . (۱/ ۲۵۲/ ۲۵۳)

ما فی " القواعد والضوابط " : وكل شيء لا بأس بالإنتفاع به فلا بأس بيعه .

(۲/ ۱۳۹ ، بحواله موسوعة القواعد الفقهية : ۸/ ۴۳۷)

(تجاویز بیسواں فقہی سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا: ۲۰۱۱ء)

مکالمات اسٹیج کرنا

مسئلہ (۱۹۳): اچھے کاموں کی ترغیب اور معاشرہ کے مفاسد پر تنقید کیلئے مکالمات اسٹیج کئے جاسکتے ہیں، بشرطیکہ اس میں موسیقی، (۱) یا کسی کی کردارکشی، (۲) یا مرد وزن کا اختلاط، (۳) یا انبیاء وملائکہ اور صحابہؓ کی تمثیل نہ ہو، (۴) نیز غیر شرعی اور غیر اخلاقی امور سے پاک ہو۔ (۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " نيل الأوطار " : " استماع صوت الملاهي معصية ، والجلوس عليها فسق ، والتلذذ بها كفر " . (۸/۱۳/۱ ، رقم الحديث : ۳۵۵۳)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : قلت : وفي البزازية : استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه الصلوٰة السلام : " استماع الملاهي معصية ، والجلوس عليها فسق ط والتلذذ بها كفر " . أي بالنعمة ، فصرف الجوارح إلى غير ما خلق لأجله كفر بالنعمة لا شكر ، فالواجب كل الواجب أن يجتنب كي لا يسمع لما روي عليه الصلاة والسلام أدخل اصبعه في أذنه عند سماعه . (۹/۵۰۴، كتاب الحظر والإباحة ، الفتاوى البزازية على هامش الهندية : ۶/۳۵۹)

(۲) ما في " الحديث النبوي " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " المسلم أخو المسلم لا يخونه ، ولا يكذبه ، كل المسلم على المسلم حرام ، عرضه وماله ودمه ، التقوىٰ ههُنا ، بحسب امرئ من الشر أن يحقر أخاه المسلم " .

(السنن للترمذي : ۲/۱۴ ، أبواب البر والصلة ، باب ما جاء في شفقة المسلم على المسلم)

ما في " الحديث النبوي " : عن ابن عمر قال : صعد رسول الله ﷺ المنبر فنادى بصوت رفيع فقال : " يا معشر ! من أسلم بلسانه ، ولم يفض الإيمان إلى قلبه ، لا تؤذوا المسلمين ، ولا تعيروهم ، ولا تتبعوا عوراتهم ، فإنه من يتبع عورة أخيه المسلم يتبع الله عورته ، ومن يتبع الله عورته يفضحه ، ولو في جوف رحله " . رواه الترمذي

(مشكوة المصابيح : ص/۴۲۸، ۴۲۹، باب ما ينهى عنه من التهاجر الخ)=

....

....

....

=(۳) ما فی " الحدیث النبوی " : عن حمزة بن أبی أسید الأنصاری ، عن أبیه أنه سمع رسول الله ﷺ یقول ، وهو خارج من المسجد ، فاختلط الرجال مع النساء فی الطریق ، فقال رسول الله ﷺ للنساء : " استأخرن ، فإنه لیس لکنّ أن تحققن الطریق ، علیکنّ بحافات الطریق ، فکانت المرأة تلصق بالجدار حتی أن ثوبها لیتعلق بالجدار من لصوقها به " .

(السنن لأبی داود : ص/۷۱۴ ، ۵۱۷۲،کتاب الأدب ، باب فی مشي النساء فی الطریق)

(۴) ما فی " فقه النوازل " : لا یجوز شرعاً تخییل شخص النبی ﷺ بالصور للمتحرکة أو الثابتة کل ذلک حرام ، لا یحل لأی غرض من الأغراض ، وکذا سائر الرسل والأنبیاء والصحابة الکرام .

(۳۲۰/۴، الباب السابع ، الفن والریاضة ، الفصل الثانی ، الأناشید والتمثیل ، وثیقة رقم : ۲۹۹)

(۵) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿إن الله یأمر بالعدل والإحسان وإیتاء ذی القربیٰ وینهی عن الفحشاء والمنکر والبغی﴾ . (سورة النحل : ۹۰)

ما فی " أحکام القرآن للجصاص " : فإنه قد انتظم سائر القبائح والأفعال والأقوال والضمائر المنهی عنها ، والفحشاء قد تکون بما یفعله الإنسان فی نفسه مما لا یظهر أمره ، وهو مما یعظم قبحه ، وقد تکون مما یظهر من الفواحش ، وقد تکون بسوء العقیدة والبخل ، لأن العرب تسمی البخیل فاحشاً ، والمنکر ما یظهر للناس مما یجب إنکاره . (۲۴۷/۳)

(تجاویز بیسواں فقہی سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا: ۲۰۱۱ء)

کمپیوٹر، لیپ ٹاپ اور موبائل پر فلم بینی

مسئلہ (۱۹۴) : ا-کوئی بھی فلم تصویر کشی کے بعد ہی منظر عام پر آتی ہے، جب کہ تصویر کشی یہ ناجائز وحرام ہے۔[۱]

۲- فلم میں گانا، بجانا پایا جاتا ہے، یہ بھی ناجائز وحرام ہے۔[۲]

۳- فلم میں رقص وسرود بھی پایا جاتا ہے، جو خلافِ شرع ہے۔[۳]

۴- فلم میں نامحرم کو دیکھنا بھی پایا جاتا ہے، جب کہ حضور اکرم ﷺ نے دونوں پر، یعنی دیکھنے والے، اور جسے دیکھا جائے اس پر بھی لعنت فرمائی ہے۔[۴]

۵- فلم میں مرد وعورت کا اختلاط بھی پایا جاتا ہے، جو شرعاً منع ہے۔[۵]

۶- فلم میں جو مواد پیش کیا جاتا ہے، اور جن مناظر کو دکھایا جاتا ہے، وہ دیکھنے والوں کے دین واخلاق کے لیے تباہ کن ہوتے ہیں، فلمیں نئی نسل کے ذہن کے بگاڑنے، ان میں مجرمانہ ذہنیت پیدا کرنے، اور ملک کے اندر جرائم پھیلانے میں،[۶] جو افسوسناک کردار ادا کررہی ہیں، وہ کسی ہوش مند پر مخفی نہیں ہے۔

اس لیے جس طرح تھیٹروں میں فلموں کو دیکھنا دکھانا منع وناجائز ہے، اسی طرح بازاروں سے ان کی سی ڈیاں خرید کر، اپنے کمپیوٹر، لیپ ٹاپ، یا موبائل میں ڈاؤن لوڈ کرکے، یا براہ راست ٹی وی پر دیکھنا ودکھانا بھی شرعاً ناجائز ومنع ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث " : [عن] عبد الله قال : سمعت النبي ﷺ يقول : " إن أشد الناس عذاباً عند الله المصورون " . (صحيح البخاري : ۲/۸۸۰، كتاب اللباس ، باب عذاب المصورين يوم القيامة)=

....

....

....

= ما فی " شرح النووی علی هامش المسلم " : قال أصحابنا وغیرهم من العلماء :" تصویر صورة الحیوان حرام شدید ، وهو من أکبر الکبائر ، لأنه متوعد علیه بهٰذا الوعید الشدید المذکور في الأحادیث ، وسواء صنعه بما یمتهن أو بغیره ، فصنعته حرام بکل حال ، لأن فیه مضاهاة لخلق الله تعالیٰ ، وسواء کان في ثوب أو بساط أو درهم أو دینار أو فلس أو إناء أو حائط أو غیرها .

(۱۹۹/۲ ، کتاب اللباس والزینة ، باب تحریم صورة الحیوان ، ردالمحتار: ۴۱۶/۲، کتاب الصلاة ، باب مایفسد الصلاة وما یکره فیها ، مطلب : إذا تردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترک السنة أولی)

ما فی " الشامیة " : لا تمثالَ إنسان أو طیر . " الدر المختار ". قوله : (أو طیر) لحرمة تصویر ذي الروح . (۵۱۹/۹، الحظر والإباحة ، فصل في اللبس)

(۲) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿واستفزز من استطعت منهم بصوتک وأجلب علیهم بخیلک ورِجِلک وشارکهم فی الأموال والأولاد وعِدُهم ، وما یعدهم الشیطن إلا غروراً﴾ .

(سورة بنی اسرائیل : ۶۴)

ما فی " الجامع لأحکام القرآن للقرطبی " : قوله تعالی : (بصوتک) وصوته کل داع یدعو إلی معصیة الله تعالی ، عن ابن عباس قال مجاهد : " الغناء والمزمار واللهو" . قال الضحاک : " صوت المزمار " . (۲۸۸/۱۰)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبی هریرة ، أن رسول الله ﷺ قال : " استماع صوت الملاهی معصیة ، والجلوس علیها فسق ، والتلذذ بها کفر " .

(نیل الأوطار للشوکاني : ۱۰۴/۸ ، رقم الحدیث : ۳۵۵۳)

ما فی " السنن الکبری للبیهقي " : عن ابن مسعود قال : " الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع ، والذکر ینبت الإیمان کما ینبت الماء الزرع " .

(۳۷۷/۱۰، رقم الحدیث : ۲۱۰۰۷)=

....

....

....

....

= ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : الملاهی كلها حرام . (۹/۴۲۴، كتاب الحظر والإباحة)

(۳) ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : وكره كل لهو لقوله علیه الصلوٰة والسلام : " كل لهو المسلم حرام " . (الدر المختار) . قال الشامی : الإطلاق شامل لنفس الفعل واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق ، وضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب .

(۹/۵۶۶، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره)

(۴) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿يآيها النبی قل لأزواجک وبنٰتک ونسآء المؤمنين يدنين عليهنّ من جلابيبهنّ﴾ . (سورة الأحزاب : ۵۹)

ما فی " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبو بكر : هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبيين ، وإظهار الستر والعفاف عند الخروج ، لئلا يطمع أهل الريب فيهنّ .

(۳/۴۸۶)

(۵) ما فی " الحديث النبوی " : عن حمزة بن أبی أسيد الأنصاری رضی الله تعالى عنه ، عن أبيه أنه سمع رسول الله ﷺ يقول ، وهو خارج من المسجد ، فاختلط الرجال مع النساء فی الطريق ، فقال رسول الله ﷺ للنساء : " استأخرن ، فإنه ليس لكنّ أن تحققن الطريق، عليكنّ بحافات الطريق ، فكانت المرأة تلصق بالجدار حتى أن ثوبها ليتعلق بالجدار من لصوقها به " .

(السنن لأبي داود :ص/۷۱۴، ۷۱۵ ، كتاب الأدب ، باب فی مشی النساء فی الطريق)

(۶) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿إن الذين يحبون أن تشيع الفاحشة فی الذين آمنوا لهم عذاب أليم فی الدنيا والآخرة ، والله يعلم وأنتم لا تعلمون﴾ . (سورة النور: ۱۹)

باب الأكل والشرب

(کھانے پینے کا بیان)

کھانے کے وقت ہاتھ دھونا

مسئلہ (۱۹۵) : بعض لوگ کھانے کیلئے یہ کہہ کر ہاتھ نہیں دھوتے کہ ہم ابھی نماز پڑھ کر آئے ہیں، جب کہ کھانے کیلئے ہاتھ دھونا مستقل سنت ہے، گرچہ وضو، غسل اور نماز وغیرہ سے فارغ ہوکر ہی آیا ہو۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) مـا فی " الحدیث النبوی " : عن سلمان قال : قرأت فی التوراة أن برکة للطعام الوضوء بعده ، فذکرت ذلک للنبی ﷺ ، فقال رسول الله ﷺ : " برکة الطعام الوضوء قبله والوضوء بعده " .

رواه الترمذي وأبوداود (مشکوٰة المصابیح : ص/ ۳۶۶ ، کتاب الأطعمة ، الفصل الثانی)

مـا فـی " الـدر الـمختار مع الشامیة ": وسنة الأکل ..... غسل الیدین قبله وبالشیوخ بعده . الدر الـمـختار . قال الشامی تحت قوله : (غسل الیدین قبله) لنفی الفقر ولا یمسح یده بالمندیل لیبقی أثر الغسل ، وبعده لنفی اللحم ، ویمسحها لیزول أثر الطعام ، وجاء أنه برکة الطعام .

(۹/ ۴۱۳ ، کتاب الحظر والإباحة)

مـا فی " مجمع الأنهر " : وسنة الأکل .... غسل الید قبله أی قبل الطعام .... (وبعده) ، قال النبی ﷺ : " الوضوء قبل الطعام ینفی الفقر ، وبعده ینفی اللحم " . والوضوء هنا غسل الید .

(۴/ ۱۸۱ ، کتاب الکراهیة ، فصل فی الأکل) (فتاوی محمودیہ:۲/ ۳۰)

کھانا حاضر ہونے کے بعد انتظار

مسئلہ (۱۹۶) : بعض لوگ دعوت کے موقع پر یوں کہہ کر کھانا شروع کر دیتے ہیں کہ جس کے سامنے کھانا آچکا ہے اس کو شروع کر دینا چاہیے، پوری جماعت کے سامنے کھانا آجانے کا انتظار کرنا درست نہیں ہے، کیوں کہ اس میں کھانے کا احترام فوت ہوجاتا ہے، جب کہ یہ حکم اس وقت ہے جب آدمی اپنے گھر میں کھارہا ہو، لیکن اگر کسی دعوت میں ہو تو وہاں انتظار کرنا چاہیے، یا پھر دعوت دینے والے کی اجازت ہو تو شروع کر دے، کیوں کہ ایسا نہ کرنے میں انتظام میں خلل واقع ہوتا ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " مشكاة المصابيح " : عن عبد الله بن بُسر قال : كان للنبي ﷺ قصعة يحملها أربعة رجال ، يقال لها : الغراء ، فلما أضحوا وسجدوا الضحى أتي بتلك القصعة ، وقد ثرد فيها ، فالتفوا عليها ، فلما كثروا جثا رسول الله ﷺ ، فقال أعرابي : ما هذه الجلسة ؟ فقال النبي ﷺ : " إن الله جعلني عبداً كريماً ، ولم يجعلني جباراً عنيداً " . ثم قال : " كلوا من جوانبها ودعوا ذروتها يبارك فيها " . رواه أبوداود (ص/ ۳۶۹، كتاب الأطعمة ، باب الضيافة ، الفصل الثاني)

ما فی " الفتاوی اللكنوی " : الاستفسار : إذ حضر الخبز فهل ينتظر الادام أم يشرع فيه ؟ الاستبشار : ينبغی أن لا ينتظر الادام ، ويأخذ فی الأكل قبل أن يؤتی الادام ، وهذا فی بيته ، وأما فی الضيافة فينتظر ، كذا فی نصاب الاحتساب . (ص/ ۳۷۶)

ما فی " الفتاوی الهندية " : قال الفقيه أبو الليث : يجب على الضيف أربعة أشياء ؛ أولها : أن يجلس حيث يجلس ، والثانی : أن يرضی بما قدم إليه ، والثالث : أن لا يقوم إلا بإذن رب البيت ، والرابع : أن يدعو له إذا خرج .

(۵/ ۳۴۴، كتاب الكراهية ، الباب الثانی عشر فی الهدية والضيافات)

روٹی کے چار ٹکڑے کرنا

مسئلہ (۱۹۷) : ایک دسترخوان پر الگ الگ روٹی رکھ کر کھانا، یا ایک روٹی میں سے سب کا توڑ کر کھانا، یا ایک روٹی کے چار حصہ کر کے کھانا، سب طرح ٹھیک ہے، الگ الگ روٹی رکھ کر کھانا اس لئے صحیح ہے کہ اپنی خوراک کا اندازہ باقی رہتا ہے، افراط وتفریط نہیں ہوتی، [۱] ایک روٹی میں سے سب کا کھانا اس لئے درست ہے کہ اس میں اتحاد واتفاق کا پہلو غالب ہے، [۲] اور چار ٹکڑے کر کے کھانے کا دستور ان علاقوں میں ہے جن میں شیعوں کا زور ہے، اور اس سے اشارہ خلفاء اربعہ کی طرف ہے کہ ہم چاروں کو مانتے ہیں، شیعوں کی طرح دو یا تین کے منکر نہیں ہیں۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿كلوا واشربوا ولا تسرفوا ، إنه لا يحب المسرفين﴾.

(سورة الأعراف : ۳۱)

ما في " التفسير الكبير " : أن يأكل ويشرب بحيث لا يتعدى إلى الحرام ولا يكثر الإنفاق المستقبح ، ولا يتناول مقداراً كثيراً يضره ، ولا يحتاج إليه . (۵/۲۳۰)

(۲) ما في " الحديث النبوي " : عن أبي موسى ، عن النبي ﷺ قال : " المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بضعه بعضاً " . (الصحيح للبخاري : ۲/۸۹۰، كتاب الأدب)

(۳) ما في " الحديث النبوي " : عن عرباض بن سارية قال : قال رسول الله ﷺ : " عليكم بتقوى الله والسمع والطاعة وإن عبداً حبشياً ، وسترون من بعدي اختلافاً شديداً ، فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين ، عضوا عليها بالنواجذ " .

(السنن لإبن ماجة : ص/۵، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين)

ما في " انجاح الحاجة على سنن ابن ماجة " : الخلفاء الراشدون الذين اتبعوا رسول الله ﷺ قولاً وفعلاً وعملاً ، وهم الخلفاء الخمسة بعده ﷺ ، أعني أبا بكر وعمر وعثمان وعلياً والحسن ، الذين ينطبق على خلافتهم هذا الحديث . (ص/۵، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين) (فتاوی محمودیہ: ۳۴/۲۷)

کھانے کے بعد میٹھا کھانا

مسئلہ (۱۹۸) : بعض لوگوں سے عامۃً یہ سنا جاتا ہے کہ کھانے کے بعد میٹھا کھانا سنت ہے، جب کہ یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے، ہاں ! البتہ آپ ﷺ میٹھی چیز اور شہد پسند فرماتے تھے، لہذا میٹھی چیز یا شہد کو سنتِ عادیہ کی نیت سے کھائے تو یہ درست ہے، اور اتباعِ سنت کی نیت سے کھائے، تو ان شاء اللہ موجبِ اجر بھی ہوگا۔ (۱)

کھانے کے بعد پلیٹ میں پانی ڈال کر اسے پی لینا

مسئلہ (۱۹۹) : بعض لوگ کھانے سے فارغ ہونے پر، پلیٹ میں پانی ڈال کر اس میں انگلی ڈال کر اسے پی لیتے ہیں، اور اپنے اس عمل کو سنت خیال کرتے ہیں، جبکہ اس عمل کا سنت ہونا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے، حدیث پاک میں محض انگلیوں اور پلیٹ کو صاف کرنے کی ترغیب وارد ہے۔ (۲) البتہ امام غزالیؒ نے اپنی کتاب ''احیاء علوم الدین'' میں

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في '' الحديث النبوي '' : عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت : '' كان رسول الله ﷺ يحب الحلوى والعسل ''. (صحيح البخاري : ۲/۸۱۷ ، كتاب الأطعمة ، باب الحلوى والعسل)

ما في '' فتح الباري '' : ووقع في كتاب '' فقه اللغة للثعالبي '' : أن حلوى النبي التي كان يحبها هي المجيع بالجيم وزن عظيم ، وهو تمر يعجن بلبن ، وفيه رد على من زعم أن المراد أنه كان يشرب كل يوم قدح عسل يمزج بالماء ط وأما الحلوى المصنوعة فما كان يعرفها ، وقيل : المراد بالحلوى الفالوذج لا المعقودة على الفار . (۹/۶۸۹، ۶۹۰، كتاب الأطعمة)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في '' مشكوة المصابيح '': عن جابر أن النبي ﷺ أمر بلعق الأصابع والصحفة وقال : '' إنكم لا تدرون في أية البركة '' . رواه مسلم (ص/۳۶۳، كتاب الأطعمة)

ما في '' الفتاوى الهندية '': ومن السنة لعق القصعة ، كذا في الخلاصة . (۵/۳۳۷، الباب الحادي عشر)=

برتن دھو کر پینے کے عمل پر ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب لکھا ہے۔[1]

دسترخوان کے طور پر اردو اخبارات کا استعمال

مسئلہ (۲۰۰) : بعض لوگ کھانے کیلئے دسترخوان کے طور پر اخبارات بچھاتے ہیں، سیٹیں پوچھتے ہیں، اور کھانے کے بعد اس سے ہاتھ صاف کرتے ہیں، اگر ان اخبارات میں قرآنی آیات، احادیث، یا دینی مضامین ہوں، تو ایسے کاموں کیلئے ان کا استعمال قطعاً جائز نہیں، [2] بلکہ اردو اخبارات کو سرے سے ایسے کاموں کیلئے استعمال نہیں کرنا چاہیے، کیوں کہ ان میں اللہ اور رسول ﷺ کا نام مختلف انداز سے آہی جاتا ہے۔

ما في " خلاصة الفتاوى ": ومن السنة أن يلعق أصابعه قبل أن يمسحها بالمنديل ، ومن السنة لعق القصعة بالأصابع . (۳۶۰/۴، كتاب الكراهية ، الفصل الخامس فى الأكل)

(۱) ما في " احياء علوم الدين ": وأن يلعق القصعة ويشرب ماء ها ، ويقال : " من لعق القصعة وغسلها وشرب ماء ها كان له عتق رقبة " .

(۶/۲، كتاب آداب الأكل ، القسم الثالث : ما يستحب بعد الطعام) (فتاوی محمودیہ:۳۴/۲۷)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فى " الفتاوى الهندية " : ويكره أن يجعل شيئاً فى كاغذ فيها اسم الله تعالى كانت الكتابة على ظاهرها أو باطنها .... ولا يجوز لف شيء فى كاغذ فيه مكتوب من الفقه ، وفى الكلام أولى أن لا يفعل .... وعلى هذا قالوا : لا يجوز أن يتخذ قطعة بياض مكتوب عليه اسم الله تعالى علامة فيما بين الأوراق لما فيه من الابتذال باسم الله تعالى .

(۳۲۲/۵،۳۲۳، كتاب الكراهية ، الباب الخامس فى آداب المسجد الخ)=

ہاں ! ایسے اخبارات جن میں کوئی دینی بات نہ ہو، ضرورتاً ایسے مقاصد کیلئے استعمال کرسکتے ہیں، گو امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے کہ دعوت میں انگلیوں کو پونچھنے اور ہاتھ کو صاف کرنے کی غرض سے کاغذ کا استعمال مکروہ ہے،(۱) لیکن یہ کراہت سادہ کاغذ کے بارے میں ہے، جس پر لکھنے کی گنجائش ہو، کیوں کہ وہ آلۂ کتابت ہے، اور اس لحاظ سے اس کا احترام ضروری ہے۔(۲) جو کاغذ استعمال شدہ ہو کہ اس پر لکھنے کی گنجائش نہ ہو، یا جو کاغذ ہاتھ پونچھنے اور دسترخوان بنانے ہی کیلئے بنایا گیا ہو، لکھنے کے لائق نہ ہو، انہیں استعمال کرنے کی گنجائش ہے، اس لیے جن اخبارات میں آیات واحادیث اور دینی مضامین نہ ہوں، تو ان کو ضرورتاً ان مقاصد کیلئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔(۳)

= ما فی " الشامیة " : ولا یجوز لف شيء فی کاغذ فقه ونحوه . الدر المختار . قال الشامی تحت قوله : (ونحوه) الذی فی المنح ، ونحوه فی الهندیة : ولا یجوز لف شيء فی کاغذ فیه مکتوب من الفقه ، وفی الکلام الأولی أن لا یفعل . (۹/۵۵۵، کتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغیره)

(۱) ما فی " الفتاوی الهندیة " : حکی الحاکم عن الإمام أنه کان یکره استعمال الکواغذ فی ولیمة یمسح بها الأصابع ، وکان یشدد فیه ویزجر عنه زجراً بدیهاً ، کذا فی المحیط .

(۵/۳۲۲، کتاب الکراهیة)

(۲) ما فی " الشامیة ": وکذا ورق الکتابة لصقالته وتقومه ط وله احترام أیضاً لکونه آلة لکتابة العلم ، ولذا علله فی التاتارخانیة بأن تعظیمه فی أدب الدین ، ومفاده الحرمة بالمکتوب مطلقاً .

(۱/۴۷۸، کتاب الطهارة ، باب الأنجاس)

(۳) ما فی " الشامیة " : قال الشامی : وإذا کانت العلة فی الأبیض کونه آلة الکتابة کما ذکرناه یؤخذ منها عدم الکراهة فیما لا یصلح لها ، إذا کان قائماً للنجاسة غیر متقوم کما قدمناه من جوازه بالخرق البوالي . (۱/۴۷۹، کتاب الطهارة ، باب الأنجاس)

ما فی " جمهرة القواعد الفقهیة " : إذا ارتفعت العلة ارتفع معلولها . (۲/۶۱۲)

(احسن الفتاوی:۸/۱۳، فتاوی محمودیہ:۸/۹۲)

کھانے میں ''اجینوموٹو'' کا استعمال

مسئلہ (۲۰۱) : بعض لوگ کہتے ہیں کہ ''اجینوموٹو'' کا استعمال کھانے میں صحیح نہیں ہے، کیوں کہ یہ خنزیز کی چربی سے نکالا جاتا ہے، اگر یہ بات باقاعدہ تحقیق سے ثابت ہو، اور خنزیر کی چربی کی حقیقت وماہیت کو کسی کیمیاوی طرزِ عمل کے ذریعہ تبدیل نہیں کیا گیا، تو کھانے میں اس کا استعمال ناجائز وحرام ہوگا، اور اگر یہ بات تحقیق سے ثابت نہیں ہے، تو محض افواہوں سے کوئی حلال چیز حرام نہیں ہوتی۔ (۱)

کرسی پر بیٹھ کر کھانا

مسئلہ (۲۰۲) : جس علاقہ میں کرسی پر بیٹھ کر کھانا کفار وفساق کا شعار ہے، وہاں مسلمانوں کیلئے کرسی پر بیٹھ کر کھانا بالکل ممنوع ہے، (۲) اور جہاں کفار وفساق کا شعار نہیں

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی '' الشامیة '' : قوله : (لإنقلاب العین) فإذا صار ملحاً ترتب حکم الملح ، ونظیره فی الشرع النطفة نجسة وتصیر علقة وهی نجسة ، وتصیر مضغة فتطهر ، والعصیر طاهر فیصیر خمراً فینجس ، ویصیر خلاً فیطهر ، فعرفنا أن استحالة العین تستتبع زوال الوصف المرتب علیها .

(۱/ ۴۶۳، کتاب الطهارة ، مطلب : العرقی الذی یستقطر من دردیّ الخمر نجس حرام)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی '' الحدیث النبوی '' : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : '' من تشبه بقوم فهو منهم '' . (مشکوٰة المصابیح :ص/۳۷۵، کتاب اللباس ، رقم الحدیث : ۴۳۴۷)

ما فی '' مرقاة المفاتیح '' : أی من شبه نفسه بالکفار ، مثلاً فی اللباس وغیره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار (فهو منهم) أی فی الإثم والخیر ، قال الطیبی : هذا عام فی الخلق والخلق والشعار . (۸/۲۲۷، کتاب اللباس)=

ہے، بلکہ عام ہے کہ صالحین کا بھی یہی طریقہ ہے، وہاں اس میں تشدد نہیں بلکہ خفت ہے، (۱) لیکن پھر بھی خلافِ سنت ہے۔ (۲)

آب زم زم کھڑے ہوکر پینا

مسئلہ (۲۰۳) : بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ آبِ زمزم کھڑے ہوکر پینا ضروری ہے، جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ زمزم کے پانی کو بیٹھ کر پینے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، کیوں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ سے جو کھڑے ہوکر زمزم پینا ثابت ہے، محققین کی تحقیق یہ ہے کہ یہ ایک طبعی فعل تھا، اس کا اہتمام کرنا سنت نہیں ہے، لہذا کھڑے ہوکر زمزم پینے کو بیانِ جواز پر محمول کیا گیا ہے، تاہم اکثر علماء کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے چونکہ کھڑے ہوکر زمزم پیا ہے، لہذا کھڑے ہوکر پینے میں بہرحال اتباعِ نبوی کی رعایت ہے، اور امورِ طبعیہ میں بھی آپ ﷺ کی اتباع اجر وثواب سے خالی اور مستحب سے کم تر نہیں ہے۔ (۳)

=(۱) ما فی " جمهرة القواعد الفقهية " : إذا ارتفعت العلة ارتفع معلولها . (۱۲۴۴/۳)

(۲) ما فی " الحديث النبوی " : عن أنس قال : " رأيت النبی ﷺ مقعياً يأكل تمراً ". وفي رواية : " يأكل منه أكلا ذريئاً " . رواه مسلم (مشكوٰة المصابيح : ص/۳٦۴، كتاب الأطعمة)

ما فی " مرقاة المفاتيح " : قال الجوهری : الإقعاء عند أهل اللغة أن يلصق الرجل إليتيه بالأرض وينصب ساقيه ويتساند ظهره . (۱۰۲/۸ ، كتاب الأطعمة)

الحجة على ما قلنا :

(۳) ما فی " حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح " : أن يشرب من فضل الوضوء قائماً مستقبل القبلة أو قاعداً ، لأنه يشرب قائماً من فضل الوضوء وماء زمزم . مراقي . قال الطحطاوی تحت قوله : (أو قاعداً) أو للتخيير . (ص/۷۷)

ما فی " الموسوعة الفقهية " : ونص بعض المحدثين والفقهاء على أنه يسن الجلوس عند شرب ماء زمزم كغيره . (۱۵/۲۴)=

ہومیو پیتھک دواؤں سے علاج

مسئلہ (۲۰۴) : *بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہومیو پیتھک دواؤں میں الکحل ملا ہوتا ہے، اس لئے انہیں استعمال کرنا درست نہیں ہے،* جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ آج کل دواؤں میں جو الکحل ملائی جاتی ہے، وہ عموماً انگور اور کھجور کے علاوہ دیگر اشیاء، مثلاً گندم، جو، گندھک، چنبیلی اور دیگر پھولوں اور سبزیوں سے کشید ہوتی ہے، اور ایسی الکحل کا استعمال مختلف فیہ ہے، اس لئے اس قسم کی دوائیں، چاہے وہ ہومیو پیتھک کی ہوں یا ایلو پیتھک کی، ان کا استعمال مطلقاً ناجائز وحرام نہیں، بلکہ ان کے استعمال کی گنجائش ہے، اگر چہ ایسی دواؤں کے استعمال سے بچنا بہتر ہے۔(۱)

= ما فی " فتح الباری " : ثبت عن علی رضی الله تعالی عنه عند البخاری ، أنه شرب قائماً ، فیحمل علی بیان الجواز . (۳/ ۶۳۳ ، کتاب الحج ، ما جاء فی زمزم)

ما فی " عمدة القاری " : وأما شربه قائماً فلبیان الجواز .

(۹/ ۴۰۰ ، کتاب الحج ، باب ما جاء في زم زم)

ما فی " الموسوعة الفقهیة " : قالوا : إن ما روی الشعبي عن ابن عباس رضي الله عنهما أنه قال : " سقیت رسول الله ﷺ من زمزم وهو قائم " . محمول علی أنه لبیان الجواز ، ومعارض لما رواه ابن ماجة عن عاصم قال : ذکرت ذلک لعکرمة ففحلف بالله ما فعل ، أی ما شرب قائماً ، لأنه کان حینئذٍ راکباً . (۲۴/ ۱۵ ، زمزم) (کتاب الفتاوی:۴/ ۸۱، قاموس الفقہ :۴/ ۱۰۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " تکملة فتح الملهم " : وبهذا تبین حکم الکحول المسکرة التی عملت بها البلوی الیوم، فإنها تستعمل فی کثیر من الأدویة والعطور المرکبات الأخری ، فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر فلا سبیل إلی حلتها وطهارتها ، ولا یحرم استعمالها للتداوی أو لأغراض مباحة أخری ما لم تبلغ حد الإسکار ، لأنها تستعمل مرکبة المواد الأخری ، ولا یحکم بنجاستها أخذاً بقول أبی حنیفة . (۳/ ۶۰۸) (فتاوی بنوریہ، رقم الفتوی:۳۸۴۹۴)

متفرق مسائل

آئی لینس (Eye Lens) کا استعمال

مسئلہ (۲۰۵) : آج کل آنکھوں کی زینت کیلئے آئی لینس (Eye Lens) لگوائے جاتے ہیں، جو مختلف کلر کے ہوتے ہیں، اگر ان کے لگانے میں طبی اعتبار سے کوئی ضرر لاحق نہ ہوتا ہو، تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہے، مگر غیروں کی تقلید میں اور کسی دوسرے کو دھوکہ دینے کی غرض سے مذکور عمل اختیار کرنا، قطعاً درست نہیں ہے، اس سے احتراز کرنا چاہیے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الأشباه والنظائر لإبن نجیم ": الأصل فی الأشیاء الإباحة حتی یدل الدلیل علی عدم الإباحة . (۱/۲۵۲)

ما فی " الحدیث النبوی " : " من تشبه بقوم فهو منهم " . (السنن لأبی داود: ص/ ۵۵۹)

ما فی " مرقاة المفاتیح " : أی من شبه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیره أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار فهو منهم ، أی فی الإثم والخیر ، قال الطیبی : هذا عام فی الخلق والخلق والشعار . (۸/۲۲۲، رقم الحدیث : ۴۳۴۷)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبی بکر الصدیق قال : قال رسول الله ﷺ : " ملعون من ضارّ مؤمنا أو مَکَرَ به " . (السنن للترمذی : ۲/۱۵ ، أبواب البر والصلة ، ما جاء فی الخیانة والغش)

(فتاوی بنوریہ، رقم الفتوی: ۲۶۶۰۲)

غلط طریقے سے ''او بی سی'' سرٹیفکٹ بنوانا

مسئله (۲۰۶) : اسلام کی نظر میں ذات پات کی بنیاد پر نہ کوئی اَپر کلاس (Upper Class) ہے، نہ بیک ورڈ کلاس (Backword Class)[۱]، لیکن حکومت وقت نے برادرانِ وطن کے سماجی مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے، مسلمانوں کی کچھ برادریوں کو بیک ورڈ قرار دیا ہے، اور انہیں مخصوص قسم کی مراعات دے رکھی ہے، اگر کوئی شخص اس برادری سے تعلق نہ رکھتا ہو ، اور اس کی طرف نسبت کرکے اور اس کا سرٹیفکیٹ (Certificate) بنواکر ان مراعات کو حاصل کرتا ہے، تو یہ سخت گناہ ہے، جھوٹ اور دھوکہ تو ہے ہی، [۲] لیکن خاص کر خاندانی نسبت کے بارے میں غلط بیانی کی رسول اللہ ﷺ نے بڑی سخت مذمت فرمائی ہے، اس لئے غلط بیانی کے ذریعہ او بی سی سرٹیفکیٹ بنانا اور اس سے فائدہ

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الناس إنا خلقنكم من ذكر وأنثىٰ وجعلنكم شعوباً وقبآئل لتعارفوا﴾ . (سورة الحجرات : ۱۳)

(۲) ما في " الحديث النبوی " : عن عبد الله بن مسعود قال : قال رسول الله ﷺ : .... " وإياكم والكذب ، فإن الكذب يهدی إلى الفجور ، وإن الفجور يهدی إلى النار " . (السنن للترمذی : ۱۸/۲ ، أبواب البر والصلة ، باب ما جاء فی الصدق والكذب)

ما فی " الحديث النبوی " : عن أبی بكر الصديق رضی الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " ملعون من ضارَّ مؤمناً أو مَكَرَ بِه " .

(السنن للترمذی : ۱۵/۲ ، أبواب البر والصلة ، ما جاء فی الخيانة والغش)=

اٹھانا گناہ ہے، (۱) لیکن اگر اس کے ذریعہ کوئی ملازمت حاصل کی گئی، تو حاصل ہونے والی آمدنی حلال ہوگی، کیوں کہ یہ صورت منہی عنہ قبیح لغیرہ کے قبیل سے ہے، جس میں فعل بذاتِ خود مشروع ہوتا ہے، لیکن اپنے غیر کی وجہ سے ممنوع ہوتا ہے۔(۲)

''پی ڈی ایف ایکسل'' میں قرآن کریم محفوظ کرنا

مسئلہ (۲۰۷) : قرآن کریم کو ''پی ڈی ایف ایکسل'' (PDF. Excel) یا کسی بھی الیکٹرونیکل فارمیٹ (Electronical Format) جس کو ختم کیا جاسکتا ہو، میں محفوظ کرنا جائز ہے، (۳) مگر جب تک وہ اس میں محفوظ رہے، اس کا ادب واحترام رکھنا لازم ہے۔(۴)

=(۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿أدعوهم لآبائهم هو أقسط عند الله﴾ . (سورة الأحزاب : ۴)

ما فی " أحکام القرآن للجصاص " : روی عن النبی ﷺ أنه قال : " من ادعی إلی غیر أبیه وهو یعلم أنه غیر أبیه فالجنة علیه حرام " . (۳/۴۶۴)

(۲) ما فی " نور الأنوار " : النهی أن یکون قبیحاً لغیره ، وذلک نوعان ؛ وصفاً ومجاوراً ، یعنی أن النوع الأول ما یکون القبیح وصفاً للمنهی عنه أی لازماً غیر منفک عنه کالوصف ، والنوع الثانی ما یکون القبیح فیه مجاوراً للمنهی عنه فی بعض الأحیان ، ومنفکاً عنه فی بعض آخر کالکفر وبیع الخمر وصوم یوم النحر والبیع وقت النداء . (ص/۶۵)

الحجة علی ما قلنا :

(۳) ما فی " الفتاوی الهندیة " : لو محا لوحاً کتب فیه القرآن واستعمله فی أمر الدنیا یجوز . (۵/۳۲۲)

(۴) ما فی " الفتاوی الهندیة " : والصحیح منع مس حواشي المصحف والبیاض الذي لا کتابة علیه ، هکذا في التبیین .... ولا یجوز مس شيء مکتوب فیه شيء من القرآن من لوح أو دراهم أو غیر ذلک إذا کان آیة تامة . هکذا فی الجوهرة النیرة .

(۱/۳۹، کتاب الطهارة ، الفصل الرابع في أحکام الحیض والنفاس والاستحاضة)

ہیئر ڈائز کا استعمال

مسئلہ (۲۰۸) : آج کل بہت سے فیشن پرست نوجوان لڑکے اور لڑکیاں، بطور زینت مختلف قسم کے ہیئر ڈائز (ہائیڈروجن، کیمیکلس وغیرہ) بکثرت استعمال کرتے ہیں، اور اپنے بالوں کو رنگین اور کلرفل بناتے ہیں، اولاً تو یہ فیشن قابل ترک ہے، اور اگر خالص سیاہ خضاب ہے تو اس کا لگانا سخت گناہ ہے،(۱) سرخ یا مہندی کا خضاب لگایا جائے،(۲) لیکن اگر کسی نے ناجائز ہونے کے باوجود خالص سیاہ خضاب، یا اور کوئی مباح خضاب لگالیا، اور وہ

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوي " : قال رسول الله ﷺ : " يكون قوم يخضبون في آخر الزمان بالسواد كحواصل الحمام لا يريحون رائحة الجنة". (السنن لأبي داود: ص/۵۷۸، الترجل ، باب ما جاء في خضاب السواد ، مشكوٰة المصابيح :ص/۳۸۳)

ما في " بذل المجهود " : قال الشيخ خليل أحمد السهارنفوري : وفي الحديث تهديد شديد في خضاب الشعر بالسواد ، وهو مكروه كراهة تحريم .

(۱۲/۲۳۷/۲۳۸، رقم الحديث : ۴۲۱۲، الترجل ، مكتبة دار البشائر الإسلامية بيروت)

(۲) ما في " الحديث النبوي " : عن جابر بن عبد الله قال : أتي بأبي قحافة يوم فتح مكة ورأسه ولحيته كالثغامة بياضاً ، فقال رسول الله ﷺ : " غيروا هذا بشيء واجتنبوا السواد " . (الصحيح لمسلم : ۱۹۹/۲ ،كتاب اللباس والزينة ، باب استحباب خضاب الشيب بصفرة أوحمرة وتحريمه بالسواد ، مشكوٰة المصابيح :ص/ ۳۸۰، باب الترجل ، الفصل الأول)

ما في " شرح النووي على هامش المسلم " :"ومذهبنا استحباب خضاب الشيب للرجل والمرأة بصفرة أو حمرة ، ويحرم خضابه بالسواد على الأصح " . (۱۹۹/۲)=

پانی یا مہندی کی طرح اتنا پتلا اور رقیق ہو کہ خشک ہونے کے بعد بالوں تک پانی پہنچنے کے لیے مانع نہ بنتا ہو، تو اس صورت میں وضو اور غسل صحیح ہوجائے گا، (۱) اور اگر وہ خضاب اتنا گاڑھا ہو کہ بالوں تک پانی نہیں پہنچتا، تو پھر وضو اور غسل صحیح نہ ہوگا۔

ویلی ڈیٹی (Validity) ختم ہونے کے باوجود موبائل سروس

مسئلہ (۲۰۹) : بسا اوقات کسی ٹیکنیکل غلطی کی وجہ سے موبائل فون وقت مقررہ سے زائد چلتا ہے، جو کمپنی کے قانون کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے، مثلاً 15 / جنوری تک کا وقت ہے، پھر بھی مذکورہ تاریخ پر موبائل فون کی سروس منقطع نہیں ہوئی، تو دیانت کا تقاضہ یہ ہے کہ فوراً موبائل کمپنی سے رابطہ کر کے اس ٹیکنیکی غلطی پر اسے مطلع کریں، اور مقررہ مدت کے بعد جس قدر بھی موبائل کا استعمال ہوا ہے، اس کی اجرت کمپنی کے کھاتے میں جمع کرادے۔ (۲)

= ما في " الدر المختار مع الشامية " : " يستحب للرجل خضاب شعره ولحيته ، ولو في غير حرب في الأصح.... ويكره بالسواد " . الدر المختار .

(ردالمحتار : ۹/ ۶۰۴ ، الحظر والإباحة ، باب الاستبراء وغيره ، فصل في البيع)

(۱) ما في " الشامية " : قوله : (والأولىٰ غسله) اعلم أنه ذكر في المنية أنه لو أدخل يده في الدهن النجس أو اختضبت المرأة بالحناء النجس ، أو صبغ بالصبغ النجس ، ثم غسل كل ثلاثاً طهر .

(۱/ ۵۳۷، باب الأنجاس ، مطلب في حكم الصبغ والاختضاب بالصبغ أو الحناء النجسين ، دار الكتب العلمية بيروت) (فتاوی رحیمیہ: ۴/ ۳۲، ۳۳)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين آمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل إلا أن تكون تجارة عن تراض منكم﴾ . (سورة النساء : ۲۹)=

اسم باری تعالیٰ کے ساتھ لفظ ''میاں'' کا استعمال

مسئلہ (۲۱۰) : بعض لوگ اسم باری تعالیٰ ''اللہ'' کے ساتھ لفظ ''میاں'' کے استعمال پر اعتراض کرتے ہیں، جب کہ ان کا یہ اعتراض صحیح نہیں ہے، کیوں کہ لفظ ''میاں'' کا استعمال عام اردو محاورے میں عظمت و تعظیم کیلئے کیا جاتا ہے، اس لئے ''اللہ میاں'' کہنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ (۱)

= ما فی " أحكام القرآن للجصاص " : ﴿لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ نهى لكل أحد عن أكل مال نفسه ومال غيره بالباطل ، وأكلُ مال نفسه بالباطل انفاقه في معاصي الله ، وأكل مال الغير بالباطل .... قال ابن عباس والحسن : أن يأكله بغير عوض . (۲/ ۲۱۶)

ما فی " الحديث النبوی " : عن أبی حرة الرقاشی عن عمه قال : قال رسول الله ﷺ : " ألا لايحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه " . (مشكوة المصابيح : ص/ ۲۵۵، باب الغصب والعارية ، جمع الجوامع : ۹/۷، رقم الحديث : ۲۶۷۵۹)

ما فی " درر الحكام " : لا يجوز لأحد أن يتصرف فی ملك الغير بلا إذنه .

(۱/ ۹۶، رقم المادة : ۹۶)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " امداد الفتاوی " : من الأسماء التوقيفية علم ، ومنها ألقاب وأوصاف ، وترجمة اللفظ بمنزلته ، فالأسماء العجمية ترجمة تلك الألقاب والأوصاف ، ولذا انعقد الإجماع على اطلاقها، نعم ؛ لا يجوز ترجمة العلم ، فالله علم والباقی ألقاب وأوصاف ، بخلاف المرادف العربی للأسماء العربية ، لأنها لا ضرورة إلى إطلاقها ، فلا يؤذن فيها ، أما العجم فيحتاجون إلى الترجمة للسهولة فی الفهم ، هذا ما عندي ولعل عند غيري ما هو أحسن من هذا .

(۴/ ۵۱۳/ ۵۱۴، مسائل شتی) (فتاوی بنوریہ ٹاؤن کراچی، رقم الفتوی: ۸۶۳۹، فتاوی محمودیہ: ۱/ ۲۶۷)

دستی گھڑی کا استعمال

مسئلہ (۲۱۱) : گھڑی اگر زیور کے طور پر ہاتھ میں نہ باندھی جائے، بلکہ وقت دیکھنے کیلئے ہو، تاکہ ہر کام کا نظام صحیح رہے اور اپنے وقت سے نہ ہٹے اور وقت ضائع نہ ہو، جیسا کہ وہ اسی مقصد کیلئے بنائی گئی ہے، تو ممنوع نہیں ہے، (۱) اب بعض لوگ بائیں اور بعض لوگ دائیں ہاتھ میں باندھتے ہیں، اگر کسی مخصوص ہاتھ میں باندھنا غیروں کا شعار نہیں ہے، تو دونوں میں سے جس میں دل چاہے باندھ سکتے ہیں، اور اگر کسی مخصوص ہاتھ میں باندھنا غیروں کا شعار ہے تو اس سے بچنا چاہیے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : الأمور بمقاصدها . (۱/۱۱۳)

(۲) ما في " الحديث النبوي " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من تشبه بقوم فهو منهم " . (السنن لأبي داود : ص/۵۵۹)

ما في " مرقاة المفاتيح " : أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو الفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار فهو منهم ، أي في الإثم والخير ، قال الطيبي : هذا عام في الخلق والخلق والشعار . (۸/۲۲۲، كتاب اللباس، رقم الحديث : ۴۳۴۷) (فتاوی محمودیہ: ۲۷/۴۷)

اساتذہ وٹیچرس کی طلباء کومخصوص سزا

مسئلہ (۲۱۲) : بسا اوقات اسکولوں اور مدرسوں میں معلمین ،طلباء کے سبق یاد نہ کرنے پر انہیں مرغا بناتے ہیں، مرغا بنانے پر طلباء کی جو ہیئت ہوتی ہے، وہ کسی مذہب میں عبادت کی صورت نہیں ہے، بلکہ یہ محض سزا کی ایک شکل ہے، اس لئے اس کے جواز میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ (۱)

راشن دکان کا سامان زائد قیمت میں فروخت کرنا

مسئلہ (۲۱۳) : آج کل راشن دکان پر راشن کارڈ والوں کوشکر، ڈالڈا، اور دیگر اشیاء ملتی ہیں، لوگ انہیں اپنے کارڈ پر حاصل کر کے بلیک دام میں، جو عموماً زیادہ ہوتے ہیں، فروخت کرتے ہیں، ان کا یہ عمل شرعاً درست ہے، (۲) کیوں کہ راشن کارڈ کے ذریعہ خرید کر

الحجة علی ما قلنا :

(۱) مـا فـی " الشامیة " : قال الشامی : قوله : (وفی القنیة الخ) ... ولو أمر غیره بضرب عبده حل للمأمور ضربه ، بخلاف الحر ، قال : فهذا تنصیص علی عدم جواز ضرب ولد الآمر بأمره ، بخلاف المعلم ، لأن المأمور یضربه نیابة عن الأب لمصلحة ، والمعلم یضربه بحکم الملک بتملیک أبیه لمصلحة الولد اهـ. (۶/ ۹۲ ، کتاب الحدود ، باب التعزیر ، مطلب فی تعزیر المتهم، بیروت ، البحر الرائق :۵/ ۸۳، کتاب الحدود، باب حد القذف ، بیروت)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) مـا فـی " التفسیر للبیضاوی " : المالک هو المتصرف فی الأعیان المملوکة کیف شاء من الملک . (ص/ ۷، تحت تفسیر سورة الفاتحة)=

آدمی مالک ہوجاتا ہے، اور مالک کو اپنی چیز فروخت کرنے کا حق ہے، جس قیمت پر چاہے فروخت کرے، لیکن اس کا لحاظ ضروری ہے کہ اگر یہ خلاف قانون ہے، تو پھر عزت اور مال کا خطرہ ہے، نفع کی خاطر عزت اور مال کو خطرہ میں ڈالنا دانشمندی کی بات نہیں ہے۔(۱)

نام کے ساتھ لفظ ''مفتی'' یا ''پروفیسر'' لگانا

مسئلہ (۲۱٤): آج کل بہت سے لوگ حقیقت میں پروفیسر، مفتی یا عالم نہیں ہوتے ہیں، مگر اپنے نام کے ساتھ پروفیسر، مفتی یا عالم کا لفظ استعمال کرتے ہیں، شرعاً یہ خلافِ واقعہ اور جھوٹ ہے، لہذا ان سے پرہیز کرنے کی سخت ضرورت ہے، کیوں کہ پروفیسر ایک خاص اصطلاح ہے، جو خاص لوگوں کیلئے بولی جاتی ہے، اور مفتی و عالم کا لفظ اس شخص کیلئے استعمال ہوتا ہے، جو درسِ نظامی کا فارغ التحصیل ہو، اور باقاعدہ اس نے کسی سے علم دین حاصل کیا ہو۔(۲)

= ما فی '' شرح المجلة '' : کل یتصرف فی ملکه کیف ما شاء . (ص/ ٦٥٤، المادة : ١١٩٢، الباب الثالث فی المسائل المتعلقة بالحیطان ، الفصل الأول فی أحکام الأملاک)

(١) ما فی '' السنن للترمذي '' : '' لا ینبغی للمؤمن أن یذل نفسه '' . (٢/ ٥٠، أبواب الفتن)

(فتاویٰ محمودیہ: ۲۴/ ۱۵۹، مکتبہ محمودیہ میرٹھ)

الحجة علی ماقلنا :

(٢) ما فی '' السنن لأبي داود '' : عن أبی وائل بن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : '' إیاکم والکذب ، فإن الکذب یهدی إلی الفجور ، وإن الفجور یهدی إلی النار ، وإن الرجل لیکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عند الله کذاباً ، وعلیکم بالصدق ، فإن الصدق یهدی إلی البر ، وإن البر یهدی إلی الجنة ، وإن الرجل لیصدق ویتحری الصدق حتی یکتب عند الله صدیقاً'' .

(السنن لأبی داود: ص/ ٦٨١، کتاب الأدب ، باب التشدید فی الکذب) =

موبائل فون پر قرآنی آیات واحادیث کا میسج

مسئلہ (۲۱۵): بعض لوگ اپنے دوستوں کو موبائل فون پر قرآنی آیات اور احادیث وغیرہ میسج کرتے ہیں، اور وہ بوقت ضرورت انہیں ڈلیٹ (Delete) کردیتے ہیں، بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ان کو ڈلیٹ کرنے سے گناہ ہوتا ہے، ان کا یہ خیال درست نہیں ہے، کیوں کہ موبائل پر لکھے میسج کو مٹانا، کاغذ، دیوار اور کپڑے وغیرہ پر لکھی عبارت کو مٹانے کے حکم میں نہیں ہے، علاوہ ازیں جب در ودیوار پر لکھے اسم باری تعالیٰ کے مٹانے کی اجازت ہے، جس میں بے ادبی کا شائبہ بھی ہے، تو موبائل پر میسج مٹانے میں کیا حرج ہے، جب کہ اس میں اس بے ادبی کا احتمال بھی نہیں ہے، لہذا میسج کو مٹانے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔(۱)

= ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبی هریرة قال : قال رسول الله ﷺ : " آیة المنافق ثلاث ؛ ...... إذا حدث كذب ، وإذا وعد أخلف ، وإذا اؤتمن خان " .

(ص/۱۷ ، كتاب الإیمان ، باب الكبائر وعلامات النفاق ، الفصل الأول)

(اسلام اور جدید معاشی مسائل: ۱/ ۲۰۷)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار " : الكتب التی لا ینتفع بها یمحی عنها اسم الله وملائكته ورسوله ، ویحرق الباقی . (۶/ ۴۲۲)

ما فی " الفتاوی الهندیة " : ولو محا لوحاً كتب فیه القرآن واستعمله فی أمر الدنیا یجوز .

(۵/ ۳۲۲، كتاب الكراهیة ، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف الخ)

(فتاوی بنوریہ، رقم الفتوی: ۹۰۴۵)

آن لائن تعلیمِ قرآن پر اجرت

مسئله (۲۱۶) : بعض بیرونی ممالک مثلاً .U.K.- U.S.A وغیرہ میں لوگ اپنے بچوں کو قرآن کریم پڑھوانا چاہتے ہیں، مگر وہاں کوئی مستند ومعتبر سہولت موجود نہیں ہوتی، اگر ہوتی بھی ہے تو بڑی مشکل سے ملتی ہے اور دور ہوتی ہے، اس لئے بعض لوگوں نے آن لائن قرآن کریم پڑھانا اور اس پر اجرت لینا شروع کردیا، تعلیم قرآن کی اس صورت میں اگر پڑھانے والا قاری یا قاریہ تجوید کے ساتھ قرآن کریم پڑھانے کے ساتھ ساتھ صحیح عقائد ونظریات کے حامل ہیں، نیز کسی اور فتنہ کا اندیشہ نہیں ہے، تو آن لائن پر قرآن کریم کی تعلیم دینا اور حاصل کرنا، اور اس خدمت میں مشغولیت کی وجہ سے قاری یا قاریہ کا اجرت ومعاوضہ لینا تمام باتیں جائز ہیں۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) مـا في " مشكوٰة المصابيح ": عن أنس قال : قال رسول الله ﷺ : " طلب العلم فريضة على كل مسلم " . (ص/۳۴)

مـا فـي " الـدر الـمختار مع الشامية ": واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين ، وهو بقدر ما يحتاج لـديـنـه ، قـال : مـن فـرائض الإسلام تعلم ما يحتاج إليه العبد إقامة دينه وإخلاص عمله لله تعالى ، ومـعاشرة عباده ، وفرض على كل مكلف ومكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية تعلم علم الوضوء والغسل والصلوٰة والصوم . (۱/۱۲۱ ، قبيل : مطلب فى فرض الكفاية وفرض العين)

مـا فـي " الشـامية ": قوله : (ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن) قال فى الهداية : وبعض مشايخنا رحمهم الله تعالى استحسنوا الاستئجار على تعليم القرآن اليوم لظهور التوانى فى الأمور الدينية ، ففى الإمتناع تضييع حفظ القرآن . وعليه الفتوى .

(۹/۷٦، كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب تحريم مهم فى عدم جواز)=

طلبِ علم میں مشغول اولاد کا نفقہ

مسئلہ (۲۱۷) : لڑکا جب بالغ ہوجائے تو اس کا نفقہ اس کے باپ پر واجب نہیں رہتا، بلکہ اس کا نفقہ خود اس کی ذات پر واجب ہے، کہ کسب وغیرہ کے ذریعہ اپنے نفقہ کا انتظام خود کرے، (۱) مگر اسلاف نے طلب علم میں واقعی مشغول ورشید بالغ لڑکے کے بقدر کفایت نفقہ کو اس کے باپ پر واجب کیا ہے، تاکہ کسب معاش میں مشغولیت علم دین کے حاصل کرنے میں رکاوٹ بن کر، علم دین ضائع نہ ہوجائے، (۲) لیکن طلباء اس کا غلط فائدہ اٹھاتے ہیں، کہ فضول وبے جا خرچ کرکے اپنے مصارف بڑھا لیتے ہیں، اور ان فضول وبے جا مصارف کو پورا کرنے کیلئے باپ کو منی آرڈر بھیجنے پر مجبور کرنے کیلئے، مدرسہ چھوڑ دینے، تعلیم چھوڑ کر گھر آجانے، یا کسی اور جگہ چلے جانے کی دھمکی دے کر منی آرڈر منگواتے ہیں، شرعاً یہ عمل جائز نہیں ہے۔

= ما في " الصحيح لمسلم ": عن محمد بن سيرين قال : " إن هذا العلم دين فانظروا عن من تأخذون دينكم " . (۱/ ۱۱ ، مقدمة ، باب ان الاسناد من الدين ، مشكوٰة المصابيح : ص/۳۷، كتاب العلم ، الفصل الثالث) (فتاوی بنوریۃ علی شبکۃ جامعۃ بنوریۃ، رقم الفتوی: ۱۰۳۳۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تنوير الأبصار وشرحه مع الشامية " : وتجب النفقة بأنواعها على الحر لطفله الفقير . التنوير مع الدر . وفي الشامي : قوله : (الفقير) أي إن لم يبلغ حد الكسب ، فإن بلغه كان للأب أن يؤجره أو يدفعه في حرفة ليكتسب ، وينفق عليه من كسبه لو كان ذكراً ، بخلاف الأنثىٰ .

(۵/ ۲۶۸ ، كتاب الطلاق ، باب النفقة ، مطلب الصغير والمكتسب نفقة في كسبه لا على أبيه)

ما في " الهداية " : الأصل أن نفقة الإنسان في مال نفسه صغيراً كان أو كبيراً .

(۲/ ۴۴۵، باب النفقة ، قبيل فصل في من يجب النفقة)

(۲) ما في " تنوير الأبصار وشرحه مع الشامية " : وكذا تجب لولده الكبير العاجز عن الكسب =

بجلی کے کرنٹ والی مشین سے مچھروں کو مارنا

مسئلہ (۲۱۸) : آج کل مچھر اور حشرات یعنی کیڑے مکوڑے مارنے کیلئے لوگ بجلی کے کرنٹ والی مشین استعمال کرتے ہیں، اگر مچھروں اور دیگر حشرات کو پکڑ کر اس مشین میں نہ ڈالا جاتا ہو، بلکہ مشین لگادی جاتی ہو اور مذکورہ چیزیں خود بخود اس کی زد میں آکر مرجاتی ہوں، تو اس میں حرج نہیں، ورنہ مکروہ ہے۔ (۱)

= ...... وطالب علم لا يتفرغ لذلک ، كذا في الزيلعي والعيني ، وأفتى أبو حامد بعدمها لطلبة زماننا كما بسطه في القنية ، ولذا قيده في الخلاصة بذى رشد . التنوير مع الدر . وفي الشامي : قوله : (كما بسطه في القنية) حاصله أن السلف قالوا بوجوب نفقته على الأب ، لكن أفتى أبو حامد بعدمه لفساد أحوال أكثرهم ، ومن كان بخلافهم نادر في هذا الزمان ، فلا يفرد بالحكم دفعاً للحرج التمييز بين المصلح والمفسد ، قال صاحب القنية : لكن بعد الفتنة العامة ، يعني فتنة التاتار التي ذهب بها أكثر العلماء والمتعلمين ، نرى المشتغلين بالفقه والأدب اللذين هما قواعد الدين وأصول كلام العرب يمنعهم الاشتغال بالكسب عن التحصيل ، ويؤدى إلى ضياع العلم والتعطيل ، فكان المختار الآن قول السلف .... وقال : أقول : الحق الذى تقبله الطباع المستقيمة ولا تنفر منه الأذواق السليمة القول بوجوبها لذى الرشد لا غيره ، ولا حرج في التمييز بين المصلح والمفسد لظهور مسالک الاستقامة وتمييزه عن غيره . وبالله التوفيق .

(۵/ ۲۷۰/ ۲۷۱، باب النفقة ، مطلب الكلام على نفقة الأقارب ، دار الكتاب ديوبند)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مشكوٰة المصابيح ": عن عبد الله بن عباس قال : قال رسول الله ﷺ : " إن النار لا يعذب بها إلا الله " . (ص/ ۳۰۷، كتاب القصاص ، باب قتل الردة والسعاة بالفساد)

ما في " الحديث النبوى ": عن عبد الرحمن بن عبد الله عن أبيه قال : كنا مع رسول الله ﷺ في سفر فانطلق لحاجته .... ورأى قرية نمل قد حرقناها فقال : من حرق هذه؟ قلنا : نحن ؛ قال : " إنه لا ينبغي أن يعذب بالنار إلا رب النار " .

(السنن لأبى داود : ص/ ۳۶۲/ ۳۶۳، كتاب الجهاد ، باب في كراهية حرق العدو بالنار)=

پانی سے متعلق مسائل

پانی کی حفاظت اور ذخیرہ اندوزی

مسئلہ (۲۱۹) : پانی کی حفاظت اور اس کا ذخیرہ کرنا اصلاً حکومت کی ذمہ داری ہے، تاہم افراد پر بھی اس کی ذمہ داری ڈالی جاسکتی ہے، کہ زیر زمین پانی کی مناسب سطح باقی رکھنے کے لئے مناسب تدبیر اختیار کریں اور تعاون کریں۔(۱)

= ما في " الفتاوى الهندية ": وإحراق القمل والعقرب بالنار مكروه .

(۳۶۱/۵، كتاب الكراهية ، الباب الحادي والعشرون)

ما في " الدر المختار مع الشامية ": يكره إحراق جراد وقمل وعقرب ، ولا بأس بإحراق حطب فيما نمل . الدر المختار . قال الشامي قوله : (يكره إحراق جراد) أى تحريماً ، ومثل القمل البرغوث ، ومثل العقرب الحية . (۴۸۲/۱۰، كتاب الخنثى) (فتاوی بنوریہ، رقم الفتوی:۱۰۳۹۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " بدائع الصنائع " : ولو احتاجت هذه الأنهار إلى الكري ، فعلى السلطان كراها من بيت المال ، لأن منفعتها لعامة المسلمين ، فكانت مؤنتها من بيت المال لما قلنا .

(۲۸۰/۵، كتاب الشرب)

ما فی " الهداية " : فالأول كريه على السلطان من بيت مال المسلمين ، لأن منفعة الكرى لهم فتكون مؤنته عليهم .... فإن لم يكن فی بيت المال شيء فالإمام يجبر الناس على كريه إحياء لمصلحة العامة ، إذ هم لا يقيمونها بأنفسهم . (۴۷۱/۴، كتاب احياء الموات ، فصول في مسائل الشرب ، كتب خانه رشيديه جامع مسجد دهلی)

ما فی " الفتاوى الهندية " : وأما الذی يكون كريه وإصلاحه على أهل النهر فإن امتنعوا أجبرهم الإمام على ذلك .... فإذا امتنعوا أجبرهم ، لأن فساد ذلك يرجع إلى العامة ، وفيه تقليل الماء على أهل الشفة . (۴۷۳/۵)

نشیبی علاقوں میں پلاٹنگ

مسئلہ (۲۲۰) : آج کل شہروں میں آبادی کے پھیلاؤ کا ایک پہلو یہ ہے کہ بہت سے نشیبی علاقوں (جو تالاب کی صورت میں تھے) میں لوگ پلاٹنگ کر کے انہیں فروخت کررہے ہیں، اور وہاں آبادیاں بسائی جارہی ہیں، اس سے ایک طرف یہ نقصان ہورہا ہے کہ جو پانی ان نشیبی علاقوں میں جمع ہوتا تھا اب وہ آبادیوں میں پھیل جاتا ہے، اور دوسری طرف یہ نقصان ہورہا ہے کہ پانی کی ذخیرہ اندوزی بھی متاثر ہورہی ہے، اور بہ حیثیت مجموعی پانی کی سطح نیچے چلی جارہی ہے، جس سے پوری آبادی کو نقصان پہنچ رہا ہے، اس لئے نشیبی علاقوں میں پلاٹنگ کر کے انہیں فروخت کرنا اور آبادیاں بسانا، جب کہ اس سے ضرر عام لاحق ہو درست نہیں ہے، خواہ حکومت کی طرف سے ممانعت ہو یا نہ ہو۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تنوير الأبصار وشرحه " : لا يمنع الشخص من تصرفه في ملكه إلا إذا كان الضرر بجاره ضرراً بيناً فيمنع من ذلك . وعليه الفتوى . (۸/۱۵۲، كتاب القضاء)

ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : لا يمنع أحد من التصرف في ملكه ما لم يكن ضرر فاحش للغير . (۳/۲۱۰، رقم المادة : ۱۱۹۷)

ما في " قواعد الفقه " : لا ضَرر ولا ضِرار . (ص/۱۰۶، رقم القاعدة : ۲۵۲)

(تجاویز بیسواں فقہی سمینار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا:۲۰۱۱ء)

پانی کے نکاسی کی ذمہ داری

مسئلہ (۲۲۱): پانی کی نکاسی کا نظام بنانا اور شہریوں کی صحت کا خیال رکھنا یہ حکومت کی ذمہ داری ہے، اور عوام کا فریضہ ہے کہ وہ حکومت کے ایسے نظام وقوانین کا پورا لحاظ رکھیں، نیز اخلاقی طور پر ہر شخص اس کا مکلّف و پابند ہے کہ اپنے مستعمل پانی کی نکاسی کا ایسا انتظام کرے کہ پڑوسی، محلّہ اور آبادی کی فضا آلودہ نہ ہو۔(۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " بدائع الصنائع " : ونلاحظ بأن إصلاح الأنهار والمساقی والمصارف العامة علی الخزينة (أی بيت المال) أو وزارة المالية ، لأن منفعتها للناس ، فكانت مؤونتها من بيت المال .
(۱۹۲/۶)

ما فی " الفقه الإسلامی وأدلته " : حق المسيل هو تصريف الماء الزائد عن الحاجة أو غير الصالح إلی المصارف والمجاری العامة بواسطة مجری سطحی أو أفيوب مستور ، سواء من أرض أو مصنع ..... وتجب نفقات إصلاح المسيل علی المنتفع به إذا كان فی ملكه أو فی ملك غيره ، فإن كان فی أرض عامة فنفقة الإصلاح علی بيت المال .
(۴۶۷۶/۶، المطلب الرابع حق المسيل)

ما فی " فتاوی معاصرة " : فكل ما يری ولی الأمر فعله أقرب إلی الصلاح للرعية ، وأبعد عن الفساد ، فله أن يفعله ، بل قد يجب عليه . (۵۸۳/۱، تدخل الدولة لتحديد أجور العمال)

(تجاویز بیسواں فقہی سیمنار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا:۲۰۱۱ء)

پانی فراہمی کا معاوضہ

مسئلہ (۲۲۲) : ہر شہری کو پانی کی فراہمی حکومت کی ذمہ داریوں میں سے ہے، وہ اس پر مناسب معاوضہ بھی لے سکتی ہے، اور معاوضہ پر قدرت رکھنے والوں سے اجرت نہ ادا کرنے کی صورت میں پانی روک لینے کا حق رکھتی ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " بدائع الصنائع " : ولو احتاجت هذه الأنهار إلى الكریٰ فعلى السلطان كراهاً من بيت المال ، لأن منفعتها لعامة المسلمين ، فكانت مؤنتها من بيت المال لقوله عليه السلام : " الخراج بالضمان " . وكذا لو خيف منها الغرق فعلى السلطان إصلاح مسناتها من بيت المال لما قلنا .

(۵/۲۸۰، كتاب الشرب)

ما فی " الفتاوى الهندية " : النهر العظيم الذی لم يدخل فی المقاسم كالفرات ودجلة وجيحون وسيحون والنيل إذا احتاج إلى الكریٰ وإصلاح شطه ، يكون على السلطان من بيت المال .

(۵/۳۸۱)

ما فی " الفقه الإسلامی وأدلته " : النهر العام غير المملوک لأحد كالفرات والنيل نفقة كريه وإصلاحه من بيت مال المسلمين من الخراج والجزية ، دون العشور والصدقات ، لأنه مصلحة العامة فيختص بنفقته بيت المال عملاً بالحديث النبوی : " الخراج بالضمان " . فإن لم يكن فی بيت المال شيء أجبر الحاكم الناس على إصلاح النهر إن امتنعوا عنه دفعاً للضرر وتحقيقاً للمصلحة العامة ، قال عمر مثله : " لو تركتم لبعتم أولادكم " . وتفرض مؤنة الإصلاح على الأغنياء الموسرين الذين لا يطيقون الإصلاح بأنفسهم كما هو الشان فی تجهيز الجيوش ، ويكلف القادرون على العمل بأنفسهم ، وتكون نفقتهم على الأغنياء . (۶/۴۶۷۰)

(تجاویز بیسواں فقہی سیمنار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا: ۲۰۱۱ء)

پانی کی تجارت

مسئلہ (**۲۲۳**) : پانی پر ملکیت حاصل ہونے والی تمام شکلوں میں پانی کی تجارت جائز ہے،(۱) جب کہ مفادِ عامہ متاثر نہ ہو،(۲) لہذا عوامی نلوں اور پانی کے ذخائر سے اپنے حق سے زیادہ لے کر اور دوسروں کو ان کے حق سے محروم کر کے، اس پانی کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔(۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی الهندیة " : وله بیعه لأنه ملکه بإحراز فصار کالصید والحشیش . (۵/۱ ۳۹)

ما فی " الموسوعة الفقهیة " : الماء المحرز بالأواني والظروف هذا مملوک لمحرزه باتفاق الفقهاء ، ولا حق لأحد فیه ، لأن الماء وإن کان مباحاً فی الأصل ، فإن المباح یملک بالاستیلاء إذا لم یکن مملوکاً للغیر کالحطب والحشیش والصید فیجوز بیعه ، وقد جرت العادة فی جمیع أمصار المسلمین وفی سائر الأعصار علی بیع السقائین المیاه المحرزة فی الظروف من غیر نکیر فلا یحل لأحد أخذه بغیر إذن محرزه . (۲۵/۳۷۶)

(۲) ما فی " کنز الدقائق مع البحر الرائق " :مسائل الشرب وهو نصیب الماء الأنهار العظام کدجلة الفرات غیر مملوکة ، ولکل أن یستقی أرضه ویتوضأ به ویشرب وینصب الرحا علیه ، ویکری نهراً منها إلی أرضه إن لم یضر بالعامة ، قال ابن نجیم : وشرط لجواز الإنتفاع أن لا یضر بالعامة ، فإن کان یضر بالعامة لیس له الکریٰ ونصب الرحا ، لأن الإنتفاع بالمباح لا یجوز إلا إذا کان لا یضر بالعامة کالشمس والقمر والهواء . (۸/۱ ۳۹/۳۹۲، کتاب احیاء الموات)

(۳) ما فی " البحر الرائق " : وإنما لا یکون له أن یوسع فم النهر ، لأن فیه کسر صفته ، ویزید علی مقدار حقه فی أخذ الماء . (۸/۳۹۶، کتاب احیاء الموات)

ما فی " شرح المجلة لسلیم رستم باز " : لا یجوز لأحد أن یتصرف فی ملک غیره بلا إذنه .

(ص/۶۱، رقم المادة : ۹۶)

بسلیری پانی اور پاؤچ کی خرید وفروخت

مسئلہ (**۲۲۴**) : وہ تمام صورتیں جن میں پانی کوکسی چھوٹے بڑے برتن یا کسی چیز میں بالقصد محفوظ کرلیا جائے، ملکیت ثابت ہوجاتی ہے، لہٰذا آج کل بوتلوں اور پاؤچ وغیرہ میں پیک کرکے، یا ٹینکر وغیرہ میں بھرکر جو پانی فروخت کیا جاتا ہے، شرعاً جائز ہے، البتہ پانی کو مملوک بنانے کیلئے ایسی شکل اختیار نہ کی جائے، جس سے عوام الناس کوضرر لاحق ہو۔ (۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی الهندية " : وله بيعه لأنه ملكه باحراز فصار كالصيد والحشيش . (۵/ ۳۹۱)

مـا فـي " بـدائـع الـصنائع " : أما الأول فهو مملوک لصاحبه لا حق لأحد فيه ، لأن الماء وإن كان مباحاً في الأصل ، لكن المباح يملک بالاستيلاء إذا لم يكن مملوكاً لغيره ، كما إذا استولی علی الـحـطـب والـحـشيـش والصيد ، فيجوز بيعه كما يجوز بيع هذه الأشياء ، وكذا السقائون يبيعون المياه المحروزة في الظروف ، به جرت العادة في الأمصار وفي سائر الأعصار من غير نكير .

(۵/ ۲۷۴، كتاب الشرب ، دار الكتاب ديوبند)

مـا فـي " الـمـوسـوعة الـفقهية " : الماء المحرز بالأواني والظروف هذا مملوک لمحرزه باتفاق الـفـقـهـاء ، ولا حق لأحد فيه ، لأن الماء وإن كان مباحاً في الأصل ، فإن المباح يملک بالاستيلاء إذا لـم يـكـن مملوكاً للغير كالحطب والحشيش والصيد فيجوز بيعه ، وقد جرت العادة في جميع أمـصـار المسلمين وفي سائر الأعصار على بيع السقائين المياه المحرزة في الظروف من غير نكير فلا يحل لأحد أخذه بغير إذن محرزه . (۲۵/ ۳۷۶) (کتاب الفتاوی:۵/ ۱۹۸)

نہروں سے فائدہ اٹھانا

مسئلہ (۲۲۵) : نہروں سے فائدہ اٹھانا بقدرِ ضرورت جائز ہے، بشرطیکہ اس سے نہروں اور دوسرے لوگوں کو نقصان نہ ہو، کیوں کہ دوسروں کو ضرر پہنچائے بغیر اپنی جائز ضرورتوں کو پورا کرنا درست ہے۔(۱)

ڈیم کا پانی چھوڑتے وقت بالائی ونشیبی علاقوں کا تحفظ

مسئلہ (۲۲۶) : سیلاب اور بارشوں کی کثرت کی بناء پر جب ڈیم کے پانی کو چھوڑنے کی ضرورت پڑ جائے، تو ایسے موقع پر بالائی اور نشیبی دونوں آبادیوں کے تحفظ کا خیال

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : والثاني ماء الأدوية العظام كجيحون وسيحون ودجلة والفرات والنيل للناس فيها حق الشفعة على الإطلاق ، وحق سقي الأرض بأن احيا واحد أرضاً ميتة وكرى منها نهرا يسقيها إن كان لا يضر بالعامة .

(۵/۳۹۰، كتاب الشرب ، الباب الأول ، الهداية : ۴/۴۶۸، فصول في مسائل الشرب)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : ماء الأنهار العامة وهو الذي يجري في مجار عامة غير مملوكة لأحد ، وإنما هي للجماعة مثل النيل ودجلة والفرات ونحوها من الأنهار العظيمة ، وحكمه أنه لا ملك لأحد في هذه الأنهار ، لا في الماء ولا في المجرى ، بل هو حق للجماعة كلها ، فلكل واحد حق الإنتفاع بها بالشفعة (سقي نفسه ودوابه) والشرب (سقي روعه وأشجاره) وشق الجداول منها ، ونصب الآلات عليها لجر الماء لأرضه ونحوها من وسائل الإنتفاع بالماء إذا لم يضر الفعل بالنهر أو بالغير أو بالجماعة كما هو المقرر بالإنتفاع في الطرق أو المرافق العامة .

(۶/۴۶۲۵، النوع الرابع ماء الأنهار العامة) (بیسواں فقہی سیمنار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا:۲۰۱۱ء)

رکھا جائے، اور حتی الامکان وہ صورت اختیار کی جائے جس میں کم سے کم نقصان ہو۔ (۱)

ڈیم کی تعمیر کے لیے آبادی کی منتقلی

مسئلہ (۲۲۷): بوقت ضرورت مفاد عامہ کے پیش نظر ڈیم تعمیر کرنے کیلئے آبادی منتقل کی جا سکتی ہے، بشرطیکہ جن لوگوں کو منتقل کیا جارہا ہے، انہیں فوری طور پر ایسا عادلانہ مبنی بر انصاف معاوضہ ادا کیا جائے، جو ان کیلئے تلافی مافات اور باز آبادکاری کیلئے کافی ہوسکے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : في فتاوىٰ أبي الليث رحمه الله تعالى : نهر عظيم لأهل قرية ينشعب منه نهران ، وعلى كل واحد من النهرين طاحونة ، فخربت إحدى الطاحونتين ، فأراد صاحبها أن يرسل الماء كله في النهر الآخر الذي عليه الطاحونة الأخرى ، حتى يغمر طاحونته ، وذلك يضر بالطاحونة الأخرى لم يكن له ذلك ، لأنه يريد دفع الضرر عن نفسه بالإضرار بغيره .

(۵/۴۰۰، الباب الثالث فيما يحدثه الإنسان وما يمنع عنه)

ما في " موسوعة القواعد الفقهية " : الضرر لا يزال بالضرر أو بمثله .

(۶/۲۵۷، كذا في الأشباه والنظائر لإبن نجيم : ۱/۳۱۱، تحت القاعدة الخامسة)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : إذا تعارض مفسدتان روعي أعظمهما ضرراً بإرتكاب أخفهما . (۱/۳۱۹، قواعد الفقه : ص/۵۶) (بیسواں فقہی سیمنار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا: ۲۰۱۱ء)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : يؤخذ لدى الحاجة ملك أي أحد بقيمته بأمر السلطان ويلحق بالطريق ، ولكن لا يؤخذ ملكه من يده ما لم يؤد له الثمن ، يستملك ملك أي أحد بقيمته الحقيقية للمنافع العمومية كالطريق والمسجد ومسيل الماء ، ولو لم يرض صاحبه =

....

....

....

....

= يبيعه ، فلذلک يؤخذ لدى الحاجة أى إذا كان الطريق ضيقاً ، ومست الحاجة إلى توسيعه ، ولكن لا يجوز أخذ ملک أحد بدون رضائه ما لم يثبت لزومه للمنافع العامة .

(۳/۳۳۳، ۳۳۴، رقم المادة : ۱۲۱٦)

ما فى " تنوير الأبصار وشرحه " : تؤخذ أرض ودار وحانوت بجنب مسجد ضاق على الناس بالقيمة كرها . الدر المختار . قال الشامى : قوله (بالقيمة كرها) لما روى عن الصحابة رضى الله تعالى عنهم لما ضاق المسجد الحرام أخذوا أرضين بكره من أصحابها بالقيمة ، وزادوا فى المسجد الحرام . (٦/۵۷٦، ۵۷۷، كتاب الوقف ، مطلب فى جعل شيء من المسجد طريقاً)

ما فى " موسوعة الفقه الإسلامى المعاصر " : وقد يصبح الملک عاماً من طريق البيع الجبرى أو ما يسمى بالتأميم لمصلحة عامة للضرورة أو الحاجة ، ويشترط دفع تعويض عادل عنها ، كما حدث فى عهد عثمان وغيره من توسيع المسجد الحرام وشراء الدور المجاورة لها .

(۳/۱۹۱ ، مصادر الملكية العامة ووسائلها)

ما فى " الأشباه والنظائر " : تصرف الإمام على الرعية منوط بالمصلحة .

(۱/۴۰۸، القاعدة الخامسة)

ما فى " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : يتحمل الضرر الخاص لدفع ضرر عام .

(۱/۴۰، رقم المادة : ۲٦) (بیسواں فقہی سیمنار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا:۲۰۱۱ء)

موقوفہ پانی میں اسراف

مسئلہ (۲۲۸) : موقوفہ پانی میں اسراف یعنی زائد ضرورت استعمال حرام ہے، اور اگر مملوکہ ومباح پانی ہے، تو اس میں اسراف مکروہِ تحریمی ہے، مدرسہ اور مسجد میں موجود حوض ونل کا پانی موقوفہ ہے، لہٰذا اعضاء مغسولہ میں مسنون تکرار پر اضافہ، یا وضوواستنجا کے بعد نل وغیرہ کو یوں ہی کھلا چھوڑ دینا، یا اسے ٹھیک سے بند نہ کرنا کہ پانی ضائع ہوتا رہے، شرعاً ممنوع وناجائز ہے۔ (۱)

زائد از ضرورت پانی کا استعمال

مسئلہ (۲۲۹) : جن امور میں پانی استعمال کرنے کی اجازت ہے، ان میں بلا ضرورت یا ضرورت سے زیادہ پانی استعمال کرنا اسراف ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : ويكره الإسراف فيه تحريماً لو بماء النهر أو المملوك له ، أما الموقوف على من يتطهر به ومنه ماء المدارس فحرام .

(ص/ ۸۰، فصل في المكروهات)

ما في " الموسوعة الفقهية " : والكراهة فيما إذا كان الماء مملوكاً أو مباحاً ، أما الماء الموقوف على من يتطهر به ومنه ماء المدارس ، فإن الزيادة فيه على الثلاث حرام عند الجميع لكونها غير ماذون بها ، لأنه إنما يوقف ويساق لمن يتوضأ الوضوء الشرعي ، ولم يقصد اباحتها لغير ذلك .

(۴/ ۱۷۹ ، بدائع الصنائع : ۱/ ۱۱۳) (بیسواں فقہی سیمنار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا:۲۰۱۱ء)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿كلوا واشربوا ولا تسرفوا ، إنه لا يحب المسرفين﴾ . (الأعراف : ۳۱)=

مملوکہ زمین کے نیچے پانی مباح الاصل ہے

مسئلہ (۲۳۰) : مملوکہ زمین کے نیچے پانی مباح الاصل ہے، کسی کی ملک نہیں، بوقتِ ضرورت، مصلحتِ عامہ کے پیش نظر حکومت بورنگ کرانے سے روک سکتی ہے۔[1]

= ما فی " أحکام القرآن لإبن العربی " : الإسراف تعدی الحد ، فنهاهم عن تعدی الحلال إلی الحرام ، وقیل ألا یزیدوا علی قدر الحاجة . (۲/ ۱ ۸ ۷)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن عبد الله بن مغفل سمع ابنه یقول : " اللهم إنی أسألک القصر الأبیض عن یمین الجنة إذا دخلتُها " . قال : یا بنی ! سل الله الجنة وتعوذ به من النار ، فإنی سمعت رسول الله ﷺ یقول : " سیکون فی هذه الأمة قوم یعتدون فی الطهور والدعاء " .

(السنن لأبی داود : ص/ ۱۳ ، کتاب الطهارة ، باب الإسراف فی الوضوء)

ما فی " عون المعبود " : الإعتداد فی الطهور بالزیادة علی الثلاث ، وإسراف الماء وبالمبالغة فی الغسل إلی حد الوسواس ، أجمع العلماء علی النهی عن الإسراف فی الماء وشاطئ البحر .

(ص/ ۱ ۶ ، کتاب الطهارة ، باب الإسراف فی الوضوء)

(تجاویز بیسواں فقہی سیمنار اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا: ۲۰۱۱ء)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ : " المسلمون شرکاء فی ثلاث : فی الماء ، والکلأ ، والنار ، وثمنه حرام " .

(السنن لإبن ماجة : ص/ ۸ ۷ ۱ ، کتاب الرهون ، المسلمون شرکاء في ثلاث ، مکتبة بلال دیوبند، شروح سنن ابن ماجة ، رقم الحدیث : ۲۴۷۲)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبي هریرة أن رسول الله ﷺ قال : " ثلاث لا یمنعن ، الماء ، والکلأ ، والنار " . (ص/ ۸ ۷ ۱ ، کتاب الرهون ، المسلمون شرکاء في ثلاث ، شروح سنن ابن ماجة ، رقم الحدیث : ۲۴۷۳)=

....

....

....

....

= ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : الماء تحت الأرض لا یملک فلا مخاصمة .

(۱۰/ ۹، کتاب احیاء الموات)

ما فی " شرح المجلة " : الماء الجاری تحت الأرض لیس بملک لأحد ، ولهذا لو حفر أحد فی ملکه ، واستخرج الماء الذی تحت الأرض ، ثم جاء آخر وحفر أیضاً فی ملک نفسه الذی هو فوق الملک الأول ، فتحول الماء من ملک الأول إلی ملک الثانی ، لا شيء للأول علی الثانی ، لأنه غیر متعد لکون الماء تحت الأرض لا یملک ، فلا مخاصمة کمن بنی حانوتاً بجنب حانوت غیره فکسدت الحانوت الأولی بسببه ، فإنه لا شيء علیه .

(ص/ ٦٧٦، الکتاب العاشر في أنواع الشرکات ، الباب الرابع في شرکة الإباحة ، الفصل الأول في الأشیاء المباحة وغیر المباحة ، المادة : ۱۲۳۵ ، دار احیاء التراث العربي بیروت)

ما فی " بدائع الصنائع " : الماء الذی یکون فی الحیاض والآبار والعیون فلیس بمملوک لصاحبه، بل هو مباح فی نفسه بسواء کان فی أرض مباحة أو مملوکة لکن له حق خاص فیه ، لأن الماء فی الأصل خلق مباحاً ، لقول النبی ﷺ : " الناس شرکاء فی ثلاث ؛ الماء ، والکلأ ، والنار " .

(۵/ ۲۷۴، کتاب الشرب)

مصادر ومراجع

کتبِ عقائد

۱	حجۃ اللہ البالغۃ	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	دار المعرفۃ بیروت
کتبِ تفاسیر			
۲	الجامع لاحکام القرآن	امام ابوعبداللہ احمد انصاری قرطبی	مکتبہ غزالی/ مناہل العرفان
۳	التفسیر الکبیر	امام فخر الدین رازی شافعی	علوم اسلامیہ اردو بازار لاہور
۴	تفسیر المظہری	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	زکریا دیوبند
۵	روح المعانی	امام شہاب الدین السید محمد محمود آلوسی	طبع دیوبند/ احیاء التراث
۶	فتح القدیر فی علم التفسیر	علامہ محمد بن علی بن محمد شوکانی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۷	احکام القرآن	امام ابوبکر بن علی رازی جصاص	شیخ الہند دیوبند
۸	احکام القرآن لابن العربی	علامہ ابوبکر معروف بابن عربی	ریاض الحدیثیہ
۹	حاشیۃ القونوی علی تفسیر البیضاوی	امام ناصر الدین بن عبداللہ شیرازی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۰	احکام القرآن للتھانوی	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارۃ القرآن لاہور
۱۱	احکام القرآن	مولانا ظفر احمد تھانوی	ادارۃ القرآن کراچی
کتبِ احادیث			
۱۲	صحیح البخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	بلال دیوبند
۱۳	صحیح مسلم	امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری	بلال دیوبند
۱۴	شرح النووی علی ہامش مسلم	امام ابوزکریا یحیی بن شرف نووی	// //
۱۵	جامع الترمذی	امام ابوعیسی محمد بن عیسی	بلال دیوبند

١٦	سنن ابی داود	امام ابوداود سجستانی	بلال دیوبند
١٧	سنن النسائی	امام ابوعبدالرحمٰن بن شعیب نسائی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
١٨	سنن ابن ماجہ	امام ابن ماجہ قزوینی	مکتبہ بلال دیوبند
١٩	شرح معانی الآثار للطحاوی	امام ابوجعفر طحاوی احمد بن محمد	مکتبہ ملت دیوبند
٢٠	مشکوٰۃ المصابیح	امام ولی الدین خطیب تبریزی بغدادی	یاسر ندیم دیوبند
٢١	المصنف لابن ابی شیبۃ	امام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ	امدادیہ ملتان
٢٢	بذل المجہود	علامہ خلیل احمد سہارنپوری	دارالبشائر الاسلامیۃ
٢٣	اعلاء السنن	علامہ ظفر احمد عثمانی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
٢٤	کنز العمال	علامہ علاء الدین علی متقی ہندی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
٢٥	نیل الاوطار	امام محمد بن علی بن محمد شوکانی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
٢٦	مسند احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل	دارالحدیث قاہرہ
٢٧	جمع الجوامع	علامہ جلال الدین سیوطی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
٢٨	شرح النووی علی صحیح مسلم	امام محی الدین نووی	بلال دیوبند
٢٩	موسوعۃ تکملۃ فتح الملہم مع التکملۃ	علامہ شبیر احمد عثمانی / مفتی محمد تقی عثمانی	مطبع بیروت / اشرفیہ دیوبند
٣٠	فتح الباری	علامہ ابن حجر عسقلانی	دارالسلام ریاض
٣١	جامع الصغیر	امام جلال الدین سیوطی	دارالکتب العلمیہ بیروت
٣٢	مرقاۃ المفاتیح	ملاعلی قاری	اشرفیۃ دیوبند
٣٣	السنن الکبریٰ للبیہقی	امام ابوبکر بیہقی	مطبع بیروت / اشرفیۃ ملتان
٣٤	حاشیۃ ابن ماجۃ	شیخ عبدالغنی مجددی دہلوی مدنی	بلال دیوبند
٣٥	سنن الدارقطنی	امام حافظ علی بن عمر دارقطنی	دارالایمان سہارنپور
٣٦	عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	علامہ بدرالدین عینی	رشیدیہ کوئٹہ پاکستان

۳۷	کتاب الموضوعات	امام عبدالرحمٰن جوزی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۳۸	الیواقیت الغالیۃ	شیخ محمد یونس جونپوری	الناشر مجلس دعوۃ الحق یو۔کے
۳۹	شمائل الترمذی	امام ابوعیسی محمد بن عیسی ترمذی	بلال دیوبند
۴۰	زجاجۃ المصابیح	بحوالہ فتاوی رحیمیہ	
۴۱	عون المعبود شرح السنن لابی داود	ابوعبدالرحمٰن شرف الحق عظیم آبادی	داراحیاء التراث العربی
۴۲	المستدرک للحاکم	امام ابوعبداللہ حاکم نیساپوری	دارالکتاب العربی
۴۳	شرح ابن بطال	شیخ علی بن خلف بن بطال قرطبی	دارالکتب العلمیۃ
۴۴	التحقیق لابن الجوزی		
۴۵	اللآلی المصنوعۃ	علامہ جلال الدین سیوطی	
۴۶	شرح الزرقانی مع المواہب اللدنیۃ		

کتبِ اصولِ فقہ وقواعدِ فقہ

۴۷	اعلام الموقعین	امام ابن قیم جوزی	داراحیاء التراث العربي
۴۸	الاشباہ والنظائر	امام ابن نجیم مصری حنفی	فقیہ الامت دیوبند
۴۹	درر الحکام شرح مجلۃ الاحکام	علی حیدر استنبول ترکی	دارالجیل بیروت
۵۰	المقاصد الشرعیۃ	شیخ نورالدین خادمی	داراشبیلیا للنشر والتوزیع
۵۱	قواعد الفقہ	مفتی عمیم الاحسان مجددی برکتی	اشرفی بکڈپو دیوبند
۵۲	جمہرۃ القواعد الفقہیۃ	دکتور علی احمد ندوی	شرکۃ الراجحی المصرفیۃ
۵۳	نورالانوار	شیخ احمد ملاجیون	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۵۴	اصول الشاشی	امام نظام الدین شاشی	المکتبۃ البشریٰ کراچی
۵۵	القواعد والضوابط	بحوالہ موسوعۃ قواعد الفقہیۃ	
۵۶	الموافقات فی اصول الشریعۃ	امام ابواسحٰق شاطبی	دارالمعرفۃ/ داراحیاء التراث العربی

۵۷	موسوعۃ مصطلحات اصول الفقہ	دکتور رفیق عجم	مکتبہ لبنان ناشرون
۵۸	شرح المجلۃ	سلیم رستم باز البنانی	دار احیاء التراث العربی

کتبِ فقہ وفتاویٰ

۵۹	فتاوی محمودیہ	مفتی محمود حسن گنگوہی	جامعہ فاروقیہ کراچی
۶۰	امداد الفتاوی	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	دار العلوم کراچی
۶۱	فتاوی عثمانی	مفتی محمد تقی عثمانی	معارف القرآن کراچی
۶۲	فتاوی رحیمیہ	مفتی عبد الرحیم لاجپوری	دار الاشاعت کراچی
۶۳	کفایت المفتی	مفتی کفایت اللہ	دار الاشاعت کراچی
۶۴	فتاوی دار العلوم دیوبند	مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی	شائع کردہ دار العلوم
۶۵	احسن الفتاوی	مفتی رشید احمد پاکستان	دار الاشاعت دیوبند
۶۶	فتاوی حقانیہ	مفتی عبد الحق پاکستان	دار العلوم حقانیہ اکوڑہ
۶۷	کتاب الفتاویٰ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	نعیمیہ دیوبند
۶۸	جدید فقہی مسائل	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	نعیمیہ دیوبند
۶۹	فتاویٰ رشیدیہ	مفتی رشید احمد گنگوہی	جسیم دیوبند
۷۰	جدید معاملات کے شرعی احکام	مفتی احسان اللہ شائق	دار الاشاعت کراچی
۷۱	آپ کے مسائل اوران کا حل	شہید مولانا محمد یوسف لدھیانوی	نعیمیہ دیوبند
۷۲	فتاوی شاکر خان	مفتی محمد شاکر خان	نعیمیہ دیوبند
۷۳	بہشتی زیور مکمل	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارۃ الاسلامیات لاہور
۷۴	علم الفقہ	مولانا عبد الشکور لکھنوی	مکتبہ فاروقیہ لکھنؤ
۷۵	مالا بد منہ فارسی	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	بلال دیوبند
۷۶	جواہر الفقہ	مفتی شفیع احمد عثمانی	تفسیر القرآن دیوبند

۷۷	آلات جدیدہ کے شرعی احکام	// // //	مکتبۃ سیرت النبی دیوبند
۷۸	فتاوی بنوریہ	علی شبکۃ نیت	
۷۹	روضۃ الفتاوی	مفتی محمد اسماعیل واڈی والا	فرید بکڈ پو دہلی
۸۰	ردالمحتار	محمد امین شہیر با بن عابدین شامی	مطبع بیروت/ دارالکتاب دیوبند
۸۱	الدرالمختار مع ردالمحتار	علاء الدین حصکفی	مطبع بیروت/ دارالکتاب دیوبند
۸۲	تنویرالابصار مع الدروالرد	محمد بن عبداللہ تمرتاشی	دارالکتاب دیوبند
۸۳	حاشیۃ قرۃ عیون الاخیار تکملۃ ردالمحتار	شیخ محمد علاء الدین آفندی	دارالکتب العلمیہ
۸۴	البحرالرائق	امام زین الدین معروف با بن نجیم مصری	مطبع بیروت/ دارالکتاب دیوبند
۸۵	بدائع الصنائع	ملک العلماء شیخ علاء الدین کاسانی	مطبع بیروت/ دارالکتاب دیوبند
۸۶	تعلیق بدائع الصنائع	دکتور علی محمد معوض/ عادل احمد عبدالموجود	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۸۷	الفتاوی الہندیۃ	نظام وجماعۃ من علماء الہند الاعلام	زکریا دیوبند
۸۸	الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ	وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیۃ	وزارۃ الاوقاف (کویت)
۸۹	فتح القدیر	امام کمال الدین معروف بہ ابن ہمام	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۹۰	کنزالدقائق مع البحرالرائق	امام ابوالبرکات نسفی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۹۱	الدرالمنتقی فی شرح الملتقی	علامہ محمد بن علی (علاء حصکفی)	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۹۲	العنایۃ	امام اکمل الدین بابرتی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۹۳	السعایۃ	علامہ عبدالحی لکھنوی	سہیل اکیڈمی لاہور
۹۴	الکافی فی فقہ الحنفی	علامہ وہبی سلیمان غاوجی	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت
۹۵	الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید	امام عبدالحمید محمود طہماز	دارالقلم دمشق
۹۶	المختصر للقدوری	امام احمد بن محمد بغدادی قدوری	مکتبہ بلال دیوبند
۹۷	موسوعۃ الفقہ الاسلامی المعاصر	دکتور عبدالحلیم	دارالوفاء المنصورۃ
۹۸	حلبی کبیر	علامہ ابراہیم حلبی	سہیل اکیڈمی لاہور
۹۹	الفتاوی اللکنوی	علامہ عبدالحی لکھنوی	دارالکتب العلمیۃ

۱۰۰	البنایہ شرح الہدایۃ	محمد محمود بن احمد عینی	رشیدیہ کوئٹہ
۱۰۱	الاختیار لتعلیل المختار	امام ابن المودود حنفی	دارارقم بیروت/کراچی
۱۰۲	الفقہ الاسلامی وادلتہ	دکتور وہبہ زحیلی	رشیدیہ کوئٹہ
۱۰۳	کتاب المبسوط	امام شمس الدین سرخسی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۰۴	المحیط البرہانی	محمود بن احمد البخاری	داراحیاء التراث العربی
۱۰۵	مجمع البحرین وملتقی النیرین فی فقہ الحنفی	امام مظفر الدین معروف بہ ساعاتی حنفی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۰۶	مجمع الأنہر شرح ملتقی الابحر	شیخ عبدالرحمٰن بن محمد مدعو بشیخی زادہ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۰۷	تبیین الحقائق	علامہ فخر الدین عثمان بن علی زیلعی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۰۸	النہر الفائق	علامہ سراج الدین بن نجیم حنفی	دارالایمان سہارنپور
۱۰۹	الفتاوی التاتارخانیۃ	امام عالم بن علاء دہلوی ہندی	دارالإیمان سہارنفور
۱۱۰	حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح	احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفیؒ	شیخ الہند دیوبند/ اشرفیۃ دیوبند
۱۱۱	فقہ النوازل	محمد بن حسین جیزانی	دارابن الجوزی بیروت
۱۱۲	خلاصۃ الفتاوی	امام طاہر بن عبدالرشید بخاریؒ	رشیدیہ کوئٹہ
۱۱۳	فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیۃ	شیخ حسن بن منصور بن محمود اوزجندی	زکریا دیوبند/حقانیۃ لاہور
۱۱۴	مراقی الفلاح شرح نورالایضاح	علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۱۵	الہدایۃ	امام برہان الدین مرغینانی	یاسر ندیم دیوبند
۱۱۶	النتف فی الفتاوی	امام ابوالحسن علی بن حسین سغدی	دارالکتب العلمیۃ
۱۱۷	البنایۃ شرح الہدایۃ	علامہ محمد محمود بن احمد عینی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۱۱۸	منیۃ المصلی	شیخ محمد عبدالاحد	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۱۱۹	الفقہ علی المذاہب الاربعۃ	امام عبدالرحمٰن بن معوض جزیری	احیاء التراث/ دارالکتب العلمیۃ
۱۲۰	کتاب الکسب	امام محمد بن حسن شیبانی	المطبوعات الاسلامیۃ

۱۲۱	تعلیق کتاب الکسب	شیخ ابوعبدالفتاح ابوغدہ	’’ ’’ ’’
۱۲۲	شرح النقایۃ	محدث نورالدین ہروی قاری	دارارقم دمشق
۱۲۳	الالعاب الریاضیۃ	دکتور علی حسین امین یونس	دارالنفائس اردن
۱۲۴	شرح المنیۃ عن فتاوی قاضی خان	بحوالہ آلات جدیدہ کے شرعی احکام	
۱۲۵	نورالایضاح	علامہ شرنبلالی	المکتبۃ العصریۃ بیروت
۱۲۶	شرح الوقایۃ	امام صدرالشریعۃ عبداللہ بن مسعود	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۲۷	المفطرات المعاصرۃ		
۱۲۸	عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایۃ	علامہ عبدالحی لکھنوی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۱۲۹	التصحیح والترجیح علی مختصر القدوری	قاسم بن قطلو بغا	دارالکتب العلمیۃ
۱۳۰	فتاوی معاصرۃ	دکتور یوسف قرضاوی	دارالقلم دمشق
۱۳۱	قضایا اللہو والترفیۃ	شیخ مادون رشید	دارطیبۃ للنشر والتوزیع ریاض
۱۳۲	حاشیۃ الفردوس الاخیار		
۱۳۳	مختصر فتاوی دارالإفتاء المصریۃ	شیخ صفوت شوادفی	دارالتقوی بلبیس مصر
۱۳۴	حاشیۃ نورالایضاح	علامہ اعزاز علی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی

کتبِ متفرقہ

۱۳۵	کتاب التعریفات	علامہ شریف جرجانی	دارالکتب العلیمۃ بیروت
۱۳۶	احیاء علوم الدین	امام ابوحامد غزالی	دارالمعرفۃ بیروت